۷۲ شہدائے کربلاؑ
و
شہدائے کوفہؑ

مؤلف
مرزا محمد صابر شکیب

ناشر ادارۂ احیاء تراث اسلامی، کراچی، پاکستان

شہدائے کوفہ و کربلا

مؤلف
مرزا محمد صابر شکیب

ناشر
احمد بک سیلرز
R-718، بلاک 20، فیڈرل بی ایریا، کراچی
فون: 36364924--021-36805931
Email: sh.jafri786@gmail.com

پہلا ایڈیشن

2017ء

نام کتاب : شہدائے کوفہ و کربلا

مولف : مرزا محمد صابر شکیب

کمپیوٹرائزڈ کمپوزنگ : راحت حسین، احمد گرافکس

ناشر : ادارہ احیاء تراث اسلامی، کراچی، پاکستان

تعداد اشاعت : 1000

ہدیہ :

ملنے کا پتہ

احمد بک سیلرز
ہول سیلرز اینڈ اسٹاکسٹ
718/20، فیڈرل بی ایریا، کراچی

باب الحوائج بک سینٹر
گلشن گارڈن، نزد امام خمینیؒ لائبریری
سولجر بازار، کراچی

فون: 36805931 - 021-36364924
فون: 0315-8399418

Email: sh.jafri786@gmail.com

فہرست

(بابِ اوّل)

شہدائے بنی ہاشم علیہم السلام

(بابِ دوم)

امام حسینؑ کے اعوان وانصار علیہم السلام

عرضِ ناشر

ہمارے بچے مستقبل کے معمار ہیں ان کے لیے کتب کی اشاعت میں مجھ سمیت تمام ناشرین سے کوتاہیاں ہوئی ہیں، ہم بچوں کے لیے ایسا مواد پیش کرنے سے قاصر رہے، جو ان کی اسلامی تعلیمات میں اضافے کا باعث بنتا۔

ادارہ احیائے تراثِ اسلامی نے اس جانب توجہ کی ہے اور اولاً حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت عمار یاسرؓ اور حضرت حمزہؓ پر کتابچے شائع کیے، دوسری کوشش امیر المومنین حضرت علیؑ کے اصحابِ خاص کے مختصر حالاتِ زندگی اور اسلام کے لیے ان کی قربانیوں پر مشتمل کتاب شائع کی۔ اس سلسلے کی نئی کتاب "شہدائے کوفہ و کربلا" پیش خدمت ہے۔ اگرچہ یہ موضوع صرف بچوں تک ہی محدود نہیں بلکہ ذاکرین کے لیے بھی باعث استفادہ ہے لیکن ہم اسے نوجوانوں سے اس لیے منسوب کر رہے ہیں تاکہ ان میں وفا، دین کے لیے فداکاری اور اخلاص کا جذبہ بیدار ہو۔

کتاب ہٰذا میں آغاز سفر مدینہ تا کربلا جو شہادتیں ہوئیں ان شہداء کا بھی ذکر ہے اور ان ہی میں کوفہ میں حضرت مسلمؑ ان کے بچوں اور ان کے اصحاب کی شہادتیں بھی درج کی گئی ہیں۔ نیز ان تمام اصحاب عالی مقام کا احوال بھی درج کر دیا گیا ہے جو اس معرکۂ حق و باطل کے دیگر شہدا ہیں۔

اُمید ہے ہماری یہ کاوش والدین پسند کریں گے اور اپنے بچوں کو اس کتاب کے مطالعے کے لیے انہیں ہدیہ کریں گے۔

سیّد احمد علی شاہ

پروپرائٹر: احمد بکسیلرز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس کتاب کی تیاری میں مقتل کی معروف کتاب "سفینۃ الشہداء فی مقتل الحسینؑ" سے مدد لی گئی ہے جو جناب مرزا محمد صابر شکیب کی تالیف ہے جسے جعفر پبلشنگ ہاؤس اور احمد بکسیلرز کے اشتراک سے شائع کیا گیا ہے۔
احمد بکسیلرز، جناب مرزا صابر شکیب کے ممنون ہیں کہ انھوں نے اس کتاب 'شہدائے کوفہ وکربلا' کو شائع کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

شہدائے بنی ہاشمؑ

عبداللہ بن مسلم بن عقیل علیہ السلام

جناب عبداللہ بن مسلم بن عقیل بن ابی طالب علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی رقیہ تھا۔ جناب رقیہ کی مادر گرامی صہبا بنت عباد بن ربیعہ تھیں۔

ابو الفرج اصفہانی نے مدائنی اور حمید بن مسلم سے روایت کی ہے کہ مادر جناب عبداللہ رقیہ دختر امیر المومنین علیہ السلام تھیں۔ علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کے تمام اصحاب درجہ شہادت پر فائز ہو گئے اور صرف اہل بیت طاہرین رہ گئے تو اولاد جناب عقیل بن ابی طالب، اولاد حضرت امام حسنؑ اور اولاد حضرت امام حسین علیہ السلام نے ایک دوسرے کو وداع کیا اور عازم جنگ ہوئے، سب سے پہلے جناب عبداللہ بن مسلم بن عقیلؑ اپنے چچا حضرت امام حسین علیہ السلام سے اجازت لے کر میدان کارزار میں آئے اور یہ رجز پڑھا۔ ''اے قوم اشرار آج میری یہ تمنا ہے کہ میں اپنے والد گرامی جناب مسلم بن عقیل سے ملاقات کروں اور ان جوانوں سے جنہوں نے دین پیغمبرؐ پر قائم رہتے ہوئے وفات پائی جو بہترین فرد تھے، یہ بہترین صاحبان حسب ونسب اور سادات ہاشمی تھے، شرافت ان کے نسب میں تھی۔

محمد بن ابی طالب سے مروی ہے کہ جناب عبداللہ بن مسلم بن عقیل نے اعدا دین سے زبردست جنگ کی اور آپ نے تین حملوں میں اٹھانوے (۹۸) اشقیاء کو واصل جہنم کیا۔ آپ مصروف جنگ تھے کہ عمرو بن صبیح صیداوی اور اسد بن مالک لعین نے انہیں شہید کیا۔

مقتل ابی مخنف میں جناب عبداللہ بن مسلم بن عقیل کی شہادت کا حال یوں

مرقوم ہے کہ جب جناب عبداللہ بن مسلم بن عقیل نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آ کر عرض کی مولا مجھے جنگ کی اجازت دیجئے تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا "اے فرزند مسلم کی شہادت تمہارے اور تمہارے خاندان کے لیے کافی ہے" یہ سن کر جناب عبداللہ نے عرض کی "چچا جان اگر میں نے آپ کی نصرت نہ کی تو میں اپنے جد امجد حضرت محمد مصطفیٰ کو کیا منہ دکھاؤں گا؟ میرے آقا یہ ہرگز ممکن نہیں کہ میں شہادت سے محروم رہوں مجھے تو شہادت میں سکون ملے گا"۔

آخر جب آپ کو رن میں جانے کی اجازت ملی تو آپ نے میدان جنگ میں ہاتھوں کو بلند کر کے یہ رجز پڑھا۔ "ہم مرد شجاع بنی ہاشم کے فرزندوں اور رسول خدا کی بیٹی کے فرزندوں کے مرد شجاع بیٹے کی حفاظت کر رہے ہیں۔ میں تم لوگوں کو اپنی تلوار سے قتل کروں گا اور تم پر تیز نیزوں کے وار کروں گا تا کہ روز قیامت اپنے پروردگار سے اپنی مغفرت کی امید رکھوں۔" اس کے بعد آپ نے شدید جنگ کی اور نوے (۹۰) لعینوں کو ہلاک کیا۔ آپ زخمی ہو کر گر گئے، اس وقت آپ پکار رہے تھے۔ ہائے بابا میری کمر ٹوٹ گئی۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے یہ منظر دیکھا تو فرمایا "اے خدا عقیل کے خاندان کے قاتلوں کو ہلاک کر" یہ کہہ کر آپ نے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پڑھا۔

معالی السبطین میں مرقوم ہے کہ جب اس شہزادہ نے جنگ کی اجازت مانگی تو جناب سید الشہدا نے کافی دیر تک ان کو اجازت دینے میں تامل فرمایا۔ آپ نہیں چاہتے تھے کہ جناب مسلم کی شہادت کے بعد جواں سال شہزادہ ماں کے غم کا سبب بنے۔

سروی کے مطابق جناب عبداللہ بن مسلم میدان میں آئے تو یہ رجز پڑھ رہے تھے۔ "آج میں اپنے والد گرامی جناب مسلم اور ان لوگوں سے ملوں گا جو دین نبیؐ پر

دنیا سے گئے۔" آپ نے لشکر شام پر تین حملے کیے اور اٹھانوے (۹۸) آدمیوں کو ہلاک کیا۔ آپ عمر بن صبیح صیداوی کے تیر سے شہید ہوئے۔

مسلم بن حمید نے روایت کی ہے کہ جب جناب عبداللہ بن مسلم بن عقیل عمرو بن صبیح پر حملہ کرنے چلے تو اس نے تیر کمان میں جوڑا اور ان صاحبزادے کی پیشانی پر نشانہ کیا تو انہوں نے اپنا ہاتھ پیشانی پر بغرض حفاظت رکھ لیا جب وہ تیر آپ کی پیشانی پر آیا تو ہاتھ سے نکلتا ہوا پیشانی میں ایسا پیوست ہوا کہ پھر پیشانی سے ہاتھ جدا نہ ہوا، پھر عمرو بن صبیح نے دوسرا تیر مارا، جو آپ کے دل پر لگا اس دوسرے تیر سے آپ زمین پر تشریف لائے۔ حمید بن مسلم سے روایت ہے کہ جناب عبداللہ کو عمرو بن صبیح نے شہید کیا۔

روضۃ الشہداء میں جناب عبداللہ بن مسلم کی شہادت کے باب میں مرقوم ہے کہ جب جناب عبداللہ بن مسلم نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے رن میں جانے کی اجازت طلب کی تو حضرت نے انہیں محفوظ رہنے کا مشورہ دیا تو جناب عبداللہ بن مسلم نے کہا "اس معبود پاک کی خاطر جس نے آپ کے جد کو معبوث حق کیا مجھے میدان میں جانے کی اجازت دیجئے اور مجھے دشمنوں سے جنگ کرنے سے نہ روکیے، آپ مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں آپ کی خدمت گزاری میں اپنے باپ کے درجے پر پہنچوں، جس طرح اقربا میں پہلے میرے باپ نے آپ کی خیر خواہی میں اپنی جان فدا کی اسی طرح میں بھی اقربا میں سب سے پہلے آپ پر اپنا سر فدا کر دوں گا۔ یہ سن کر حضرت امام حسین علیہ السلام نے جناب عبداللہ کا سر اپنے سینہ سے لگایا اور فرمایا "اے میرے چچا کے فرزند کی یادگار تم سے میری آنکھیں روشن اور دل خوش تھا اب یہ راحت مجھ سے جدا اور تمہاری ہم نشینی دنیا سے تمام ہو رہی ہے۔ اس کے بعد حضرت نے اجازت دی اور آپ میدان میں آئے۔

ابن سعد نے قدامہ بن اسد فرازی کو آپ سے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ جناب عبداللہ نے قدامہ پر نیزہ سے حملہ کیا تو قدامہ نے اپنے گھوڑے کا رخ پھیر دیا۔ جناب عبداللہ جب اس پر حملہ کرتے تھے تو قدامہ اپنا گھوڑا بھگاتا تھا اور جناب عبداللہ کا گھوڑا بسبب بھوک و پیاس کے اس کا تعاقب نہ کر سکا تو آخر کار جناب عبداللہ نے نیزہ پھینک دیا اور تلوار نیام سے نکال لی۔ قدامہ یہ دیکھ کر خوش ہوا اور اس نے نیزہ سے آپ پر حملہ کیا۔ جناب عبداللہ نے نیزے کے وار سے اپنے کو بچایا اور تلوار سے قدامہ کے سر پر کاری ضرب لگائی اور اس کا کمر بند پکڑ کر اسے گھوڑے سے گرا دیا اور خود اس کے گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ آپ کچھ دیر رکے رہے کہ کوئی مقابلہ پر آئے۔ جب کوئی آپ کے مقابلے پر نہ آیا تو پیاس سے مضطرب جناب عبداللہ نے میمنہ کی طرف لشکر پر حملہ کیا اور حمیر بن حمیری کو جو خوارج نہروان میں سے تھا اسے قتل کیا اور اس کے لڑکے کاہل بن حمیری کو بھی قتل کر کے اس کے باپ کے پاس روانہ کر دیا۔ اب قلب لشکر پر حملہ کیا اور صالح بن نصر اور دیگر بیس آدمیوں کو قتل کیا اور میسرہ لشکر کی طرف رخ کیا اور قدامہ حبشی کو جو عمر سعد کے لشکر کا پہلوان تھا اسے قتل کیا۔

حداس دمشقی نے پشت کی جانب سے آ کر جناب عبداللہ کا گھوڑا پے کر دیا۔ جناب عبداللہ گھوڑے سے کود گئے، اسی اثناء نوفل بن مزحم حمیری نے نیزہ سے آپ کو گرا دیا اور آپ شہید ہو گئے۔

حضرت جعفر بن عقیل علیہ السلام

جناب جعفر بن عقیل بن ابی طالبؑ کے بارے میں ابوالفرج اصفہانی نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ "آپ کی والدہ ام تغر دختر عامر عامری تھیں۔

حضرت جعفر بن عقیلؑ نے میدان کارزار میں نہایت بہادری سے اعدا کا مقابلہ کیا۔ آپ کے سامنے جو بھی آتا اسے کمال فن حرب سے زیر کرتے۔ یہاں تک کہ یزیدی لشکر کے پندرہ (۱۵) نامور سپاہیوں کو واصل جہنم کیا۔ سروی کے مطابق جناب جعفر بن عقیلؑ میدان میں آئے تو نہایت جرات سے دشمن سے نبرد آزما ہوئے، آپ نے تلوار کے جوہر دکھاتے ہوئے۔ پندرہ سواروں کو قتل کیا۔ بشر بن حوط ہمدانی نے انہیں شہید کیا جو ان کے بھائی جناب عبداللہ الرحمن کے قتل میں شریک تھا۔

بروایت محمد بن ابی طالب موسوی جب جناب جعفر بن عقیل میدان میں آئے تو آپ نے یہ رجز پڑھا "اے قوم اعدا میں جوان بطحی و طالبی بنی ہاشم و غالب سے ہوں۔ ہم سردار و رئیس ہیں۔ ہمارے عم بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام ہیں جو پاکیزہ ترین مردم اور اولاد پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں"۔ یہ رجز پڑھتے ہوئے آپ نے دشمن پر حملہ کر دیا، جس میں پندرہ اشقیاء کو قتل کیا۔ ابوالفرج اصفہانی نے بروایت حضرت امام محمد باقرؑ لکھا ہے کہ عروۃ اللہ پسر عبداللہ خشمعی نے انہیں شہید کیا۔

عبدالرحمن بن عقیل علیہ السلام

جناب عبدالرحمن بن عقیل بن ابی طالبؑ کے بارے میں ابن شہر آشوب نے لکھا ہے کہ بعد انصار اولاد حضرت ابو طالبؑ نے لشکر شام پر ایک دم حملہ کیا اس حملہ میں حضرت عبدالرحمن بن عقیل بن ابی طالبؑ بھی شریک تھے۔ آپ نے سترہ (۱۷) سوار لشکر شام کے ہلاک کیے۔ دوران جنگ لشکر نے انہیں گھیر لیا اور عثمان بن خالد بن اشیم جہنی اور بشر بن حوط ہمدانی قابعضی نے ان کو شہید کیا۔

بحارالانوار کے مطابق جب حضرت عبدالرحمن بن عقیل بن ابی طالبؑ میدان شہادت میں آئے تو آپ اس مضمون کا رجز پڑھ رہے تھے۔ ''اے اشقیاء کوفہ وشام آگاہ ہو کہ میں عبدالرحمن بن عقیل ہاشمی ہوں، میرے بھائی اولاد ہاشم سے بلحاظ بلندی و سرفرازی اپنے ہمسروں کے سردار ہیں اور میرے عم عالی جناب امام حسین علیہ السلام ہیں، جو پیر و جوان کے پیشوا ہیں۔''

یہ رجز پڑھنے کے بعد آپ اعدا سے جنگ میں مصروف ہو گئے اور ستر سواروں کو واصل جہنم کیا۔ صاحب بحارالانوار نے جناب عبدالرحمن کے قاتل کا نام عثمان بن خالد جہنی تحریر فرمایا ہے۔

محمد بن ابی سعید علیہ السلام

جناب محمد بن ابی سعید بن عقیل بن ابی طالبؑ کے بارے میں حمید بن مسلم سے روایت ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام گھوڑے سے گرے اس وقت ایک صاحبزادے گھبرائے ہوئے داہنے بائیں دیکھتے ہوئے خیمہ سے نکلے اور میدان میں آئے ایک سوار ان کی طرف دوڑا اور اس نے انہیں شہید کر دیا۔

حمید بن مسلم نے یہ بھی بیان کیا کہ میں نے جب ان صاحبزادے سے ان کا نام دریافت کیا تو معلوم ہوا ان کا نام محمد ہے اور ابو سعید کے بیٹے ہیں۔ ان کے قاتل کا نام لقیط بن یاسر جہنی ہے۔ جو محمد بن مسلم کے قتل میں شریک تھا۔

ہشام کلبی کا بیان ہے کہ مجھ سے ہانی بن ثبیت حضرمی نے کہا کہ میں بھی معرکہ کربلا میں شریک تھا۔ قسم بخدا ہم دس سوار ایک جگہ کھڑے تھے یہ وہ وقت تھا جب حضرت امام حسین علیہ السلام شہید کیے جا رہے تھے کہ ہم نے دیکھا کہ اچانک ایک لڑکا خیمہ سے ہاتھ میں چوب خیمہ لیے ہوئے نکلا یہ کرتا اور پاجامہ پہنے تھا اور گھبرایا ہوا داہنے بائیں دیکھتا چلا آ رہا تھا۔ اس کے کانوں میں بندے ہل رہے تھے۔ اتنے میں ایک سوار گھوڑا دوڑا کر اس بچے کے پاس آیا اور گھوڑے پر سے جھک کر اس بچے پر تلوار لگائی اور اسے قتل کر دیا۔ ہشام کلبی کہتا ہے کہ خود یہی ہانی بن ثبیت اس بچے کا قاتل ہے لیکن بوجہ شرم یا خوف اس نے اپنا نام نہیں لیا بلکہ بجائے اپنے نام کے لفظ سوار سے کنایہ کیا۔

عون و محمد بن عبداللہ علیہ السلام

جب میدان کارزار میں ہر طرف موت کا منظر تھا۔ جناب زینبؑ نے دیکھا کہ انصار و اقربا مسلسل شہید ہو رہے ہیں تو اپنے دونوں فرزندوں جناب عون اور محمد کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں لائیں اور فرمایا ماں جائے آج بہن کی لاج رکھ لیں اور بہن کا یہ ہدیہ قبول کر لیں۔ بھیا حسین علیہ السلام کہیں ایسا نہ ہو کہ اماں زہراؑ روز محشر یہ کہیں کہ زینبؑ! کیا تمہارے لاڈلے بچے میرے لعل حسین علیہ السلام سے زیادہ عزیز تھے، بھائی کہیں اس دن مجھے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔ یہ سن کر حضرت امام حسین علیہ السلام نے آہ سرد بھری اور آسمان کی طرف نگاہ کی اور کہا بہن زینبؑ مجھ سے ان معصوم بچوں کا داغ اٹھایا نہ جائے گا یہ کہہ کر آپ خیمہ سے باہر تشریف لائے۔

بھائی کے جاتے ہی جناب زینبؑ بچوں کو اپنے خیمے میں لائیں اور تبرکات لا کر اپنے دونوں جگر گوشوں کو تیار کیا اور وفادار کنیز جناب فضہ سے فرمایا۔ ''میری ماں کی کنیز خاص یہ دونوں تلواریں میرے بچوں کی کمر میں باندھ دیں'' جناب فضہ نے حکم کی تعمیل کی۔ جب بچے تیار ہو گئے تو جناب زینبؑ نے فرمایا ''اے موت انہیں قبر کے راستے سے لگا دے اور زینبؑ کی امیدوں کے آج چراغ گل کر دے۔'' اس وقت جناب زینبؑ کبھی آسمان کو دیکھتی تھیں اور کبھی جناب عون و محمد پر حسرت بھری نگاہ ڈالتی تھیں، پھر نجف کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا۔ ''بابا زینب کی کمائی اب تک کام نہ آئی''۔ پھر فرمایا۔ ''اے جعفر طیار آپ آئیں اور اپنے پوتوں کی سفارش کریں اور بھیا حسین علیہ السلام سے کہیں کہ خیمہ میں جا کر دیکھیں کہ بہن صدقہ لیے بیٹھی ہے۔'' پھر جناب زینبؑ نے حضرت فضہ سے فرمایا اے فضہ! آپ جا کر عباسؑ سے کہیں کہ وہ بھیا حسین علیہ السلام سے

کہیں کہ خیمہ میں آجائیں۔

جناب فضہ نے جب یہ پیغام جناب عباسؑ کو سنایا تو حضرت عباس نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے کہا آقا بہن زینب نے آپ کو بلایا ہے۔ یہ سن کر حضرت امام حسین علیہ السلام کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور دونوں بھائی طرف خیمہ روانہ ہوئے۔ دیکھا کہ جناب زینبؑ در خیمہ پر کھڑی ہیں۔ حضرت نے فرمایا "بہن آپ نے مجھے بلایا ہے۔ اے بہن میں نہیں چاہتا کہ یہ کمسن آپ کو داغ مفارقت دیں۔ یہ سن کر جناب زینب رونے لگیں اور کہا۔ "بھائی کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ کوئی سائل آپ کے در پر آیا ہو اور محروم لوٹا ہو؟ بھائی میں آپ کی خدمت میں سائلہ بن کر آئی ہوں، بھیا میں یہ نہیں جانتی کہ سوال کا ادا کرنا کہاں تک جائز ہے۔ اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام فکر مند تھے کہ ہاتف غیبی نے ندا دی۔ حسین علیہ السلام انہیں بھی راہ خدا میں شہادت حاصل کرنے دیں اور انہیں جلد خلد کی راہ دکھا دیں۔ اس کے ساتھ ہی جناب عون و محمد کو رن میں جانے کی اجازت مل گئی۔

سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ اور سروی کے مطابق جناب محمد بن عبداللہ جناب عون بن عبداللہ سے پہلے میدان میں آئے۔ بحار الانوار میں لکھا ہے کہ جب جناب محمد بن عبداللہ میدان میں آئے تو آپ نے یہ رجز پڑھا۔ "میں خدا سے شکایت کرتا ہوں ان اشقیاء کے ظلم وستم کی جو گمراہ ہیں اور ان لوگوں نے چھوڑ دیا قرآن کی نشانیوں اور محکم تنزیل و انبیان کو اور ظاہر کیا ظلم و سرکشی کو۔" یہ رجز پڑھ کر آپ نے لعینوں پر حملہ کیا۔ سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ اور سروی کی روایت کے مطابق آپ نے دس سواروں کو قتل کیا۔ جب لشکر یزید نے آپ کی یہ جرات دیکھی کہ کوئی تنہا ان کے مقابلے پر نہیں آسکتا تو لشکر نے ہر طرف سے آپ کر گھیر لیا اور عامر بن نہشلی تمیمی نے شہید کیا۔

حضرت عونؑ بن عبداللہ جب میدان میں تشریف لائے تھے تو آپ نے یہ رجز پڑھا۔ ''میں جعفر طیار کا پوتا ہوں جو شہید راہ خدا ہیں جو بہشت میں زمرد کے پروں سے ہمراہ ملائکہ مقربین پرواز کرتے ہیں، اس سے زیادہ اور کیا شرف ہو سکتا ہے۔ یہ روز محشر کافی ہے۔ جناب عونؑ کی زبان پر یہ رجز تھا اور آپ مصروف جنگ تھے۔ آپ نہایت دلیری سے لشکر اعدا کا مقابلہ کر رہے تھے۔ بحار الانوار کے مطابق آپ نے تین سو اٹھارہ (۳۱۸) پیادوں کو واصل جہنم کیا۔ ابوالفرج اصفہانی نے کتاب مقاتل الطالبین میں لکھا ہے کہ جناب عونؑ کو محمد بن قطبہ نبہانی نے شہید کیا۔ بحار الانوار کے مطابق آپ کا قاتل عبداللہ بن بطہ طائی ہے۔ ابصار العین اور دیگر کئی کتب مقاتل میں جناب عونؑ کے قاتل کا نام عبداللہ بن قطنہ نبہانی لکھا ہے لیکن یہ مختلف رد و بدل کے ساتھ لکھے جانے والے نام ایک ہی ملعون کے ہیں۔

جب جناب زینبؑ کے دلارے شہید ہو گئے تو عمر سعد نے آواز دی حسینؑ! اپنے بھانجوں کی لاشیں بھی لے جاؤ۔ جب جناب زینبؑ نے یہ آواز سنی تو فرمایا بارالہا شکر ہے کہ تو نے میرے بچوں کی قربانی قبول کر لی۔ جب جناب عونؑ و محمدؑ کے لاشوں کو حضرت امام حسین علیہ السلام خیمہ میں لائے تو جناب زینبؑ نے بچوں کی لاشوں کو خاک و خون میں آلودہ دیکھا تو اپنی چادر سے چہروں کو صاف کرنے لگیں (بی بی زینبؑ ابھی آپ چاند سے چہروں سے گرد و غبار اپنی چادر سے صاف کر لیں جب شام غریباں ہو گی تو آپ کے سر پر چادر نہ ہو گی) اس کے بعد جناب زینبؑ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور کہا اے خالق کائنات! یہ ہے میری کمائی جو تیری راہ میں لٹا دی یہ ہے وہ سہارا جو تیرے دین کی خاطر چھن گیا اس وقت خیمہ میں کہرام مچ گیا ہر طرف آہ و فغاں کی چیخیں بلند تھیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام اور حضرت عباسؑ نے حضرت عون و محمد کو ہاتھوں پر اٹھایا نہ غسل تھا نہ کفن جب دونوں بچوں کے لاشے

خیمہ گاہ سے باہر روانہ ہوئے تو بیبیوں میں کہرام مچ گیا۔ جناب زینبؑ کو اپنے حلقے میں لیے تمام مخدرات عصمت وطہارت بین کر رہی تھیں۔

جب حضرت امام حسین علیہ السلام اور جناب عون ومحمد کی شہادت کی خبر جناب عبداللہ کو ملی تو آپ نے فرمایا ''خدا کی قسم اگر میں کربلا میں ہوتا تو اپنی جان حضرت امام حسین علیہ السلام پر نثار کرتا۔ یہ کہہ کر جناب عبداللہ جو لوگ پرسے کے لیے آئے تھے، ان سے مخاطب ہوئے خدا کا شکر ہے کہ اگر میں خود اپنی جان حضرت امام حسین علیہ السلام پر فدا نہ کر سکا تو میرے دونوں بیٹے حضرت پر فدا ہو گئے۔

قاسم بن الحسن علیہ السلام

حضرت قاسم بن الحسن بن علی ابن ابی طالبؑ کی والدہ گرامی قدر کا اسم گرامی صاحبان سیر وتاریخ نے ام فروہ لکھا ہے۔ جناب قاسمؑ کم عمری میں نہایت عبادت گزار اور صاحب تقویٰ تھے۔ آپ صورت اور سیرت میں حضرت امام حسنؑ کی تصویر تھے۔

کربلا میں آپ کا صبر واستقلال اور اپنے چچا حضرت امام حسین علیہ السلام کی اطاعت گزاری اور جذبہ ایثار وقربانی بے مثال تھی۔ آپ کا شوق شہادت دیکھ کر جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے دریافت فرمایا۔ اے فرزند! موت کو تم کیسا محسوس کرتے ہو تو آپؑ نے عرض کیا۔ ''اے چچا موت کو میں شہد سے زیادہ شیریں تصور کرتا ہوں''۔ جب حضرت قاسم سے حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ فرزند تم شہید کیے جاؤ گے اور میرا شیر خوار فرزند بھی شہید کیا جائے گا تو یہ سن کر حضرت قاسم نے عرض کیا۔ اے چچا! کیا یہ اشقیاء خیموں تک پہنچ جائیں گے۔ اس لیے کہ علی اصغر تو اس قابل نہیں کہ میدان جنگ میں جائیں، حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ اے فرزند! جب شدت پیاس سے علی اصغرؑ کا حال متغیر ہوگا، تو اس وقت ایک شقی سوال آب کے جواب میں ایک تیر ستم مارے گا جس

کے صدمہ سے یہ میرے ہاتھوں پر شہادت پائیں گے۔ یہ خبر سن کر حضرت قاسمؑ کے دل پر گہرا صدمہ ہوا۔

جب انصار شہید ہو رہے تھے، حضرت قاسمؑ نے اپنے چچا سے ان کی تنہائی دیکھ کر بار بار اذن جہاد طلب کی لیکن بوجہ کمسنی بھائی کی نشانی کو حضرت امام حسین علیہ السلام نے اجازت نہ دی، جب حضرت قاسمؑ ماں کے پاس آئے تو ماں نے جناب قاسمؑ کو روتا دیکھ کر کہا یہ تعویذ جو تمہارے بازو پر بندھا ہے کھولو کیونکہ تمہارے بابا کی یہ وصیت تھی کہ جب حسین علیہ السلام پر کٹھن وقت ہو تو یہ تعویذ کھولنا بیٹا اس سے زیادہ اور کون سا مشکل وقت ہوگا کہ جناب رسول خدا کا پورا باغ اجڑ رہا ہے، جناب قاسمؑ یہ خط لے کر خدمت حضرت امام حسین علیہ السلام میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے بھائی حسنؑ کے خط کو آنکھوں سے لگایا اور جناب قاسمؑ کو سینے سے لگا لیا۔ اس وقت جناب قاسمؑ اپنے چچا کے دست و پا کے بوسے لینے لگے۔ اور اجازت چاہی، حضرت امام حسین علیہ السلام نے بھائی حسنؑ کا خط پڑھ کر بہت گریہ فرمایا، اس خط میں حضرت امام حسنؑ نے حضرت قاسمؑ کو وصیت فرمائی تھی۔ ریاض القدس میں یہ روایت مرقوم ہے کہ حضرت امام حسنؑ نے حضرت قاسمؑ کو وصیت فرمائی تھی۔ "اے میرے فرزند جب تم اپنے چچا کو نرغہ اعدا میں دیکھنا تو دشمنان دین سے جہاد کرنا اور حضرت امام حسین علیہ السلام پر اپنی جان قربان کرنے میں بخل نہ کرنا، اگر حضرت جہاد کرنے سے روکیں تو اصرار کرنا، یہاں تک کہ جہاد کی اجازت فرمائیں۔ صاحب ریاض القدس نے یہ روایت بھی لکھی ہے کہ شب عاشور خیمے کے باہر جناب علی اکبر اور جناب عباس کھڑے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ جناب عباسؑ نے جناب علی اکبرؑ سے کہا چچا جان میں آپ سے پہلے جاؤں گا۔ اس پر جناب عباسؑ نے کہا بیٹے مجھ سے تمہارا مرنا دیکھا نہیں جائے گا، لہٰذا میں تم سے پہلے جاؤں گا۔ اس طرح دونوں کا اصرار تھا کہ میں پہلے میدان میں جانا چاہتا ہوں۔ آخر جناب عباسؑ نے کہا اے بیٹے علی اکبرؑ اگر تم جاؤ

گے تو آقا کا نور نظر چلا جائے گا۔ اس پر جناب علی اکبرؑ نے کہا چچا آپ جائیں گے تو بابا کی کمر ٹوٹ جائے گی۔ راوی کہتا ہے جناب عباسؑ اور جناب علی اکبرؑ میں یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک ۱۴ سال کا نوجوان دونوں کے قریب آیا اور ہاتھ جوڑ کر جناب عباسؑ سے کہا چچا آپ نہ جائیں اور بھیا آپ بھی نہ جائیں۔ بھیا آپ جائیں گے تو بابا کا نور نظر جدا ہو جائے گا اور چچا جان اگر آپ جائیں گے تو میرے چچا حسین علیہ السلام کی کمر ٹوٹ جائے گی۔ میرے بابا مر چکے ہیں میں یتیم ہوں۔ مجھے جانے دیجئے راوی کہتا ہے جناب قاسمؑ یہ گفتگو کر رہے تھے کہ خیمہ کا پردہ اٹھا اور حضرت امام حسین علیہ السلام تشریف لائے اور جناب قاسمؑ کو اپنی بانہوں میں لے کر فرمایا اے میرے قاسمؑ! میں تمہیں اکبر سے زیادہ چاہتا ہوں یہ تم نے کیا کہا؟ اس کے بعد حضرت قاسمؑ بڑھ کر اپنے چچا کے ہاتھ پیر چومنے لگے۔

بحار الانوار میں لکھا ہے جب حضرت قاسمؑ نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے رخصت جہاد طلب کی اور حضرت کی نظر جناب قاسمؑ کے نورانی چہرہ پر پڑی تو اپنی آغوش میں لے لیا۔ اس وقت چچا اور بھتیجے اس قدر روئے کہ بیہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو دوبارہ اذن جہاد طلب کیا۔ لیکن اجازت نہ ملی لیکن حضرت قاسمؑ اصرار کرتے رہے، یہاں تک کہ حضرتؑ کے پاؤں پر گر پڑے اور حضرتؑ کے ہاتھ اور پاؤں کے بوسے لیے اور اس قدر روئے کہ حضرت نے جہاد کی اجازت دیدی۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے ہاتھوں سے جناب قاسمؑ کے سر پر عمامہ باندھا اور گود میں لے کر گھوڑے پر سوار کیا۔ جب آپ میدان میں آئے تو کوئی کہتا تھا سر پر سبز عمامہ کتنا اچھا لگ رہا ہے، کوئی کہتا ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے چاند کا ٹکڑا میدان کربلا میں اترا آیا۔ (جب دشمن حضرت قاسمؑ کے حسن سے اس قدر متاثر تھے تو اس ماں کا کیا حال ہوگا جس نے اپنے والی کی شہادت کے بعد بڑے ارمانوں سے اس

سیرت وکردار اور پیکر جمال کو پالا تھا لیکن کربلا میں ہر محبت حسین علیہ السلام کی محبت پر قربان تھی۔ لہٰذا مادر جناب قاسمؑ دعا گو تھیں۔ "بارالہا تو اس بیوہ کی قربانی قبول فرما۔")

بحارالانوار کے مطابق حضرت قاسمؑ میدان کارزار میں یہ رجز پڑھ رہے تھے۔ "اے قوم اشرار! اگر تم میرے حسب ونسب سے بے خبر ہو تو یہ جان لو کہ میں قاسم بن حسنؑ ہوں اور حسین علیہ السلام میرے عم بزرگوار ہیں۔ جو اس وقت گروہ اعدا میں مثل قیدیوں کے گرفتار دشت بلا ہیں۔ خدا کی ظالموں پر کبھی رحمت نہ ہوگی۔" ابن شہر آشوب نے لکھا ہے۔ حضرت قاسمؑ نے یہ رجز پڑھا۔ "میرا نام قاسمؑ ہے اور میں نسل علی بن ابی طالبؑ سے ہوں ہم اور کعبہ رسول اکرمؐ سے نزدیک تر ہیں۔"

جناب قاسمؑ حیدری شان سے میدان میں تشریف لائے۔ اس کمسن مجاہد کا چہرہ میدان کارزار میں ان ظالم وجابر سیاہ کاروں کے سامنے چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ حضرت امام حسنؑ کے نونہال نے پروقار انداز میں میدان میں قدم رکھا اور ایسی جنگ کی کہ دشمنوں کی ہمت پست ہوگئی۔ لشکر اعدا پر آپ کی جرأت سے ہیبت طاری ہوگئی اور ابن سعد گھبرا گیا۔ روضۃ الشہدا کے مطابق آپ نے ازرق شامی جو نامور پہلوان تھا اور اس کے چار بیٹے جو مقابلے میں آئے، ان کو واصل جہنم کیا، جب لشکر عمر سعد نے دیکھا کہ تنہا کوئی ان سے مقابلہ نہیں کرسکتا، تو سب کو ایک ساتھ حملہ کرنے کا حکم دیا۔ چاروں اطراف سے آپ پر حملے شروع ہوئے لیکن آپ جس طرف رخ کرتے جنگ کا نقشہ بدل دیتے تھے۔ اس کم سن مجاہد نے ستر (۷۰) دشمنوں کو قتل کرکے تاریخ کربلا میں جرأت کا ایک ایسا باب کھول دیا جو حق وصداقت کی راہ پر چلنے والوں کے لیے روشن مثال ہے۔

آپ تین دن کی بھوک وپیاس کے عالم میں لشکر کثیر سے مصروف جنگ تھے۔ یہاں تک کہ نرغہ اعدا میں گھر گئے اور عمر بن سعد عروہ بن نفیل ازدی کی تلوار سے شہید ہوئے۔ جب آپ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے تو آواز دی یا عماہ ادرکنی۔ جو

شہید بھی میدان کربلا میں گھوڑے سے گرا اس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو آواز دی۔ کسی نے کہا یا اماہ ادرکنی، کسی نے کہا یا اخاہ ادرکنی اور کسی نے کہا یا مولا ادرکنی گرنے والوں نے حضرت کو صرف ایک آواز دی لیکن جناب قاسمؑ وہ شہید ہیں کہ آپ نے تین بار حضرت امام حسین علیہ السلام کو آواز دی "یا عماہ ادرکنی" جناب امام حسنؑ کے دلارے نے پہلی آواز اس وقت دی جب آپ زخموں سے چور چور گھوڑے پر سنبھل نہ سکے اور زمین پر تشریف لا رہے تھے تو با آواز بلند اپنے چچا کو آواز دی یا عماہ ادرکنی، دوسری آواز اس وقت دی جب لعین حضرت امام حسین علیہ السلام کی جناب قاسمؑ کی طرف آمد کو دیکھ کر گھبراہٹ میں گھوڑے دوڑا رہے تھے، جو جناب قاسمؑ کے قریب ہو رہے تھے اور آخری آواز اس وقت دی جب گھوڑوں کے سم آپ کے بدن نازنین پر پڑ رہے تھے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام تیزی سے مدد کو پہنچنا چاہتے تھے کہ گھوڑ سوار خوف سے بھاگنے لگے۔ اس کشمکش میں آپ کا جسم مبارک زندگی ہی میں پامال سم اسپاں ہو گیا۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام لاش جناب قاسم پر تشریف لائے تو بے اختیار گریہ کیا اور فرمایا "اے خدا اس قوم کو اپنی رحمت سے محروم رکھ، جس نے قاسم کا قتل کیا۔"

حمید بن مسلم سے روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر سے ایک صاحبزادے جہاد کو نکلے، جن کا چہرہ مثل چاند کے تھا۔ میدان میں آتے ہی دشمنوں کو تلوار سے مارنا شروع کیا۔ آپ جنگ کر ہی رہے تھے کہ ایک پیر کے نعل کا تسمہ ٹوٹ گیا۔ آپ ٹھہر کر اسے باندھنے لگے یہ دیکھ کر عمر بن سعید بن نفیل ازدی نے مجھ سے کہا کہ اب میں اس صاحبزادے پر حملہ کرتا ہوں اور ان کو مارتا ہوں، میں نے کہا سبحان اللہ ارے تو کیا کہتا ہے تو نے یہ ارادہ کیوں کیا، جو لوگ صاحبزادے کو گھیرے ہوئے ہیں وہی کافی ہیں تو کیوں خون ناحق میں پڑتا ہے۔ اس نے جواب دیا قسم بخدا میں اسے مارے بغیر نہ رہوں گا۔ یہ کہہ کر اس شقی نے صاحبزادے کے سر پر تلوار لگائی اور

یہ منہ کے بل زمین پر گر گئے اور اپنے چچا حضرت امام حسین علیہ السلام کو پکارا۔ حمید کہتا ہے۔ قسم بخدا میں نے دیکھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام مثل باز کے جھپٹتے ہوئے میدان میں آئے اور مثل شیر غضب ناک لشکر پر حملہ کیا۔ ابن نفیل نامی ایک شخص پر آپ نے تلوار لگائی اس نے ہاتھ پر تلوار روکی جس سے اس کا ہاتھ کہنی سے کٹ گیا۔ اس کی آواز سن کر لشکر اعدا نے حملہ کیا تا کہ اسے بچالیں۔ مقتل لہوف میں مرقوم ہے کہ روای کہتا ہے کہ جب گرد وغبار بیٹھ گیا تو میں نے دیکھا حضرت امام حسین علیہ السلام حضرت قاسمؑ کے سرہانے کھڑے ہیں اور وہ حالت نزع میں اپنے پاؤں زمین پر رگڑ رہے تھے۔ اس وقت حضرت نے فرمایا۔ ''وہ لوگ خدا کی رحمت سے محروم ہیں اے قاسم! جنہوں نے تمہیں قتل کیا روز قیامت تمہارے قاتلوں کے دشمن تمہارے جد بزرگوار اور والد گرامی ہوں گے۔'' اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نہایت غم میں ڈوبے ہوئے تھے۔ '' آپؑ نے درد بھرے لہجے میں فرمایا۔ ''اے قاسم خدا کی قسم یہ وقت تمہارے چچا پر بہت سخت ہے کہ تم نے آواز دی لیکن جب میں پہنچا تو تمہیں کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا۔ اے قاسم آج وہ دن ہے کہ تمہارے چچا کے دشمن بہت زیادہ ہیں اور مددگار بہت کم ہیں۔ کہہ کر حضرت قاسمؑ کی لاش کو اپنے سینے سے لگالیا۔

مقتل لہوف کے مطابق جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت قاسمؑ کی لاش کو اٹھانا چاہا تو لاش کے اٹھانے میں بڑی دقت پیش آئی۔ کیونکہ سارا بدن ٹکڑے ٹکڑے تھا۔ حمید کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ اس صاحبزادے کے دونوں پاؤں زمین سے رگڑتے تھے، میں نے لوگوں سے دریافت کیا یہ کون صاحبزادے ہیں؟ لوگوں نے کہا یہ قاسم بن الحسنؑ ہیں۔

اب تک جتنی لاشیں خیمے میں آئی تھیں سب زخموں سے چور تھیں لیکن حضرت قاسم کی لاش پر زخموں کے ساتھ گھوڑوں سے پامالی کے سبب لاش کے ٹکڑے ٹکڑے

ہو گئے تھے۔ لاش کے ٹکڑوں کو دیکھ کر آپ کی مادر گرامی جناب ام فروہ کا دل پاش پاش ہو گیا۔ جناب زینبؑ کو بھائی حسنؑ کے جگر کے ٹکڑے یاد آئے۔ اس وقت جناب سکینہؑ بہت زیادہ مضطرب تھیں۔

علامہ طوسیحی علیہ الرحمہ نے مقتل طوسیحی میں علامہ ہاشم بحرانی نے مدینتہ المعاجز میں اور آقائے محمد مہدی مازندرانی نے معالی السبطین میں تفصیل سے تحریر فرمایا ہے کہ کربلا میں جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی اولاد کی باری آئی تو حضرت شہزادہ قاسم حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی چچا مجھے بھی جنگ کی اجازت دیجئے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے جناب قاسمؑ سے فرمایا۔ ''بیٹے تم میرے بھائی کی اولادوں میں سے سب سے زیادہ ان سے مشابہ ہو، جب میں تمہیں دیکھتا ہوں تو مجھے سکون ملتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم زندہ رہو۔''

شہزادہ جناب قاسمؑ یہ سن کر بہت مغموم ہوئے۔ شدت غم سے اپنا سر گھٹنوں میں رکھا اور پریشانی کے عالم میں بیٹھ گئے، اچانک آپ کو خیال آیا کہ میرے بابا نے میرے بازو پر تعویذ باندھا تھا اور فرمایا تھا بیٹا جب مصائب ہر اطراف سے گھیر لیں تو اس تعویذ کو کھولنا۔ آپ نے فوراً یہ تعویذ کھولا تو دیکھا اس میں لکھا تھا۔ ''بیٹا قاسم میری تم کو یہ وصیت ہے کہ جب اپنے چچا کو میدان کربلا میں گھرا ہوا دیکھنا تو اس وقت جنگ سے پیچھے نہ رہنا اور خدا و رسولؐ کے لیے دشمنوں سے جنگ کرنا۔ اگر چچا ایک بار اجازت نہ دیں تو بار بار اجازت مانگنا اور دائمی شہادت حاصل کرنا۔''

جناب قاسمؑ چچا کے پاس آئے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی وصیت آپ کی خدمت میں پیش کر دی۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے یہ خط دیکھ کر آہ سرد بھری اور بے ساختہ گریہ کیا اور فرمایا۔ ''ہاں بیٹے تمہارے پاس اپنے والد کی وصیت ہے۔ مجھے بھی بھائی کی وصیت ہے، تمہارے لیے ضروری ہے کہ اس پر عمل کرو اور میرے لیے بھی

ضروری ہے کہ میں اپنے بھائی کی وصیت کو پورا کروں۔"

پھر حضرت امام حسین علیہ السلام شہزادہ قاسمؑ کا ہاتھ تھامے ہوئے خیمہ میں تشریف لائے۔ جناب عونؑ و محمدؑ اور حضرت عباسؑ کو بلایا، پھر جناب زینبؑ سے فرمایا مجھے تبرکات کا صندوق لا دیں بی بی تبرکات کا صندوق لے آئیں۔ حضرتؑ نے اسے کھولا اس میں سے حضرت امام حسنؑ کی قباء اور عمامہ نکال کر قباء پہنائی اور عمامہ سر پر رکھا۔ پھر جناب فاطمہ کبریٰؑ کو بلایا اور اس خیمہ میں دونوں کا عقد کیا، پھر بیٹی کا ہاتھ شہزادہ قاسمؑ کے ہاتھ میں دے کر فرمایا بیٹا! اب میں نے اپنے بھائی کی وصیت پر عمل کر دیا۔ اس کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام جناب عباس اور جناب عونؑ خیمے سے باہر تشریف لے گئے۔

جناب قاسمؑ نے ایک ہاتھ جناب زینبؑ کے ہاتھ میں اور دوسرا ہاتھ اپنی مادر گرامی کے ہاتھ پر رکھ کر عرض کی اے پھوپھی جان اور مادر گرامی میرے چچا نے اپنے بھائی کی وصیت پوری کر دی ہے، اب مجھے اپنے بابا کی وصیت کو پورا کرنا ہے۔ آپ میری یہ امانت سنبھالیں پھر قیامت میں ملاقات ہوگی۔ خدا حافظ۔ اس وقت جناب فاطمہ کبریٰؑ نے عرض کی۔ "قاسمؑ آپ جانتے ہیں کہ شدید حالت جنگ میں آپ سے میری شادی ہوئی ہے جو تاریخ عالم کا انوکھا واقعہ ہے، اب آپ تشریف لیے جا رہے ہیں تو آپ کی لاش سے الوداع کرنے کے لیے میرے پاس بھی کوئی نشانی ہونا چاہیے۔

شہزادہ جناب قاسمؑ نے اپنی پھوپھی اور ماں کی موجودگی میں اپنے کرتے کا دامن چاک کیا اور فرمایا "اگر میرا لاشہ بچ گیا تو مجھے اس چاک دامن سے پہچان لینا اور اگر لاشہ سالم نہ رہا تو پھر میں تمام شہدا سے ممتاز ہوں گا، مجھے پہچاننا اس لیے آسان ہوگا کہ ہر رونے والے کو لاشہ ملے گا لیکن میرا لاشہ تلاش کرنے سے بھی نہ ملے گا۔"

اس کے بعد جناب قاسمؑ حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس آئے اور عرض کی چچا اب اجازت دیجئے۔ حضرت نے فرمایا "بیٹا پہلے میں نے تمہیں لباس عروسی پہنایا اب موت کا لباس پہنانا ہے۔"

حضرت نے شہزادہ قاسمؑ کے کرتے کے دامن دونوں طرف سے مثل کفن چاک کیے عمامہ کے دو ٹکڑے کیے ایک ٹکڑا سر پر باندھا دوسرا چہرے پر ڈال دیا تاکہ دھوپ کی شدت سے محفوظ رہیں، تلوار کمر سے باندھی اور گھوڑے پر سوار کیا۔ اسکے بعد جناب قاسمؑ عمر ابن سعد کے پاس آئے اور فرمایا "کیا تجھے خوف خدا نہیں ہے کہ اولاد رسولؐ پیاس سے جاں بلب ہے اور تو نے پانی بند کیا ہوا ہے۔" عمر سعد نے کہا ہمارے لیے اولاد رسولؐ سے بیعت یزید زیادہ ضروری ہے۔

جب جناب قاسمؑ میدان میں آئے تو ارزق شامی آپ کے مقابلے میں آیا اور واصل جہنم ہوا۔ اس کے بعد اس کے چار بیٹے مقابلہ پر آئے وہ بھی اپنے انجام کو پہنچے۔ شبیہ ابن سعد شامی نے چھپ کر وار کیا۔ شہزادہ زین پر نہ سنبھل پائے چاروں طرف سے نیزوں اور تلواروں سے وار ہونے لگے۔ آپ کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ حمید بن مسلم کہتا ہے۔ بخدا میں وہ وقت نہیں بھول سکوں گا جب جناب قاسم ابن حسنؑ اپنی کمسنی کے باوجود فوج یزید کے کسی بہادر کو اپنے قریب آنے کا موقع نہیں دے رہے تھے۔ شبیہ نے چھپ کر نیزے کا وار کیا، پھر عمر ازدی نے سر پر تلوار سے وار کیا، مجھے آج بھی شہزادہ کا سر دو حصوں میں تقسیم نظر آ رہا ہے۔ جناب قاسمؑ سے شہادت کے وقت صرف یہی جملہ ادا ہو سکا "یا اماہ ادرکنی"۔ وہ منظر آج تک میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ جب ہر طرف سے گھوڑے دوڑائے گئے اور گھوڑوں نے شہزادہ قاسمؑ کے سر، سینہ اور پسلیوں کو اپنے سموں سے ریگزار کربلا پر بکھیر دیا۔

جب فرزند رسولؐ جناب قاسمؑ کا لاشہ لے آئے تو انہیں کئی مقامات سے جسم کے

ٹکڑے جمع کرنا پڑے۔ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام مقتل سے روانہ ہوئے تو میں بھی ان کے پیچھے چل دیا کہ دیکھوں حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے لال کے بدن کے ٹکڑے کہاں رکھتے ہیں۔ میں نے دیکھا آپ آئے اور جہاں جناب علی اکبرؑ اور دیگر بنی ہاشم کے لاشے رکھے تھے حضرتؑ نے جناب قاسمؑ کی لاش کے ٹکڑوں کو جوڑ کر جناب علی اکبرؑ کے پہلو میں رکھا اور دونوں لاشوں کے درمیان بیٹھ گئے اور عرض کیا۔ "الا همه الشحد علی هولاء القوم" پھر مدینہ کی طرف رخ کر کے فرمایا۔ "یا جده انظر هذا شبیهتك ابنی وهذا قاسم ابن الحسن علیه السلام"۔

احمد بن حسن علیہ السلام

مقتل ابی مخنف میں مرقوم ہے کہ بعد شہادت حضرت قاسمؑ آپ کے بھائی احمد بن حسنؑ جن کی عمر سولہ سال تھی۔ میدان میں آئے دوران جنگ اسی (۸۰) سواروں کو ہلاک کیا۔ آپ کی شدت پیاس سے آنکھیں دھنس گئی تھیں۔ آپ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آ کر کہا چچا جان! کیا پانی کا ایک گھونٹ مل سکتا ہے تا کہ خدا اور رسولؐ کے دشمنوں سے لڑنے کی طاقت آ جائے؟ حضرتؑ نے فرمایا بیٹا! کچھ اور صبر کرو نانا تمہیں ایسا سیراب فرمائیں گے کہ کبھی پیاس نہ ہوگی۔ جناب احمد دوبارہ میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھا "میں یہاں تک صبر کروں گا کہ موت آ جائے۔ میری روح اور میرا بدن جہاد کے لیے آمادہ ہے۔ مجھے موت کا خوف نہیں اور نہ جنگ کا خوف ہے۔" آپ نے دوبارہ ایسا حملہ کیا کہ مزید پچاس سوار قتل کیے اور اس وقت آپ یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔ "تم پر احمد مختارؐ کے فرزندوں کی ایسی ضربیں لگتی ہیں جو شیر خوار بچوں کو بھی بوڑھا کر دیتی ہیں۔ ہماری تیز تلوار کی ضربیں تمام کافروں کو نیست و نابود کر دیں گی۔" یہ اشعار پڑھنے کے بعد پھر حملہ کیا اور اس حملہ میں ساٹھ سواروں کو جہنم واصل کیا۔ آپ نے

نہایت دلیری سے جنگ کی آخر زخموں سے چور چور ہو کر شہادت پائی۔

عبداللہ بن الحسن علیہ السلام

جناب عبداللہ بن الحسنؑ بن علی ابن ابی طالبؑ نہایت کم سنی کے باوجود نصرت حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے دل و جان سے آمادہ تھے۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام زخموں سے چور چور خاک وخون میں آلودہ یک وتنہا زمین کربلا پر کھڑے تھے۔ اس وقت آپ نے استغاثہ بلند کیا، یہ وہ وقت تھا جب آپ کے گرد اعدا کا ہجوم تھا اور ہر طرف سے تیر وتلوار اور پتھروں کی بارش ہو رہی تھی۔ اطفال حسینی پر اس کا بہت اثر ہوا۔ بڑوں میں تو سب شہید ہو چکے تھے۔ ہر طرف خونی منظر تھا، لاشہ علی اکبرؑ رن میں تھا۔ حضرت قاسمؑ اور حضرت عون ومحمدؑ کے لاشے مقتل میں تھے۔ حضرت غازی عباسؑ علمدار شانے کٹائے فرات کے کنارے سو رہے تھے۔ بیمار کربلا حضرت امام زین العابدینؑ بستر علالت پر مضطرب تھے۔ خیموں میں تین روز کے بھوکے پیاسے بچے جاں بلب تھے۔

جب حضرت امام حسین علیہ السلام کے استغاثہ کی آواز فرزند حضرت امام حسنؑ جناب عبداللہ نے سنی تو بیتاب و رنجیدہ خاطر ہو کر مقتل کی طرف جانے لگے تو جناب زینبؑ نے انہیں روکا تو جناب عبداللہ نے کہا پھوپھی اماں مجھے مقتل جانے دیجئے۔ میں ایسی حالت میں اپنے چچا کو تنہا نہ چھوڑوں گا۔ جناب عبداللہ بھوک و پیاس کی شدت اور کم سنی کے باوجود میدان کارزار میں اپنے چچا کے پاس پہنچ گئے۔

علامہ شیخ مفید علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ جب مالک بن نسر کندی شقی نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر اقدس پر تلوار ماری تو حضرت نے کلاہ سر سے اتار کر ایک کپڑا سر اقدس پر باندھ کر اس پر کلاہ رکھی اور اس پر عمامہ باندھا اس وقت شمر اور دیگر

لعین جو حضرت کے گرد جمع تھے، وہ تھوڑی دیر کے لیے حضرت کے پاس سے ہٹ گئے، پھر دوبارہ حضرتؑ کے پاس آ کر آپؑ کو نرغہ میں لے لیا۔ اتنے میں جناب عبداللہ بن حسنؑ جو ابھی کم عمر تھے، خیمہ سے میدان کی طرف جانے لگے۔ جناب زینبؑ نے بہت روکا مگر آپ نہ رکے اور میدان کارزار میں آ کر اپنے چچا حضرت امام حسین علیہ السلام کے پہلو میں کھڑے ہو گئے۔

سید ابن طاؤس اور شیخ مفید علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اس وقت بحر بن کعب ملعون (بعض مقاتل میں ابحر بن کعب اور کچھ میں ابجر بن کعب لکھا ہے لیکن صاحب ابصار العین کی تحقیق کے مطابق صحیح نام بحر بن کعب ہے) نے تلوار حضرت امام حسین علیہ السلام پر اٹھائی جناب عبداللہ نے فرمایا "وائے ہو تجھ پر اے پسر خبیثہ ارے تو میرے چچا کو قتل کرتا ہے۔ اس شقی نے کچھ نہ سنا اور تلوار چلا دی۔ جناب عبداللہ نے اس لحہ اپنے دونوں ہاتھ نصرت امام میں اپنے چچا کی طرف بڑھا دیئے جو کٹ کر زمین پر گر گئے۔ اس وقت آپ نے چچا کو پکارا حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس معصوم کو اپنے سینے سے لپٹا لیا اور فرمایا۔ "اے نور نظر بہت دشوار ہے تمہارے چچا پر کہ تم نے فریاد کی اور میں دادرسی نہ کر سکا۔ حضرت نے فرمایا بیٹا صبر کرو خدا تم کو تمہارے بزرگوں کے پاس جنت میں پہنچائے گا۔" یہ کہہ کر حضرتؑ نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے اور عرض کی "یا اللہ ان لوگوں پر پانی نہ برسے ان سے تمام برکتیں اٹھا لے اور ان کو پراگندہ کر دے۔ ان کے درمیان تفرقہ ڈال دے ان لوگوں نے ہمیں مدد دینے کا وعدہ کر کے بلایا تھا جب ہم آئے تو ہمیں قتل کیا۔"

سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ نے یہ روایت کی ہے کہ اس وقت حرملہ بن کاہل نے حلق جناب عبداللہ پر ایسا تیر مارا کہ وہ حضرت کی گود میں شہید ہو گئے۔

ابو بکر بن الحسن علیہ السلام

جناب ابو بکر بن الحسن بن علی ابن ابی طالبؑ کی والدہ کا نام رملہ تھا۔ جناب ابو بکر بن الحسنؑ عمر میں حضرت قاسمؑ سے بڑے تھے۔ آپ کا نام عبداللہ ہے، ابو بکر کنیت ہے۔

جب آپ میدان میں آئے تو دشمنوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے آگے بڑھے ایسا لگتا تھا کہ بھیڑیوں پر شیر حملہ آور ہے۔ آپ نے میمنہ اور میسرہ کو الٹ دیا آپ نے اسی (۸۰) لعینوں کو قتل کیا۔ ابو الفرج، علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ اور مدائنی نے سلیمان ابن ابی راشد سے روایت کی ہے کہ جناب ابو بکر بن الحسنؑ کو عبداللہ بن عقبہ غنوی نے شہید کیا۔ حضرت امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ جناب ابو بکر بن الحسنؑ عقبہ غنوی کی ضرب سے شہید ہوئے۔

عبداللہ بن علی علیہ السلام

جناب عبداللہ ابن علی بن ابی طالبؑ حضرت عباس کے حقیقی بھائی تھے۔ آپ حضرت عباسؑ کی ولادت کے آٹھ سال بعد پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ جناب ام البنین ہیں۔ جناب امیر المومنینؑ کی شہادت کے وقت آپ چھ سال کے تھے۔ حضرت امام حسنؑ کی شہادت کے وقت آپ کی عمر سولہ برس تھی۔ کربلا میں آپ پچیس سال کے تھے۔

صاحبان سیر کا بیان ہے کہ جب تمام اصحاب حضرت امام حسین علیہ السلام کے شہید ہو گئے اور چند عزیز و اقربا بھی درجہ شہادت پر فائز ہو گئے تو جناب عبداللہ جو جناب عباسؑ سے چھوٹے اور باقی بھائیوں سے بڑے تھے، میدان کارزار میں آئے۔ ضحاک مشرقی نے روایت کی ہے کہ حضرت عباس بن حضرت علیؑ نے اپنے بھائی جناب عبداللہ

سے فرمایا ''اے بھائی اب تم جہاد کو جاؤ اور شہدا میں شامل ہو جاؤ۔'' آپ نے میدان کارزار میں آ کر تلوار کھینچ کر لشکر کفار سے لڑنا شروع کیا اور گروہ اشقیاء کو واصل جہنم کیا۔

بحارالانوار میں مرقوم ہے کہ بوقت جنگ جناب عبداللہ یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

''اے گروہ اشقیاء آگاہ و خبردار ہو جاؤ کہ میں اس صاحب فضیلت و شجاعت کا فرزند ہوں جن کا اسم گرامی علیؑ ہے۔ جو پسندیدہ اعمال صالح اور شیر خدا ہیں جو شمشیر رسولؐ اور قاتل کفار و فجار ہیں۔'' آپ نہایت بہادری سے جنگ کر رہے تھے کہ ہانی بن ثبیت حضرمی نے شہید کیا۔ ابوالفرج نے جناب عبداللہ بن حسنؑ اور عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ بوقت شہادت جناب عبداللہ بن علیؑ کی عمر پچیس (۲۵) سال تھی۔

عثمان بن علی علیہ السلام

جناب عثمان بن علی بن ابی طالبؑ اپنے بھائی جناب عبداللہ کی ولادت کے دو سال بعد پیدا ہوئے، آپ کی والدہ ماجدہ جناب ام البنین تھیں، حضرت امیر المومنینؑ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے بھائی عثمان بن مظعون کے نام پر اپنے بیٹے کا نام رکھا ہے۔ عثمان بن مظعون نے دونوں ہجرتیں حبشہ اور مدینہ کیں آپ جنگ بدر میں بھی شریک تھے، جب ان کا انتقال ہوا تو خود جناب رسول خدا ان کے گھر تشریف لائے اور فرمایا خدا تم پر رحمت نازل کرے۔ یہ کہہ کر جناب رسالت مآبؐ جھکے اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور جب سر اقدس اٹھایا تو اشک جاری تھے۔ آپؐ نے ان کو بقیع غرقد میں دفن کیا اور ایک پتھر بطور علامت ان کی قبر پر نصب فرمایا اور ہمیشہ ان کی قبر کی زیارت کو تشریف لاتے تھے۔ اسی بنا پر حضرت علیؑ نے ان کو بھائی کہا تھا۔

جناب عبداللہ بن علی کے بعد حضرت عباسؑ نے اپنے دوسرے بھائی جناب عثمان بن علی سے فرمایا ''اے بھائی اب تم میدان میں جا کر اپنے آقا پر جان نثار کرو۔''

جب آپ میدان میں آئے تو بحار الانوار کے مطابق یہ رجز پڑھا ''اے ظالموں آگاہ ہو کہ میں عثمان بن علی ہوں، میں صاحب افتخار و بزرگی کا حامل ہوں۔ میرے پدر بزرگوار بہترین اعمال کے حامل اور جناب رسول خدا کے چچازاد بھائی ہیں، میرے برادر عالی مرتبت حضرت امام حسین علیہ السلام ہیں، جو سید الابرار جناب احمد مختار اور حیدر کرار کے بعد تمام چھوٹوں اور بڑوں کے سردار اور بہترین انسان ہیں۔'' آپ نے یہ رجز دشمنان اہل بیت کے سامنے پڑھا اور زبردست جنگ کی۔ آپ کے دلیرانہ قتال کے دوران بروایت ضحاک خولی ابن یزید اصبحی نے آپ کی پیشانی پر ایسا تیر مارا کہ آپ گھوڑے سے پہلو کے بل زمین پر تشریف لائے۔ اسی وقت اولاد ابان بن دارم میں سے ایک ظالم نے آپ کا سر مبارک تن سے جدا کیا۔

بروایت شیخ محمد بن شیخ طاہر سماوی نجفی اور ابوالفرج اصفہانی آپ کی عمر بوقت شہادت اکیس ۲۱ سال تھی، آپ نے اپنی عمر سے بڑھ کر جنگ کی۔ بزدل فوج یزید تیر اندازی کرتے ہوئے بھی سامنے نہیں آتی تھی۔

ابن قتیبہ دینوری کے مطابق یزید اصبحی نے آپ کی پیشانی کا نشانہ لیا جس کے بعد آپ سنبھل نہ سکے۔ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے تو نبی دارم سے ایک ملعون نے آگے بڑھ کر اس شہزادے کا سر قلم کر دیا۔

جعفر بن علی علیہ السلام

جناب جعفر بن علی بن ابی طالب ؑ کی والدہ گرامی حضرت ام البنین تھیں۔ آپ اپنے بھائی جناب عثمان سے دو سال چھوٹے تھے۔ حضرت علیؑ کی شہادت کے وقت آپ کی عمر دو سال تھی اور کربلا میں ابصار العین کے مطابق بوقت شہادت آپ اکیس ۲۱ سال کے تھے۔ ابوالفرج

نے عبداللہ بن حسن اور عبداللہ بن عثمان سے روایت کی ہے کہ وقت شہادت ان کی عمر ۱۹ سال تھی۔ جناب امیر المومنینؑ نے آپ کا نام جعفر اپنے بھائی حضرت جعفر طیار کے نام پر رکھا تھا۔

جب جناب عبداللہ اور جناب عثمان حضرت عباسؑ کے یہ دونوں بھائی شہید ہو گئے تو اس وقت جناب عباسؑ نے اپنے تیسرے بھائی جناب جعفر سے فرمایا کہ اب تم میدان میں جا کر جس طرح سے جناب عبداللہ اور جناب عثمان نے اپنی جان حضرت امام حسین علیہ السلام پر فدا کی ہے تم بھی حضرت پر فدا ہو جاؤ۔ جناب جعفر بڑے بھائی کا ارشاد سن کر فوراً میدان میں تشریف لائے اور لشکر اعدا پر مثل شیر غضبناک حملے کیے۔

علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اس وقت آپ یہ رجز پڑھ رہے تھے۔
"میرا نام جعفر ہے اور میں صاحب عزت و شرف ہوں۔ میں علیؑ کا فرزند ہوں جو صاحب فضائل اور صاحب جود و سخا ہیں اور میرے لیے اپنے محترم چچا اور ماموں کی شرافت کافی ہے، میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی حمایت کرتا ہوں جو صاحب فضل و عطا ہیں۔"

آپ نہایت جرأت سے جنگ کر رہے تھے کہ ابوالفرج کے موافق آپ کو خولی نے شہید کیا۔ ابومخنف اور ابن طاؤس علیہ الرحمہ نے آپ کے قاتل کا نام ہانی بن شبیت حضرمی لکھا ہے۔ یہ وہی ملعون تھا جس نے آپ کے بھائی جناب عبداللہ کو شہید کیا تھا۔ نصر بن مزحم نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جناب جعفر بن علیؑ کو خولی بن یزید اصبحی نے شہید کیا۔

ابوبکر بن علی علیہ السلام

جناب ابوبکر بن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلبؑ کا اسم گرامی عبداللہ اصغر اور کنیت ابوبکر ہے، آپ اسی کنیت سے مشہور ہیں۔ آپ کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود بن خالد بن مالک بن ربعی بن سلمی بن جندل بن نہشل بن دارم بن مالک بن حنظلہ بن

زید مناۃ بن تمیم ہیں۔ آپ کی شہادت کے شواہد ابصار العین، ریاض الشہادت اور دیگر صاحبان سیر و تاریخ نے رقم کیے ہیں۔ جس میں آپ کی شجاعت اور وفاداری کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

جناب ابوبکر بن علیؑ کی والدہ جناب لیلیٰ کے اجداد میں سلمی بن جندل کی کافی شہرت تھی۔ آپ سردار تھے، ان کی تعریف میں شاعر نے یہ شعر کہا تھا۔ ''بہت سے لوگ سرداری کا دعویٰ کرتے ہیں جو اس کے مستحق نہیں، حقیقت میں سردار سلمی بن جندل ہیں۔''

اعثم کوفی نے روایت کی ہے کہ ''حضرت امام حسین علیہ السلام کے بھائیوں میں سے جو سب سے پہلے معرکہ آرا ہوئے ان کا نام ابوبکر بن علی تھا۔ ان کو (عبداللہ اصغر) بھی کہتے تھے، ان کی ماں لیلیٰ بنت مسعود بن خالد تھیں، جب آپ میدان میں آئے تو آپ نے اس مضمون کا رجز پڑھا ''میرے بزرگ حضرت علی بن ابی طالب ہیں جو اولاد ہاشم سے ہیں اور آپ صاحب فخر ہیں، اے لشکر جفا کار فرزند رسول صاحب صدق و کرم ہیں میں اپنی شمشیر آبدار سے ان کی حمایت کرتا رہوں گا اور اپنی جان اپنے برادر بزرگ پر قربان کرتا ہوں۔''

آپ یہ رجز پڑھتے ہوئے برابر لشکر اعدا پر حملے کر رہے تھے کسی میں تنہا آپ کے مقابلے میں آنے کی جرأت نہ تھی۔ آپ نے اکیس (۲۱) دشمنوں کو قتل کیا۔ آپ تین دن کی بھوک و پیاس میں نہایت بہادری سے نبرد آزما تھے کہ لشکر اعدا نے آپ کے گرد نرغہ کیا، آپ کو جن لوگوں نے مل کر شہید کیا ان میں عبداللہ بن عقبہ غنوی بھی شامل تھا۔ ابوالفرج اصفہانی نے لکھا ہے کہ ان کے قاتل کا نام نہیں معلوم۔ حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ ایک نامرد ہمدانی کی ضربت سے باغ جنت کو روانہ ہوئے۔

عباس بن علی بن ابیطالب علیہ السلام

حضرت عباسؑ کی مادر گرامی کا اسم مبارک ام البنین تھا۔ آپ متقی و پرہیز گار عالمہ تھیں۔ جناب ام البنین بیٹی تھیں خرام بن خالد ربیعہ بن عامر معروف بہ وحید بن کلاب بن عامر بن ربیعہ بن صعصہ کی اور جناب ام البنین کی والدہ کا نام ثمامہ تھا، وہ بیٹی تھیں سہیل بن عامر بن مالک بن کلاب کی۔

جب جناب عباسؑ کی ولادت کی خبر حضرت امیر المومنینؑ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا۔ اے حسین علیہ السلام اس بچہ کا نام تم رکھنا جب حضرت امام حسین علیہ السلام گھر میں تشریف لائے تو جناب ام البنین نے آپ سے کہا کہ اے حسین علیہ السلام کیا بات ہے کہ یہ بچہ آنکھیں نہیں کھولتا لیکن جیسے ہی آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کی گود میں آئے آنکھیں کھول دیں، جب بھائی نے بھائی کے چہرہ کو دیکھا تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے آپ کو عباس کہہ کر مخاطب کیا۔ (جس طرح مولود کعبہ حضرت امیر المومنینؑ نے اس وقت تک آنکھیں نہیں کھولی تھیں جب تک رسول اللہ تشریف نہ لائے، اسی طرح ولادت کے بعد حضرت عباسؑ نے اس وقت تک آنکھیں نہیں کھولیں جب تک حضرت امام حسین علیہ السلام تشریف نہ لائے، اس طرح دونوں فداکار ہستیوں نے سب سے پہلے اپنے اپنے برادر شفیق و رفیق کو دیکھا) اسی اثناء حضرت علیؑ تشریف لائے تو آپ نے بھائی کی آغوش میں بھائی کو دیکھا تو فرمایا۔ حسین علیہ السلام تم نے بھائی کو دیکھا تو حضرت امام حسین نے فرمایا۔ بابا میرے بھائی کے بازو کتنے قوی اور بھرے ہوئے ہیں اور چہرہ کس قدر خوبصورت ہے، اس کے بعد حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا۔ حسین علیہ السلام تم نے نام رکھ دیا تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا بابا میں نے اس بچے کا نام عباس رکھ دیا۔

حضرت عباسؑ کا لقب سقا اور کنیت ابوالفضل و ابو قربہ تھی۔ آپ سب بھائیوں

سے بڑے تھے، آپ نہایت بلند قامت تھے۔ بحار الانوار کے مطابق جب آپ بلند قامت گھوڑے پر سوار ہوتے تو آپ کے پائے مبارک زمین پر خط کھینچے جاتے تھے۔ آپ حسن و جمال میں بے مثل تھے۔ اسی بناء پر آپ کا لقب قمر بنی ہاشم تھا۔ ناسخ التواریخ میں مرقوم ہے کہ حضرت عباس بن علیؑ وجیہہ و شکیل و جمیل جوان رعنا تھے، اس لیے ان کے حسن کے سبب انہیں قمر بنی ہاشم کہا جاتا تھا۔ شجاعت و قوت علم و حکمت اور تقویٰ و معرفت آپ کو مولائے کائنات باب مدینۃ العلم حضرت امیر المومنینؑ سے ورثے میں ملی تھی۔

کنز المصائب میں ہے کہ جناب عباسؑ کو علم باپ اور ماں کی طرف سے وراثت میں ملا تھا۔ آپ کو رموز قرآن اور شریعت پر دسترس حاصل تھی۔ آپ کا زہد و تقویٰ اور وفاداری اپنے حد کمال پر تھی۔ آپ کو سقائے سکینہ اور علمدار حسینی ہونے کا شرف حاصل تھا۔ یہ دونوں شرف تا قیامت آپ کے نام کے ساتھ دائم و قائم رہیں گے۔ جس کا ثبوت جناب عباسؑ کا علم اور اس میں موجود مشک ہے، جو آپ کی شجاعت اور وفاداری پر دلیل محکم ہے۔ منہاج المقال اور عمدۃ المطالب میں لکھا ہے کہ حضرت عباسؑ کا لقب سقا اس لیے مشہور ہوا کہ انہوں نے حسینی لشکر کے لیے پانی لانے کی کوشش کی۔ عمدۃ المطالب فی نسب آل ابی طالب میں سید داؤدی نے لکھا ہے کہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ نے اپنے بھائی عقیل سے جو قبائل عرب کے بڑے تاریخ داں اور نساب تھے، فرمایا کہ میں ایک ایسی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہوں جو عرب کے بہت بڑے شجاع خاندان سے ہو اور اس سے شہسوار اور شجاع بیٹا پیدا ہو۔ جناب عقیل نے کہا ام البنین دختر خرام بن خالد کلابیہ سے نکاح فرمایئے۔ عرب میں کوئی اس بی بی کے آباؤ اجداد سے بڑھ کر شجاع اور مرد میدان نہیں ہے۔

حضرت امیر المومنینؑ نے جناب عقیل کے مشورہ کے موافق جناب ام البنین

سے نکاح فرمایا اور اس باعظمت بی بی سے جناب عباسؑ پیدا ہوئے۔ جناب عباس کے بعد آپ کے بھائی جناب عبداللہ، جناب جعفر اور جناب عثمان کی ولادت ہوئی، ناسخ التواریخ کے مطابق جناب ام البنین کو اللہ نے چار بیٹوں سے نوازا یہ چاروں بھائی اکبر کے نام سے معروف تھے کیونکہ اولاد حضرت علیؑ میں جناب حسنینؑ اور جناب محمد حنیفہ کے علاوہ دیگر تمام بھائیوں سے یہی چاروں بڑے تھے۔ یہ چاروں بھائی عالم عرب کے معروف شجاع تھے۔ یہ چاروں میدان کربلا میں زہرا کے لعل پر حق رفاقت ادا کرتے ہوئے قربان ہو گئے۔

حضرت عباس میں جذبہ جانثاری آرزوئے حضرت مولائے کائنات تھی۔ شب اکیس ماہ رمضان آپ اپنی آل اولاد سے یہ وصیتیں فرما رہے تھے۔ ''میرے بچوں تقویٰ اختیار کرنا یتیموں اور مسکینوں کا خیال رکھنا اور قرآن پر عمل پیرا رہنا۔'' اصول کافی کے مطابق حضرت امام علیؑ نے جن بیٹوں کو ہدایت فرمائی ان کی تعداد بارہ تھی۔

مرقات الایقان میں ہے کہ حضرت علیؑ نے اپنی تمام اولاد اور ازواج کو حضرت امام حسنؑ کے سپرد کیا۔ جب آپ سب کو وصیتیں فرما چکے تو آپ پر نقاہت کے سبب غشی کی کیفیت ظاہر ہوئی، اسی عالم میں کسی کے رونے کی آواز سنی تو آنکھیں کھول کر پوچھا یہ کون رو رہا ہے، لوگوں نے کہا یہ جناب ام البنین رو رہی ہیں۔ حضرت امیرالمومنینؑ نے جناب ام البنینؑ کو آواز دی تو آپ قریب آئیں، حضرتؑ نے فرمایا کیا بات ہے، جناب ام البنینؑ نے فرمایا مولا! میں بنی کلاب کے قبیلے سے ہوں اور سب کا تعلق بنی ہاشم سے ہے۔ آپ نے ایک ایک کا ہاتھ حضرت حسن مجتبیٰؑ کے ہاتھ میں دیا کیا میرا بچہ عباس اس قابل نہیں کہ اس کا ہاتھ حضرت حسن مجتبیٰؑ کے ہاتھ میں دیا جائے۔ اتنا سننا تھا کہ حضرت نے آواز دی ام البنینؑ پریشان نہ ہو، عباسؑ میرا نائب ہے، میں نے عباسؑ کو اس لیے پالا ہے کہ یہ کسی کے کام آئے۔ یہ فرما کر حضرت نے امام حسین علیہ السلام کو آواز

دی بیٹا حسین علیہ السلام ادھر آؤ۔

مائیتین کی روایت ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام قریب آئے تو حضرت عباس کا ہاتھ حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا بیٹا حسین علیہ السلام یہ تمہارا غلام ہے کربلا میں کام آئے گا۔

علامہ قزدینی رقم طراز ہیں کہ حضرت عباس بن علیؑ اپنے بھائی حسین علیہ السلام کا اتنا احترام کرتے تھے کہ ان کے ساتھ بیٹھتے بھی نہ تھے، کبھی بھی حضرت امام حسین علیہ السلام کو بھائی کہہ کر نہیں پکارا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا! اے عباس مجھے بھائی کیوں نہیں کہتے۔ جناب عباسؑ عرض گزار ہوئے میں آپ پر قربان اگرچہ میں اور آپ نسبی اعتبار سے ایک ہی باپ سے تعلق رکھتے ہیں مگر میری ماں آپ کی والدہ گرامی کی کنیز ہیں، اس لیے کہاں میں اور کہاں آپ۔ حضرت ابوالفضل العباس کی عظمتِ کردار بیان کرتے ہوئے علماء وفقہانے جناب عباس کو فضائل وکمالات حسنہ کا پیکر کہا ہے۔ صاحبان مقاتل اور علماء نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ زہدوتقویٰ اور روحانیت کے اعتبار سے شہدائے کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے بعد آپ سب سے زیادہ افضل ہیں۔ تنقیح المقاتل میں مرقوم ہے کہ حضرت عباسؑ آئمہ کی فقیہ اولاد میں سے تھے۔ علامہ قائنی خراسانی نے آپ کے متعلق تحریر کیا ہے کہ "حضرت عباسؑ عالم غیر متعلم تھے۔"

ضحاک بن قیس سے روایت ہے کہ شب عاشورہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے سب اصحاب واعزا کو جمع فرما کر خطبہ پڑھا اور اجازت دی کہ وہ چلے جائیں، اس وقت سب سے پہلے جس نے جواب نصرت دیا وہ جناب عباسؑ تھے۔ آپ کھڑے ہوئے اور عرض کی۔ مولا یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ ہم آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں، خدا وہ گھڑی نہ لائے کہ بعد آپؑ کے ہم زندہ رہیں۔

ابو مخنف نے برویت ضحاک بن قیس لکھا ہے کہ جس وقت حضرت امام

حسین علیہ السلام نے ناقہ پر سوار ہو کر مقابل لشکر شام خطبہ پڑھا اور حضرت کی آواز خیمہ اہل حرم میں پہنچی تو اہل حرم کے خیمہ سے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں، اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے جناب عباسؑ اور جناب علی اکبرؑ کو روانہ کیا کہ جا کر اہل حرم کو سنبھالیں۔ یہ دونوں خیمہ میں گئے اور مخدرات عصمت و طہارت کو سمجھا کر پھر میدان میں آئے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے باقی خطبہ تمام کیا۔ ضحاک کہتے ہیں۔ ایسا فصیح کلام نہ کسی نے اس سے پہلے کبھی سنا تھا اور نہ کبھی آئندہ سنا جائے گا۔

جب حضرت عباسؑ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے سب اصحاب اور بعض عزیز درجہ شہادت پر فائز ہو چکے ہیں تو آپ نے اپنے بھائیوں سے فرمایا آؤ اب تم اپنی جانیں حضرتؑ پر فدا کرو۔ وہ تینوں سعادت مند حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جہاد کی اجازت لیکر یکے بعد دیگرے شہید ہوئے۔

ابو مخنف نے روایت کی ہے کہ جب نویں محرم کو بعد دوپہر عمر ابن سعد نے حضرت امام حسین علیہ السلام پر سارے لشکر سے چڑھائی کی تو اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے خیمہ کے آگے تلوار صاف فرما رہے تھے کہ زانوئے مبارک پر سر رکھے ہوئے نیند آ گئی تھی کہ جناب زینبؑ نے لشکر کی آوازیں سنیں تو حضرت کے پاس آئیں اور کہا اے بھائی کیا آپ نے لشکر کی آوازیں سماعت نہیں فرمائیں۔ دیکھئے لشکر چڑھا آتا ہے۔ حضرت نے جناب زینبؑ سے فرمایا میں نے خواب میں جناب رسالت مآبؐ کو دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں۔ اے حسین کل شام کو تم ہمارے پاس ہو گے۔ جناب زینبؑ نے یہ سنا تو اپنے چہرہ مبارک پر طمانچے مارے اور رونا شروع کیا۔ حضرت نے تسلی دی اور جناب عباس سے فرمایا بھائی تم جا کر دریافت کرو اس لچانک چڑھائی کا سبب کیا ہے۔ جناب عباسؑ جب گروہ اعدا سے یہ دریافت کرنے گئے کہ آخر اس حملہ کا سبب کیا ہے تو ان لعینوں نے کہا کہ ابن زیاد کا حکم ہے کہ یا تو یہ بیعت

کریں ورنہ جنگ شروع کردی جائے۔ حضرت عباس نے فرمایا اتنی دیر ٹھہر جاؤ کہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کو اطلاع دے دوں۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے احوال سن کر فرمایا۔ اے عباسؑ ان لوگوں سے ایک شب کی مہلت حاصل کرو تا کہ آج شب اللہ کی عبادت میں مصروف رہوں۔ (پورے واقعہ کی تفصیل شب عاشور کے واقعات میں لکھی جا چکی ہے)

روز عاشور جناب عباسؑ نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے ہاتھ جوڑ کر فرمایا۔ آقا اپنے غلام کو اجازت دیجئے اب تو شہزادہ علی اکبرؑ کے سوا کوئی باقی نہ رہا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے بھائی پر نگاہ ڈالی اور کہا عباسؑ تم بھی حسین کو تنہا چھوڑ کر جانا چاہتے ہو۔ اے عباس تم سے اہل حرم کو ڈھارس ہے اور بچوں کے دل قوی ہیں۔ بھائی عباس تم تو لشکر کے علمدار ہو۔ جناب عباسؑ نے کہا اب وہ لشکر کہاں جس کا میں علمبردار ہوں۔ آقا مجھے اجازت دیجئے۔ آخر حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ بھیا عباس اجازت ہے۔ اے عباسؑ بچوں کے لیے پانی لانے کی سبیل کرو۔ جناب عباس خیمہ میں تشریف لائے اور جناب زینبؑ نے سنا کہ آپ رن میں جارہے ہیں تو جناب عباسؑ کے گلے میں بانہیں ڈال دیں اور شدت سے گریہ کیا۔ جناب عباسؑ نے پیاسی بھتیجی سے مشک منگائی جناب زینب وام کلثومؑ نے بین کیے۔ جناب زینبؑ نے فرمایا بھیا میرا دل کہہ رہا ہے کہ اب وہ گھڑی قریب آرہی ہے کہ زینبؑ کے بازو میں رسی باندھی جائے گی اور اسیر کی جاؤں گی۔

حمید بن مسلم کا بیان ہے کہ میں نے روز عاشور دیکھا کہ حضرت عون ومحمدؑ خیمے سے رخصت ہوئے مگر کوئی بی بی باہر نہ آئی حضرت قاسمؑ خیمے سے باہر تشریف لائے۔ پھر آپ کی لاش خیمے میں آئی لیکن کسی خیمہ کا پردہ نہیں اٹھا۔ حضرت علی اکبرؑ جب شہید ہوئے تو ایک بی بی خیمہ سے باہر آئیں لیکن حضرت امام حسین علیہ السلام نے انہیں واپس کر دیا۔ اس کے بعد حمید بن مسلم قسم کھا کر کہتا ہے کہ جب حضرت عباس کے رخصت

ہونے کا وقت آیا تو سارے خیموں کے پردے اٹھ گئے اور ہر طرف سے یا عباساہ یا عباساہ کی آوازیں بلند تھیں۔

حضرت عباسؑ جب خیمہ سے مقتل کی طرف چلے تو بھتیجی کی دی ہوئی مشک دوش پر اور حضرت امام حسین علیہ السلام کا عطا کیا ہوا علم آپ کے ہاتھ میں تھا جب سقائے حسینؑ کو یہ علم ملا تھا تو آپ نے بڑھ کر حضرت امام حسین علیہ السلام کی قدم بوسی کی اور پرچم اسلام کو اپنی آنکھوں سے لگایا تھا، یہ وہی علم تھا جس پر حضرت حمزہ اور حضرت جعفر کو ناز تھا۔ یہ وہی علم تھا جو کبھی خیبر میں بلند ہوا اور کبھی خندق میں فاتح خیبر کے فرزند نے اس علم کے ملنے پر پروردگار کا شکر ادا کیا اور جاہ وجلال کے ساتھ میدان میں تشریف لائے، جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے جناب عباس کو اس شان سے میدان کارزار کی طرف بڑھتے دیکھا کہ دوش پر خشک مشکیزہ ہاتھ میں علم و نیزہ لیے ہوئے، حیدر کرار کی شان سے گھوڑے پر سوار دریا کی جانب بڑھ رہے ہیں تو حسرت بھری نگاہ کے ساتھ دل کی بے قراری بڑھ گئی۔ در خیمہ سے پیاسے بچے سقائے سکینہ کی سواری دیکھ کر حسرت و یاس کی تصویر بن گئے۔ جناب زینبؑ کی آنکھوں میں اشک جاری تھے اور زوجہ جناب عباس کے سر سے چادر گری جارہی تھی اور خیمہ میں کہرام برپا تھا۔

مقتل ابی مخنف میں مرقوم ہے کہ جب حضرت عباسؑ نہر کی طرف روانہ ہوئے اور دشمن دائیں بائیں بھاگے تو اس وقت آپ نے یہ رجز پڑھا۔ ”میں موت سے ہرگز نہیں ڈرتا جو چاہے مقابلے پر آئے، موت سے ملاقات کے لیے میں خود چل کر آیا ہوں۔ میں نے اپنی جان پاکیزہ جان کے حوالے کر دی ہے۔ میں صبر کے ساتھ ثابت قدم رہتا ہوں تاکہ سر جدا کروں اور جسموں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں۔ میں عباس ہوں، جنگ میں سختی سے مدمقابل کا سامنا کرتا ہوں۔“

جب آپ نے دریا کا رخ کیا تو اعدا نے آپ پر ہجوم کیا۔ آپ نے نیزے

سے جو قریب آتا اسے واصل جہنم کر دیتے، آپ کو تنہا دو محاذوں کا سامنا تھا۔ اول میدان کارزار میں لشکر کثیر جو چاروں طرف پھیلا ہوا تھا۔ دوسرے چھ ہزار سے زیادہ محافظین فرات لیکن آپ نے سب کو درہم برہم کر دیا۔ فوج کا ایک دستہ جو آپ کو نرغہ میں لینا چاہتا تھا۔ ان سب کو واصل جہنم کیا۔ یہاں تک کہ فوجوں کی آہنی دیوار ٹوٹی تو روح علی نے مرحبا کہا اور شیر نے گھاٹ پر قبضہ کیا۔ جب مشک دریا میں ڈالی تو اتنی خشک تھی کہ تین بار پانی میں ڈالا اور نکالا۔ آپ نے چلو میں پانی لے کر آواز دی اے لشکر کوفہ وشام بتاؤ دریا تمہارے قبضہ میں ہے یا ہمارے۔ اللہ رے محبت حسین علیہ السلام اور پیاسی بھتیجی کی پیاس کا احساس کہ جب مشک بھر کر چلے تو ہاتھوں کو عبا کے دامن سے خشک کیا تاکہ تری نہ پہنچے۔ آپ کی وفاداری حد کمال پر تھی کہ دریا قبضہ میں ہوتے ہوئے بھی تین دن کی بھوک و پیاس کے باوجود خشک ہونٹوں کے ساتھ دریا سے باہر آئے، آپ کی نظر میں حضرت علی اصغرؑ کی خشک زبان، کملایا ہوا چہرہ، جناب سکینہ کی پیاس اور بچوں کی صدائے العطش تھی۔ جب آپ نے مشک میں پانی بھر لیا تو گھوڑے سے کہا اے اسپ وفادار سیراب ہو جا لیکن اس نے پانی نہ پیا اور خیموں کی طرف حسرت و یاس سے نظر کی، گویا یہ بے زبان کہہ رہا تھا میرے آقا حسین علیہ السلام اور ان کے معصوم بچے پیاسے ہیں میں کس طرح پانی پی سکتا ہوں۔

جب آپ مشک سکینہ لے کر خیمہ کی طرف روانہ ہوئے تو بھاگی ہوئی فوج نے نرغہ کیا جب چاروں طرف سے آپ کو لعینوں نے گھیر لیا تو آپ نیزے سے ہٹاتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے کہ اچانک حکیم بن طفیل طائی نے درخت کی آڑ سے داہنے ہاتھ پر آپ کے تلوار لگائی جس سے آپ کا ہاتھ کٹ کر زمین پر گر گیا۔ آپ نے علم بائیں ہاتھ میں لے لیا اس وقت آپ یہ شعر پڑھ رہے تھے۔ "گو کہ تم نے میرا داہنا ہاتھ کاٹا مگر قسم بخدا جب تک میں زندہ ہوں، اپنے دین کی حفاظت وحمایت کرتا رہوں

گا، آپ تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ زید بن ورقا جہنی شقی نے آپ کے بائیں ہاتھ پر تلوار لگائی جس سے یہ ہاتھ بھی قلم ہوگیا۔ جب آپ کے دونوں ہاتھ کٹ گئے تو علم کو سینے مبارک سے لگالیا، جس طرح آپ کے عم بزرگوار حضرت جعفر طیار نے جنگ موتہ میں دونوں ہاتھ کٹ جانے کے بعد علم کو سینے سے لگایا تھا۔ جب جناب عباسؑ کا بائیاں ہاتھ بھی کٹ گیا تو اس وقت جناب عباس دلاور میدان کارزار میں فرمارہے تھے۔ "اے گروہ فجار تم نے میرا بائیاں ہاتھ بھی کاٹ دیا۔" اسی اثناء ایک تیر مشکیزہ پر لگا اور سارا پانی بہہ گیا اور ساتھ ہی ایک اور تیر سینہ میں لگا۔ آپ کے جسم سے مسلسل خون بہہ جانے کے سبب ضعف بڑھ گیا تھا۔ اتنے میں ایک شقی نے جو پسران آمان بن دارم قبیلہ تمیم سے تھا، بڑھا اور سر مبارک پر گرز مارا اس کے بعد آپ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کو آواز دی یا ابن رسول اللہ میرا آپ کو سلام آخر ہو۔ جناب امام حسین علیہ السلام کمر جھکائے جناب عباسؑ کی طرف بڑھے اور کہتے جاتے تھے، ہائے میری کمر ٹوٹ گئی۔ حضرت کے ہمراہ جناب علی اکبرؑ بھی روانہ ہوئے چلتے چلتے حضرت امام حسین علیہ السلام ایک مقام پر رک گئے اور جناب علی اکبرؑ کو آواز دی۔ اے علی اکبرؑ یہ میرے بھائی عباس کا کٹا ہوا ہاتھ زمین پر ہے۔ جناب علی اکبرؑ نے جناب عباسؑ کے کٹے ہوئے ہاتھ کو اٹھالیا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے یہ ہاتھ جناب علی اکبرؑ سے لے کر اپنے کلیجے سے لگالیا۔ تھوڑی دور آگے چلے تھے کہ ایک مرتبہ پھر رک گئے۔ دوسرا ہاتھ بھی جناب علی اکبرؑ نے اٹھایا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام دونوں ہاتھوں کو سینے سے لگائے ہوئے جناب عباسؑ تک پہنچے۔

حضرت جب جناب عباسؑ کے زخموں سے چور جسم اطہر پر تشریف لائے تو بے اختیار گریہ فرمایا اور آپ کا سر جو شگافتہ تھا، اپنے زانوں پر رکھا اس وقت جناب عباس بار بار زانو سے سر ہٹانے کی کوشش کررہے تھے اور فرماتے تھے۔ "آقا میں سوچتا ہوں

کہ وقت شہادت آپ کا سر کس کے زانو پر ہوگا۔'' اس کے بعد عرض کی، مولا غلام سے کوئی تقصیر ہوئی تو معاف فرمایئے۔ حضرت رونے لگے اور فرمایا۔ ''میرے وفادار بھائی تم یہ کیا کہہ رہے ہو تم سا بھائی دنیا میں کہاں ملتا ہے۔''

اس وقت جناب عباسؑ نے وصیت کی کہ ''آقا میری لاش خیمہ میں نہ لے جائیگا، میں سکینہ سے شرمندہ ہوں کہ پانی بچی تک نہ پہنچا سکا۔'' (جناب عباسؑ نے لاش کو خیمہ میں نہ لے جانے کی وصیت اس لیے بھی کی کہ آپ جانتے تھے کہ اب میرے آقا میں اتنی طاقت کہاں کہ میری لاش اٹھا سکیں) حضرت امام حسین نے جناب عباسؑ سے کہا اے عباسؑ آج ہماری بھی ایک آرزو پوری کر دو۔ آج تک تم مجھے آقا کہتے رہے ہو آج مجھے بھائی کہہ دو۔ جناب عباسؑ نے حضرت کو بھائی کہا اور سوئے جنت روانہ ہو گئے۔

اسرار الشہادہ میں علامہ دربندی نے تحریر فرمایا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے چاہا کہ جناب عباسؑ کا لاشہ اٹھائیں تو حضرت عباسؑ نے پوچھا آپ مجھے کہاں لیے جا رہے ہیں۔ حضرت نے فرمایا، خیام میں دیگر بنی ہاشم کے پاس تو جناب عباسؑ نے عرض کیا مجھے خیام میں نہ لے جائیں، اس لیے کہ آپؑ نے مجھے پانی لانے کا حکم دیا تھا اور مشکیزہ دے کر جلد پانی لانے کو کہا تھا اگر میں وہاں گیا اور سکینہ نے پانی کے بارے میں پوچھ لیا تو میں اپنی زندگی کا آخری سانس بھی شرم کے مارے مشکل سے پوری کر سکوں گا، دوسرے یہ کہ آپؑ بھی شدت پیاس اور بھوک سے نڈھال اور زخموں سے چور چور ہیں میں نہیں چاہتا کہ آپ مجھے اٹھا کر تکلیف برداشت کریں۔ میں جہاں ہوں مجھے وہیں رہنے دیں۔ مقدر میں ہوا تو کہیں دفن کر دیا جاؤں گا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے یہ سن کر فرمایا۔ ''عباسؑ میری طرف سے اللہ تمہیں جزائے خیر دے تم نے زندگی اور موت دونوں حالتوں میں میری مدد کی۔''

جناب عباس کی وصیت کے پیش نظر حضرت امام حسین علیہ السلام نے آپ کی لاش اطہر دریا کے پاس رہنے دی اور خیمہ میں نہیں لائے۔ مشک و علم جو خون میں تر تھا لیے ہوئے جب آپؑ خیمہ گاہ کی طرف بڑھے تو جناب سکینہ اور پیاس سے جاں بلب بچوں کی نظر پڑی تو مضطرب ہو گئے۔ جناب سکینہؑ نے جو مشک چچا کے حوالے کی تھی اس میں پانی تو نہ تھا بلکہ خون سے تر تھی۔ اسے دیکھ کر ہائے چچا عباس، ہائے چچا عباس کہتی ہوئی آگے بڑھیں اور مشک کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ اس وقت خیمہ میں قیامت کا منظر تھا۔ بیبیاں گریہ و ماتم میں مصروف تھیں اور چار سو رونے اور سسکیوں کی آوازیں بلند تھیں۔

جناب زینبؑ فرماتی ہیں "میرے بابا جناب علی مرتضیٰؑ اور میری مادر گرامی جناب فاطمۃ الزہراؑ فرمایا کرتی تھیں کہ اے زینبؑ ایک دن بے ردا ہو جاؤ گی۔ تمہاری چادر چھن جائے گی، جب بھیا عباس جوان ہوئے اور ان کی بہادری کی شہرت تمام عرب میں پھیل گئی تو میں سوچتی تھی کہ میرے بابا حضرت علیؑ اور مادر گرامی جناب فاطمہؑ تو صادق القول ہیں لیکن جس بہن کا عباسؑ جیسا بھائی ہو اس کے سر کی چادر کون چھین سکتا ہے۔ جب میرے بھائی حسین نے مدینہ چھوڑا اور بھیا عباس ساتھ چلے تو میں اس وقت بھی بے فکر تھی میں بیبیوں سے کہتی تھی فکر نہ کرو میں پردے کی ضامن ہوں۔ دسویں محرم نمودار ہوئی، اس وقت بھی مجھے اپنی بے ردائی کا خوف نہ تھا لیکن جب میدان کربلا سے آواز آئی "قد قتل العباس" (عباس شہید ہو گئے) تو مجھے یقین ہو گیا کہ اب ہماری چادروں کا محافظ شہید ہو گیا۔

ابو مخنف نے جناب عباسؑ کی شہادت کے باب میں لکھا ہے کہ جب آپ گھاٹ سے باہر آئے تو چاروں طرف سے دشمنوں نے تیروں کی بارش شروع کر دی۔ مبرص بن شیبان لعین نے حملہ کر کے آپ کا دائیاں ہاتھ کاٹ دیا تو حضرت عباسؑ نے فرمایا "خدا

کی قسم اگر میرا بائیاں ہاتھ بھی تم لوگ جدا کر دو تو بھی میں اپنے امام کی حمایت کرتا رہوں گا۔ جو سراپا ایمان ہیں اور فرزند فاطمہ ہیں۔ میرا اللہ اور اس کے پیغمبر پر ایمان ہے اور اس کی تصدیق کرتا ہوں"۔ آپ نے بہت سوں کو فی النار کیا اور مشک کاندھے پر رکھے ہوئے آگے بڑھے اس وقت عمر سعد اپنے لشکر سے مخاطب ہوا۔ مشک کو تیروں سے چھلنی کر دو۔ خدا کی قسم اگر حسین تک پانی پہنچ گیا تو ہم میں سے کوئی نہیں بچے گا۔

عمر سعد کے اس حکم کے ساتھ ہی دشمنوں نے آپ پر شدید حملہ کیا تو حضرت عباسؑ نے ایک سو اسی (۱۸۰) حملہ آوروں کو ہلاک کر دیا۔ اسی دوران عبداللہ بن یزید شیبانی نے بائیں بازو پر وار کر کے اسے بھی جدا کر دیا۔ آپ کے دونوں بازوؤں سے خون جاری تھا کہ اسی دوران آپ کو آہنی گرز آپ کے سر مبارک پر اس قدر زور سے مارا کہ سر شگافتہ ہو گیا اور آپ زین سے زمین پر آ گئے۔

علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ نے جناب عباسؑ کی شہادت کے بارے میں لکھا کہ جب حضرت عباس پانی کے حصول کے لیے جانب فرات چلے تو اشقیاء نے آپ پر حملہ کر دیا، اس وقت آپ نے اس مضمون کا رجز پڑھا "جب موت میرے سامنے ہو تو میں موت سے نہیں ڈرتا، یہاں تک کہ بہادروں کے کشتوں میں میری لاش بھی ڈال دی جائے۔ میں عباسؑ ہوں میری جان فرزند رسول اللہ پر فدا ہو میں موت سے نہیں ڈرتا۔" آپ نے آگے بڑھتے ہوئے جمعیت اعدا کو منتشر کیا ناگاہ زید بن ورقا اور حکیم بن طفیل نے ایک درخت کے پیچھے سے ایسی تلوار لگائی کہ داہنا ہاتھ آپ کے جسم اطہر سے جدا ہو گیا اس وقت آپ نے فرمایا۔ "اے قوم روسیاہ گو کہ تم نے داہنا ہاتھ میرا قطع کر دیا ہے۔ لیکن قسم بخدا میں حمایت دین اور حضرت امام حسین علیہ السلام سے دستبردار نہیں ہوں گا۔" ناگاہ حکیم بن طفیل نے عقب درخت خرما سے آپ پر تلوار لگائی اور آپ کا بائیاں ہاتھ بھی تن سے جدا ہو گیا۔ اس وقت آپ نے فرمایا "اے میرے نفس کفار کی جمعیت سے ڈرنا نہیں تجھے اللہ کی رحم

کی بشارت ہو کہ عنقریب جناب رسالت مآب کی خدمت میں پہنچنا ہے ان لعینوں نے میرا بائیاں ہاتھ بھی کاٹ دیا۔ اے رب تعالیٰ ان کو واصل جہنم کر۔"

ناگاہ ایک لعین نے گرز آہنی مار کر حضرت عباسؑ کو شہید کر دیا۔ بروایت بحار الانوار جب جناب عباسؑ کے ہاتھ تن سے جدا ہو گئے تو آپ نے مشک کے تسمہ کو دندان مبارک سے پکڑ لیا، ناگاہ ایک لعین نے ایسا تیر مارا جو مشک پر آ کر لگا اور مشک کا سارا پانی بہہ گیا۔

جنگ موتہ میں حضرت رسول خدا کی نصرت میں حضرت جعفر بن ابی طالبؑ نے چار سو سواروں کو قتل کیا اور علم کی حفاظت میں آپ کے دونوں شانے قلم ہوئے حضرت عباسؑ نے بھی حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت میں جو مصائب اٹھائے اس کی مثال نہیں ملتی، جب امیر المومنینؑ نے حضرت جعفر کی شہادت کی خبر سنی تو حضرت امیر المومنینؑ نے دریافت کیا یا رسول اللہ میرے بھائی جعفر کی کیا خبر ہے۔ جناب رسالت مآب نے فرمایا۔ اے علی صبر کرو خدا تمہیں تمہارے بھائی جعفر کی مصیبت میں صبر عطا فرمائے، یہ سن کر حضرت امیر المومنین نے فرمایا۔ "انا للہ و انا الیہ راجعون" بعد اس کے شدت سے گریہ کیا لیکن حضرت امام حسین علیہ السلام جب اپنے بھائی جناب عباس کی لاش پر آئے تو شدت غم سے نڈھال تھے اور فرما رہے تھے۔ "اے بھائی عباسؑ تمہارے مرنے سے حسین علیہ السلام کی کمر ٹوٹ گئی، اے عباسؑ تمہارے مرنے کے بعد میرے لیے تدبیر کی راہیں بند ہو گئیں میں تمہارے بعد ضعف محسوس کر رہا ہوں، اے میری قوت و طاقت عباسؑ تم کہاں ہوں۔"

ایک دن حضرت امام زین العابدینؑ نے مدینہ میں بعد واقعہ کربلا اپنے بھائی عبیداللہ فرزند جناب عباسؑ کو دیکھا تو آنکھوں سے اشک جاری ہوئے اور فرمایا کہ جناب رسول اللہ پر دو دن تمام عمر میں بہت سخت تھے۔ ایک تو جنگ احد کا دن جس میں

آنحضرت کے عم بزرگوار حضرت حمزہ شہید ہوئے اور دوسرا دن وہ تھا جس دن آنحضرت کے چچازاد بھائی جناب جعفر طیار شہید ہوئے مگر یہ دونوں دن ویسے نہ تھے جیسا کہ یوم عاشورا تھا جو کربلا میں میرے والد بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام پر آیا تھا۔ لشکر کثیر نے جو اپنے آپ کو امتی کہتے تھے۔ میرے بابا کو گھیر لیا تھا یہ سب آپ کے خون کے پیاسے تھے اور سب کا یہ موقف تھا کہ ان کا خون بہانا موجب ثواب ہے، اور قرب الٰہی ہے۔ حضرت نے ان سب کو وعظ ونصیحت فرمائی لیکن کسی نے کچھ نہ سنا یہاں تک کہ شہید کر دیا۔

یہ بیان کرنے کے بعد حضرت امام زین العابدینؑ نے فرمایا خدا رحمت نازل کرے میرے چچا عباس پر جنہوں نے اپنی جان میرے والد ماجد حضرت امام حسین علیہ السلام پر فدا کی اور شدید مصائب اٹھائے۔ آپ کے دونوں ہاتھ کاٹے گئے اور اسکے عوض میں خداوند عالم نے دو پر آپ کو عطا فرمائے۔ آپ بہشت میں فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے ہیں جیسے کہ جناب جعفر کو خدا نے پر عطا فرمائے تھے۔ جناب عباس کا بارگاہ خداوند عزوجل میں وہ رتبہ ہے کہ جملہ شہدا روز قیامت اس مرتبہ اور درجہ پر رشک کرینگے کہ کاش ایسا ہی درجہ ہم کو ملا ہوتا۔

جناب عباسؑ نے راہ حق میں جو مصائب اٹھائے وہ بوقت شہادت اپنی انتہا پر تھے۔ گھوڑے سے گرنے والا ہاتھوں کا سہارا لیتا ہے تا کہ چہرہ محفوظ رہے۔ جناب عباسؑ جب گھوڑے سے گرے تو تین باتیں نہایت درد انگیز تھیں جس کا اکثر علماء نے ذکر کیا ہے اول یہ کہ سر گرز لگنے سے شگافتہ تھا۔ دوسرے یہ کہ جسم میں تیر پیوست تھے، تیسرے یہ کہ شانے قلم تھے۔ لہٰذا جس اذیت کا سامنا علیؑ کے اس شیر کو تھا اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ معالی السبطین میں ہے کہ جب آپ زمین پر آئے تو ایسا لگتا تھا دائیں طرف والے تیر بائیں جانب سے اور بائیں طرف کے تیر دائیں جانب نکل گئے۔

حضرت علی اکبر علیہ السلام

علی بن الحسین بن علی بن ابی طالبؑ حضرت علی اکبرؑ کے نام سے مشہور و معروف ہیں۔ جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ نے کتاب ارشاد میں لکھا ہے کہ حضرت علی اکبرؑ حضرت امیر المومنینؑ کی شہادت کے دو سال بعد پیدا ہوئے۔ آپ کی کنیت ابوالحسن اور لقب اکبر ہے۔ علامہ سماوی لکھتے ہیں کہ حضرت علی اکبر کا اصلی نام علی لقب اکبر اور کنیت ابوالحسن ہے۔ ابوالفرج اصفہانی اور محمد ابن ابی طالب نے لکھا ہے کہ آپ کی مادر گرامی لیلیٰ بنت ابی مرہ مسعود ثقفی تھیں۔ حضرت علی اکبر جناب رسول خداؐ سے صورت و سیرت اور رفتار و گفتار میں بہت مشابہ تھے۔ آپ سیرت علیؑ و فاطمہؑ اور ہاشمی شجاعت کا پیکر تھے۔ آپ اٹھارہ سال کی عمر میں زہد و تقویٰ کی معراج پر تھے۔ جب لوگوں کی آپ پر نظر پڑتی تو بے ساختہ گھوڑا بڑھا کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور دیکھنے والوں کی آنکھوں میں رسول خداؐ کی تصویر پھر جاتی۔

صاحب روضۃ الشہدا نے لکھا ہے کہ جب اہل مدینہ کو جناب رسالت مآب کی زیارت کا اشتیاق ہوتا یا حضرت کے لہجہ کے مشتاق ہوتے تھے تو حضرت علی اکبرؑ کو دیکھتے تھے۔ اور باتیں سنتے تھے۔

حضرت علی اکبرؑ سے حضرت امام حسین علیہ السلام کو اتنی محبت تھی کہ دن میں جہاں بھی جاتے اپنے ساتھ رکھتے اور رات کو اٹھ کر کئی بار فرزند کے چہرے کو دیکھتے۔ ابومخنف نے لکھا ہے کہ جب حضرت امام حسین نے سفر عراق کیا اور قصر بنی مقاتل میں پہنچے تو رات یہاں قیام کیا تو اس منزل پر حضرت امام حسین علیہ السلام نے حکم دیا کہ جتنی مشکیں ہیں پانی سے بھر لو۔ بحکم امام مشکیں پانی سے بھر لیں، اس کے بعد یہاں سے روانہ ہو گئے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام گھوڑے پر سوار تھے، اس سفر میں چلتے چلتے حضرت کی

آنکھ لگ گئی جب چشم مبارک کھولی تو حضرت نے تین بار انا للہ و انا الیہ راجعون و الحمدللہ رب العالمین کی تلاوت فرمائی جب حضرت علی اکبرؑ نے یہ آواز سنی تو حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی بابا اس وقت آپ نے یہ کلمات کیوں پڑھے۔ اس وقت ان کلمات کے ادا کرنے کا کیا موقع تھا۔ حضرت نے فرمایا اے میرے فرزند جب میری آنکھ لگ گئی تو میں نے خواب میں ایک سوار کو دیکھا جو کہہ رہا تھا کہ یہ لوگ جا رہے ہیں اور موت ان کی طرف آ رہی ہے۔ بیٹا اس جواب سے مجھے معلوم ہوا کہ یہ شخص ہماری موت کی خبر دے رہا ہے۔ یہ سن کر جناب علی اکبرؑ نے عرض کی اے پدر عالی مقام خدا آپ کو برا وقت نہ دکھائے۔ بابا یہ تو فرمائیے ہم حق پر ہیں۔ حضرت نے فرمایا قسم بخدا ہم حق پر ہیں۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی زبان سے حضرت علی اکبرؑ نے یہ سنا کہ ہم حق پر ہیں جس کا مطلب تھا کہ راہ حق میں ہیں ہمیں موت کا کوئی خوف نہیں۔ تو جناب علی اکبرؑ نے عرض کی پھر ہمیں مرنے کا کوئی خوف نہیں، یہ سن کر حضرت امام حسین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ”اے علی اکبرؑ خدا تم کو جزائے خیر عطا فرمائے۔“ (حضرت علی اکبرؑ نے یہ سوال کہ کیا ہم حق پر ہیں اس لیے کیا تھا تا کہ دنیا حضرت امام حسین علیہ السلام سے سن لے کہ ان کا ہر عمل راہ حق میں ہے اور یہ خود راہ مستقیم ہیں)

روز عاشور جب انصار و اقربا اور اعزا شہید ہو گئے اور جناب علی اکبرؑ نے اپنے بابا کو یک و تنہا دیکھا تو گھوڑا بڑھا کر حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میدان میں جانے کی اجازت چاہی۔ مقتل لہوف کے موافق اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے آپ کو حسرت بھری نگاہ سے دیکھا اور آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آپؑ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی ”بارالہا گواہ رہنا اب میرا وہ فرزند شہید ہونے جا رہا ہے جو تیرے رسولؐ کی صورت میں خلق میں، رفتار و گفتار میں مشابہ ہے۔ جب میں تیرے نبی کی زیارت کا مشتاق ہوتا تھا تو میں اس فرزند کی صورت دیکھ لیتا تھا۔ بارالہا تو ان لوگوں سے زمین

کی برکتیں اٹھالے ان کی جمعیت کو پراگندہ کردے۔ ان کے حاکموں کو ہمیشہ ان سے ناراض اور رنجیدہ خاطر رکھ کیونکہ ان اشقیاء نے وعدہ نصرت کر کے ہمیں بلایا اور اب ہمارے قتل پر آمادہ ہیں۔"

بارگاہ الٰہی میں عرض کرنے کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام نے عمر سعد کو مخاطب کیا۔ "اے ابن سعد جس طرح تو نے میری ذریت کو قتل کیا ہے اور رسولؐ کی قرابت کا کوئی لحاظ نہیں کیا، خدا تیری بھی نسل کو اسی طرح قطع کرے۔" حضرت علی اکبرؑ حضرتؑ کے اس خطاب سے سمجھ گئے کہ آپ نے میدان کارزار میں جانے کی اجازت دیدی۔

حضرت علی اکبرؑ جب ماں، بہنوں، پھوپھیوں اور تمام مخدرات عصمت و طہارت کو الوداع کہنے درخیمہ پر پہنچے اور کہا اے اہل بیت ذریت رسولؐ علی اکبرؑ کا آخری سلام قبول ہو۔ اے بیمار بھائی آپ پر میرا سلام ہو۔ الوداعی سلام سن کر تمام بیبیوں میں کہرام مچ گیا۔ بیمار کربلا بے چین ہو گئے اور تمام بیبیوں نے جناب علی اکبرؑ کے گرد حلقہ ماتم بنایا اور بیبیاں ایک دوسرے کے گلے میں بانہیں ڈال کر اس قدر روئیں کہ خاک پر تڑپنے لگیں۔ جب میدان میں جانے کے لیے حضرت علی اکبرؑ خیمہ کا پردہ اٹھاتے تو بیبیاں روک لیتی تھیں اور خیمہ کا پردہ پھر گر جاتا تھا۔ یہ ایسا درد انگیز منظر تھا کہ اس کے بارے میں مقاتل کی کتابوں میں یہ جملہ ملتا ہے۔ "جناب علی اکبرؑ خیمہ سے اس طرح نکلے جیسے بھرے گھر سے کوئی جنازہ نکلتا ہے۔"

ابومخنف کے مطابق رخصت جناب علی اکبرؑ کے وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے انگشت شہادت آسمان کی طرف بلند کی اور فرمایا! اے خدا تو اس قوم پر گواہ رہنا کہ اس سے جہاد کرنے میرا وہ فرزند جا رہا ہے۔ جو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ رفتار و گفتار میں تیرے رسولؐ سے مشابہ ہے۔ اے اللہ جب میں تیرے نبی کی زیارت کا مشتاق ہوتا تھا تو اس کی صورت دیکھ لیتا تھا۔ اے اللہ تو ان ظالموں پر زمین کی برکتیں روک دے، ان کے گروہ میں

تفرقہ ڈال دے اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ ان کے دوستوں کو منقطع کر دے اور کبھی ان سے راضی نہ ہو، ان لوگوں نے ہمیں اس لیے بلایا تھا کہ ہماری نصرت کریں گے لیکن ان لوگوں نے ہمارے ساتھ بہت ظلم اور ناانصافی کی اور اب ہم سے جنگ کر رہے ہیں۔"

کشف الغمہ کے مطابق "حضرت امام حسین علیہ السلام نے جناب علی اکبرؑ کو خود مسلح فرمایا۔" حضرت نے اپنے ہاتھوں سے اپنے جوان فرزند کو آراستہ کیا۔

جس وقت آپ روانہ ہو رہے تھے آپ کی مادر گرامی حضرت ام لیلیٰ نے قریب آ کر اپنے لعل کی پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا میرے لعل کچھ دیر کے لیے ٹھہر جاؤ۔ جناب ام لیلیٰ تیزی سے گئیں اور ہاتھ میں کچھ کپڑے جو چادر میں بندھے تھے لائیں اس وقت تمام بیبیاں جو جناب علی اکبرؑ کے گرد حلقہ کیے ہوئے تھیں، زار و قطار رونے لگیں۔ مادر علی اکبرؑ ایک ایک لباس نکال کر جناب علی اکبرؑ کی پیشانی سے مس کرتی تھیں اور رکھ دیتی تھیں یہ وہ لباس تھے جو دکھیاری ماں نے فرزند کی شادی کے لیے تیار کیے تھے۔

یہ منظر نہایت درد انگیز تھا ظلم سے ستائی ماں اور بہنیں گریہ کناں تھیں۔

صاحب روضۃ الشہدا نے ابو المویدکہ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی اکبرؑ جب میدان میں تشریف لائے تو آپ کے دو گیسو چہرہ مبارک کے آگے اور دو پشت مبارک کی طرف تھے۔ صاحبان سیر و تاریخ کے موافق شرفائے عرب اور بنی ہاشم میں یہ طریقہ عام تھا۔ اعثم کوفی نے حضرت علی اکبرؑ کے میدان میں تشریف لانے کے بارے میں لکھا ہے کہ "جناب عباس بن علیؑ کے بعد علی بن الحسین علیہ السلام نے میدان کارزار کا رخ کیا۔"

جب جناب علی اکبرؑ میدان کی طرف جا رہے تھے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کو پیچھے آتا دیکھا تو گھوڑے سے اترے اور کان میں کچھ عرض کی تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے چیخ بلند کی۔ جناب زینبؑ نے در خیمہ سے یہ منظر دیکھا جب حضرتؑ خیمہ میں تشریف لائے تو جناب زینبؑ نے پوچھا بھیا آپ سے علی اکبرؑ نے کیا کہا تھا؟ حضرت

امام حسین علیہ السلام نے جناب زینبؑ کو بتایا کہ علی اکبرؑ نے کہا تھا بابا جب کوئی گھوڑے سے گرتا تھا تو آپ کو آواز دیتا تھا۔ آپ کے ساتھ میں اور چچا عباس ہوتے تھے۔ اب میں شہید ہونے جا رہا ہوں۔ اب آپ تنہا ہو جائیں گے اور یہ کہا تھا۔ بابا آپ نے سب کے لاشے اٹھائے جب آپ میرا لاشہ اٹھائیں تو بچوں کو بلا لیجئے گا تا کہ آپ میرا لاشہ اٹھا سکیں۔ مقتل ابی مخنف اور بحار الانوار میں مرقوم ہے کہ جب حضرت علی اکبرؑ میدان میں تشریف لائے تو اس مضمون کا رجز پڑھا۔ ''اے ظالموں میں علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالبؑ ہوں، ہمارے جد بزرگوار رسول اللہ e ہیں ہم ان کی ذریت اطہار ہیں۔ ہم ہرگز یزید کی حاکمیت قبول نہیں کریں گے، میں تم لعینوں پر نیزوں کے اتنے وار کروں گا کہ وہ ختم ہو جائیں، میں اپنے پدر بزرگوار کی نصرت ایسی ضرب سے کروں گا جو جوانان ہاشمی کی ضرب ہے۔''

اعثم کوفی کے موافق جناب علی اکبرؑ دشمنوں سے لڑتے رہے آپ حملہ پر حملہ کرتے تھے، باوجود شدید تشنگی آپ دلیرانہ جنگ کر رہے تھے۔ سید ابن طاؤس اور علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ ''آپ نے ایک سو بیس اشقیاء کو فی النار جہنم کیا اس وقت تمام لشکر فریاد کر رہا تھا، یہاں تک کہ جنگ کرتے کرتے جناب علی اکبرؑ کے جسم پر کئی گہرے زخم آئے اور پیاس نے شدید غلبہ کیا اور آپ اپنے بابا کے پاس آئے اور کہا یا ابتاہ العطش۔ اے بابا بسبب تشنگی مجھے ہلاک کیے دیتی ہے اور اسلحہ کے بوجھ نے تھکا دیا ہے۔ بابا کیا تھوڑا سا پانی ممکن ہے جو مجھے پیاس سے نجات ملے۔ حضرت نے فرمایا اے فرزند! اے نور نظر اپنی زبان میرے منہ میں دو روایت ہے کہ جب جناب علی اکبرؑ نے حضرتؑ کی زبان منہ میں لی تو ایک آہ سرد بھرتے ہوئے کہا بابا آپ کی زبان تو میری زبان سے زیادہ خشک ہے۔ اس کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی انگوٹھی حضرت علی اکبرؑ کے دہن مبارک میں دی تا کہ کچھ سکون ملے اور فرمایا بیٹا جاؤ اور اپنے جد بزرگوار سے ملاقات کرو اور ان

کے دست مبارک سے جام کوثر پیو اس کے بعد تمہیں کبھی پیاس نہیں لگے گی۔

اس منزل پر پہنچ کر صاحب ریاض القدس لکھتے ہیں کہ جب حضرت علی اکبرؑ اٹھارہ سال کے ہو گئے۔ مدینے سے کربلا تک ہر روز حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے فرزند سے پوچھتے تھے کہ بیٹا کوئی تمنا ہو تو بتاؤ لیکن اٹھارہ سال کی عمر تک جناب علی اکبرؑ نے اپنے بابا سے کسی خواہش کا اظہار نہیں کیا۔ ہمیشہ یہی کہا بابا ہر خواہش تو آپ پوری کر دیتے ہیں تو مجھے مانگنے کی ضرورت نہیں۔ مقام تصور ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام پر یہ امتحان کی منزل کتنی سخت تھی کہ ہم شکل مصطفیٰ فرزند نے پہلی بار خواہش کا اظہار کیا جو پوری نہ ہو سکی۔ اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام کے دل پر کیا گزری ہو گی اس کا تصور ممکن نہیں۔

اس کے بعد جناب علی اکبرؑ نے میدان میں جا کر دوبارہ رجز پڑھا اور اشقیاء پر حملہ کر کے اسی (۸۰) لعینوں کو واصل جہنم کیا، اس طرح دونوں حملوں میں دو سو (۲۰۰) اشقیاء کو قتل کیا۔ جناب علی اکبر مثل اپنے جد امجد حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ جنگ کر رہے تھے، اسی دوران طارق بن شیث آپ کے مقابلہ پر آیا یہ وہ ملعون تھا جس سے عمر سعد نے حکومت رقہ اور موصل دینے کا وعدہ کیا تھا۔ آپ نے اس پر نیزہ کا ایسا وار کیا کہ یہ سینے کو چیرتا ہوا پشت سے دو بالشت باہر نکل گیا جب اس کے بیٹے طارق نے باپ کو اس طرح ہلاک ہوتے دیکھا تو مقابلہ پر آ گیا۔ آپ نے اسے بھی قتل کیا۔ اس کے بعد طلحہ بن طارق مقابلہ پر آیا۔ آپ نے اسے بھی زیر کیا۔ جب عمر سعد نے دیکھا کہ کوئی بھی حضرت علی اکبرؑ سے مقابلہ نہ کر سکا تو اپنے ایک درندہ صفت جنگجو مصراع بن غالب کو مقابلے کے لیے بھیجا۔ جناب علی اکبرؑ نے اس پر ایسا وار کیا کہ اس کے جسم کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ اسکی ہلاکت کے بعد لشکر یزید میں ہلچل مچ گئی۔ عمر سعد نے محکم ابن طفیل اور ابن نوفل کو دو ہزار سواروں کے ساتھ جناب علی اکبرؑ کے مقابلہ پر بھیجا اور سخت حملہ کا حکم دیا۔ جناب علی اکبرؑ نے نہایت دلیری سے مقابلہ کیا اور

سواروں کو منتشر کر دیا۔ آپ پر لشکر کثیر حملہ کر رہا تھا۔ اسی دوران منقذ بن مرہ ساعدی نے آپ پر تلوار لگائی۔ آپ نے زخمی حالت میں گھوڑے کی گردن میں بانہیں ڈال دیں، یہ دیکھ کر اشقیاء نے ہم شکل مصطفی e پر حملہ کر دیا اور تلواروں سے جسم ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

ابوالفرج نے بروایت حمید بن مسلم ازدی لکھا ہے کہ حمید مرہ بن منقذ عبدی کے پہلو میں کھڑا تھا اور جناب علی اکبر لشکر کے دائیں بائیں جانب ایسے حملے کر رہے تھے کہ قریب تھا کہ لشکر بھاگ جائے کہ مرہ نے مجھ سے کہا اگر یہ جوان اب ادھر آیا تو میں اس کا کام تمام کر دوں گا۔ حمید نے کہا تو ایسا نہ کر جو لوگ ان کو گھیرے ہیں وہی بہت ہیں۔ مرہ نے کہا میں ضرور انہیں قتل کروں گا، اتنے میں جناب علی اکبرؑ لوگوں کو بھگاتے ہوئے قریب مرہ پہنچے تو مرہ نے نیزہ اس شہزادے کے لگایا کہ آپ گھوڑے کی زین سے جدا ہو کر گھوڑے کی گردن سے لپٹ گئے اور اشقیاء نے آپ کو گھیر لیا اور تلواروں سے چور چور کر دیا۔ اس وقت آپ نے پکارا "السلام علیک یا اباہ"۔ بابا آپ پر میرا اسلام آخر ہو بابا دیکھئے نانا جناب رسول خدا تشریف لائے ہیں اور مجھے کوثر سے سیراب کر دیا اور وہ آپ کے آنے کے آج رات منتظر ہیں۔ ابومخنف نے لکھا ہے کہ جب حضرت علی اکبرؑ زخمی ہو کر زمین پر تشریف لائے تو فرما رہے تھے۔ "یہ میرے بابا علی امیر المومنینؑ ہیں یہ میری جدہ جناب فاطمہؑ ہیں، یہ جناب خدیجۃ الکبریٰ ہیں اور فرما رہی ہیں۔ اے فرزند جلدی کرو ہم تمہارے مشتاق ہیں، جب حضرت امام حسین علیہ السلام مقتل کی طرف روانہ ہوئے تو فرما رہے تھے۔ بیٹا میری بینائی جاتی رہی مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا ہے۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام جناب علی اکبرؑ کے پاس پہنچے تو ان کے چہرہ سے خون صاف کرتے جاتے تھے اور فرماتے تھے۔ اے فرزند خدا اس پر لعنت کرے جس نے تمہیں قتل کیا، ان لوگوں نے کس قدر خدا کی نافرمانی اور رسول خدا کی ہتک حرمت کرنے میں جرات کی ہے۔ یہ فرماتے وقت حضرت کی آنکھوں سے آنسو

جاری تھے۔ پھر فرمایا علی اکبر تمہارے جانے کے بعد اس دنیا پر خاک ہے۔ حضرت نے فرزند کے چہرہ سے خاک وخون صاف کیا اور جب جناب علی اکبرؑ کے کلیجہ سے برچھی کھینچی تو جناب علی اکبرؑ کے کلیجہ کے ساتھ حضرت کا دل بھی کھنچ گیا۔

ابومخنف اور ابوالفرج نے برویت حمید بن مسلم لکھا ہے کہ حمید کہتا ہے میں نے اس وقت دیکھا کہ ایک معظمہ خیمہ سے نکلیں اور روتی ہوئی با آواز بلند پکارتی ہوئی، اے لخت جگر اے نور نظر، اے میرے بھائی کے بیٹے کہتی ہوئی میدان کی طرف آ رہی تھیں۔ لوگوں سے میں نے کہا یہ کون ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ جناب زینب علی بن ابی طالبؑ کی بیٹی ہیں۔ پس یہ معظمہ آ کر جناب علی اکبرؑ کی لاش پر گر پڑیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام آپ کو خیمہ میں لے آئے۔

روضۃ الشہداء، العباد الحسین اور کشف الغمہ میں مرقوم ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے جناب علی اکبرؑ کو خیمہ میں لے جانے کی کوشش کی اور ضعف کے سبب جوان بیٹے کی لاش اٹھا نہ سکے تو بچوں کو آواز دی۔ "بچوں آؤ میری مدد کرو"۔ یہ آواز سن کر جب بچے آئے تو ان کی مدد سے لاشہ حضرت علی اکبرؑ کو خیمہ کے قریب لایا گیا۔

ابن طاؤس علیہ الرحمہ لکھتے ہیں جب حضرت امام حسین علیہ السلام جناب علی اکبرؑ کے پاس تشریف لائے تو شہزادہ علی اکبرؑ کے سرہانے بیٹھ گئے اور اپنا رخسار جناب علی اکبرؑ کے رخسار پر رکھ کر فرمایا۔ "میرے پیارے فرزند خدا اس قوم کو ہلاک کرے جس نے تمہیں قتل کیا۔ یہ قوم خدا کی کس قدر گستاخ اور حرمت رسول پامال کرنے والی ہے، اے میری آنکھوں کے نور تمہارے بعد اس دنیا پر خاک ہو۔" ابن طاؤس علیہ الرحمہ نے یہ روایت تحریر فرمائی ہے کہ اس وقت جناب زینبؑ خیمہ سے میدان کی طرف چلیں۔ آپ درد بھری آواز میں کہہ رہی تھیں۔ اے میرے عزیز بھائی کے فرزند یہ کہتی ہوئی، جب بھتیجے کی لاش پر پہنچیں تو خود کو لاشِ جناب علی اکبرؑ پر گرا دیا جو ٹکڑے

ٹکڑے ہو چکی تھی، حضرت امام حسین علیہ السلام نے جناب زینبؑ کو خیمہ میں بھیج دیا۔

عمارہ بن سلمان نے حمید بن مسلم سے روایت کی ہے کہ اس نے ایک بی بی کو دیکھا جو حضرت امام حسین علیہ السلام کے خیمہ سے نکلیں اور آواز دے رہی تھیں کہ اے فرزند کس قدر مددگاروں کی قلت ہے اور ہم اس قدر غریب ہیں۔ کاش ہم آج کے دن سے قبل گذر گئے ہوتے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے انہیں خیمہ میں پہنچا دیا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ بی بی حضرت امیر المومنینؑ کی صاحبزادی ہیں۔ یہ بی بی اسقدر رقت فرما رہی تھیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے بھی شدت سے گریہ فرمایا اور انا اللہ و انا الیہ راجعون فرمایا۔

ابی مخنف نے لکھا ہے کہ جب حضرت علی اکبرؑ شہید ہوئے تو تمام خیموں میں مستورات کے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں تو حضرت نے انہیں خاموش رہنے کی تلقین فرمائی اور آہ سرد بھری۔ اس کے بعد اپنے نانا کی قباء منگوا کر زیب تن کی اور آنحضرت کا عمامہ سحاب زیب تن فرمایا، ذوالفقار ہاتھ میں لی اور گھوڑے پر سوار ہو کر مقتل میں تشریف لائے۔ آپ نے دشمنوں کو حضرت علی اکبرؑ کی لاش سے دور بھگا دیا۔ حضرت علی اکبرؑ کا سر اپنے زانو پر رکھا، چہرہ سے خون اور غبار صاف کیا اور فرمایا۔ ''اے علی اکبرؑ خدا تمہارے قاتل پر لعنت کرے یہ لوگ خدا اور رسولؐ کے ساتھ کس قدر ظلم کر رہے ہیں۔ اس صدمہ سے حضرت کی آنکھیں اشکوں سے تر ہو گئیں۔

معالی السبطین میں آقائے محمد مہدی مازندرانی اور علامہ جعفر شوشتری علیہ الرحمہ خصائص الحسینیہ میں لکھتے ہیں۔ شہزادہ علی اکبرؑ کے میدان میں جانے سے لے کر لاشہ واپس آنے تک تین مقامات ایسے آئے جن میں مستورات بنی ہاشم اور قمر بنی ہاشم کو فرزند رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام کی دلجوئی کرنا پڑی اور آپ کو بیٹھنے کے بعد سہارا دے کر اٹھایا گیا۔

پہلا مقام وہ تھا جب شہزادہ علی اکبرؑ نے تنہا باپ سے اجازت مانگی بعض

روایات کے مطابق جناب ام لیلیٰ نے شہزادہ کے گلے میں کفنی کی طرح قمیص ڈال کر عمامہ کی تحت الحنک بنائی تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے بیٹے کا یہ لباس دیکھا تو دل پر ہاتھ رکھ کر زمین پر بیٹھ گئے۔ پھر بیٹے کی طرف نہایت حسرت کی نگاہ سے دیکھا اور فرمایا۔ ''بیٹا جاؤ تمہیں اللہ کے سپرد کیا۔''

دوسرا مقام وہ تھا جب جناب علی اکبرؑ پہلے حملہ کے بعد واپس آئے اور پانی کی فرمائش کی تو حضرتؑ نے فرزند کو قریب بلایا گلے سے لگایا اس وقت جناب علی اکبرؑ کا لباس انگاروں کی طرح تپ رہا تھا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے جناب علی اکبرؑ کی پیشانی کا بوسہ لے کر فرمایا میرے لال یہ امتحان ہے، اگر مدینہ ہوتا تو جہاں سے ممکن ہوتا پانی پلاتا لیکن آج ہم نانا کی امت کے مہمان ہیں یہ کہتے ہوئے حضرت لڑکھڑائے اور بیٹھ گئے۔

تیسرا مقام وہ تھا جس کے بارے میں جناب سکینہ فرماتی ہیں کہ جب میرے بابا نے میرے بھائی کا آخری سلام سنا تو آپ کی آنکھیں اس قدر سفید ہو گئیں کہ ایسا لگتا تھا کہ میرے بابا کے جسم میں روح نہیں ہے۔ جب آپ سنبھلے تو پہلا جملہ یہ کہا میرے اللہ تیرا شکر ہے میں تو امتحان سے گزر لوں گا لیکن شبیہ رسولؐ کے قاتلوں کو ان کا انجام دکھا دینا۔

جناب عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جنگ صفین میں حضرت علیؑ نے محمد حنفیہ کو بلایا اور فرمایا۔ بیٹے لشکر معاویہ بن ابوسفیان کے میسرہ پر حملہ کرو، اسی طرح میمنہ اور قلب لشکر پر حملہ کرنے کو کہا۔ جب آخری حملہ کر کے واپس آئے تو پیاس سے نڈھال تھے۔ حضرت علیؑ نے آگے بڑھ کر انہیں گلے لگا لیا، پانی پلایا، زرہ پر پانی چھڑکا اور آرام سے بیٹھنے کا حکم دیا۔ (یا علیؑ آپ کے پاس تو پانی تھا آپ نے پانی پلایا زرہ پر چھڑکا اور آرام کرنے کو کہا تاکہ محمد حنفیہ کو گرمی کا احساس نہ رہے یا علیؑ حضرت علی اکبرؑ میدان کارزار سے تین دن کے بھوکے پیاسے معرکہ طے کر کے آ رہے ہیں۔ شدید گرمی کے سبب اسلحہ جنگ انگاروں کی طرح تپ رہا ہے اور وہ فرزند جس نے کبھی باپ کے

سامنے کوئی حاجت پیش نہیں کی فرما رہے ہیں۔ بابا العطش پیاس مارے ڈال رہی ہے اس لمحہ حضرت پر جو کیفیت طاری ہوئی اس کا اندازہ ضبط تحریر میں ممکن نہیں)

شہادت جناب علی اکبرؑ کا اثر جناب ام لیلیٰ پر اتنا شدید تھا کہ بعد شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام شب و روز کھلے آسمان کے نیچے اپنے جوان بیٹے اور مظلوم شوہر کی بے گناہ شہادت پر ایسے دلخراش بین کرتی تھیں کہ سننے والوں کے دل پاش پاش ہو جاتے تھے۔

نجات الحافقین میں منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ اللہ کی تمام نعمتوں میں سے کونسی نعمت مرد کے لیے موزوں تر ہے؟ اور کونسی مصیبت سخت ہے؟ جس سے مرد کا دل غمگین ہوتا ہے۔ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا۔ اٹھارہ سالہ جوان بیٹا جب باپ کے سامنے چلتا نظر آئے اور پھر باپ اسے پس پشت دیکھے تو یقیناً اس خوشی و نشاط سے بھری نگاہ کی بدولت باپ کا دل بہت مسرور ہوتا ہے، اور یہی مرد کے لیے موزوں نعمت ہے۔ اس کے بعد دوسرے سوال کے جواب میں فرمایا۔ اگر یہی اٹھارہ سالہ جوان حسرت بھرا دل مٹھی میں لیے لذت دنیا سے محروم ہو کر اپنے باپ سے موت کی اجازت طلب کرے تو یقیناً باپ کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں ہے۔ آپ یہ فرما کر زار و قطار رونے لگے۔ سوال کرنے والے نے جب رونے کا سبب دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا "میں اپنے جد نامدار حضرت امام حسین علیہ السلام کے اٹھارہ سالہ جوان کی خاطر غم زدہ ہوں جسے خاک کربلا پر خاک و خون میں غلطاں کیا گیا۔"

حضرت علی اصغر علیہ السلام

حضرت علی اصغرؑ سفر کربلا سے چند ماہ قبل پیدا ہوئے۔ آپ کی مادر گرامی

حضرت رباب تھیں۔ آپ بیٹی تھیں امرالقیس بن عدی بن اوس بن جابر بن کعب بن علیم بن جناب بن کلب اور جناب رباب کی والدہ کا نام ھندالہنود بنت الربیع بن کود بن مصاد بن حفص بن کعب تھا۔ حضرت امام حسین فرمایا کرتے تھے کہ جس گھر میں سکینہؑ اور ربابؑ ہوں وہی گھر مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے۔ جناب ربابؑ سے دو اولادیں جناب سکینہؑ اور حضرت علی اصغرؑ پیدا ہوئے۔ روز عاشور جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے استغاثہ بلند کیا۔ ”ھل من ناصر ینصرنا“ تو حضرت علی اصغرؑ نے اپنے آپ کو جھولے سے گرالیا۔ ماں، بہنوں اور پھپھیوں نے بہلانا چاہا لیکن شدت پیاس سے آپ بے حال ہوئے جاتے تھے۔ ابومخنف کے مطابق حضرت امام حسین علیہ السلام جب تنہا رہ گئے تو آپ کو خیام حسینی میں بلایا گیا۔ جب آپ تشریف لائے تو جناب زینبؑ نے عرض کیا۔ بھیا اس شیر خوار کی حالت دیکھئے تیسرا دن ہے کہ اس طفل شیر خوار کو پینے تک کو کچھ نہیں ملا۔ حضرتؑ نے بہن سے بچہ کو لیا اور عبا کے دامن میں چھپایا اور فوج یزید کے سامنے آئے۔

آپؑ نیم جاں بچے کو لے کر اس طرح مقتل کی طرف چلے کہ عبا کے دامن سے منہ ڈھانپ دیا تاکہ دھوپ کی شدت سے بچا سکیں۔ اس وقت مادر جناب علی اصغرؑ بہت بے چین تھیں کیونکہ آپ جانتی تھیں بچہ دشمنوں کے درمیان جا رہا ہے اور آپ کو یہ خیال بھی پریشان کر رہا تھا کہ مقتل میں جو بھی گیا واپس نہیں آیا۔ ماں کا دل تھا تیز گرمی اور لو کا تصور بھی دل کو تڑپا رہا تھا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام میدان کارزار میں آئے تو دشمن سمجھے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام قرآن لائے ہیں۔ تاکہ قرآن کا واسطہ دے کر امان طلب کریں لیکن حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہاتھوں پر قرآن ناطق تھا، جس کی زبان خشک ہو چکی تھی اور شدت پیاس سے چہرہ پر موت کے آثار نمایاں تھے۔ جب حضرتؑ نے جناب علی

اصغرؑ کے چہرے سے عبا کا دامن ہٹایا تو اعدا نے دیکھا کہ ایک پھول ہے جو قلت آب سے کملا رہا ہے۔ یہ ایک چاند کا ٹکرا تھا جو بادلوں سے باہر تھا۔ حضرت قوم اشقیاء سے مخاطب ہوئے۔ ''تم میں سے کوئی مسلمان ہے۔ دیکھو میں اپنے ششماہے بچے کو پانی پلانے لایا ہوں اس کی ماں کا دودھ خشک ہو چکا ہے۔ اس کی زبان سوکھ گئی ہے، خدا کا واسطہ اسے پانی پلا کر اس کی جان بچالو، تمہاری نگاہ میں اگر میں گناہ گار ہوں تو یہ بچہ تو معصوم ہے۔ اگر تم سمجھتے ہو پانی میں پی لوں گا تو تم ہی پلا دو۔'' اس کے بعد حضرت نے جناب علی اصغرؑ سے فرمایا بیٹا تم اپنا حال خود بیان کر دو۔ شیر خوار علی اصغرؑ نے اپنی سوکھی ہوئی زبان خشک ہونٹوں پر پھیری یہ منظر ایسا دردانگیز تھا کہ لشکر میں کہرام مچ گیا۔ پتھر دل دشمن رو دیئے پسر سعد نے جب یہ دیکھا کہ معصوم بچے نے اپنی پیاس کا اظہار کر کے انقلاب برپا کر دیا ہے تو گھبرا گیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت پر آمادہ ہو جائیں، فوراً حرملہ ابن کاہل ازدی کو حکم دیا کیا دیکھتا ہے۔ اقطع کلام الحسین۔ حسین علیہ السلام کے کلام کو قطع کر دے۔ حرملہ نے تیر سہ شعبہ جناب علی اصغرؑ کی طرف پھینکا جو خطا ہوا اس ملعون کا تیر کبھی خطا نہیں جاتا تھا۔ جب تین تیر اس کے خطا گئے تو عمر سعد نے کہا۔ اے حرملہ آج تجھے کیا ہو گیا کہ ایک بچہ کو نشانہ نہیں بنا سکتا۔ حرملہ نے تیر سہ شعبہ جو زہر سے بجھا ہوا تھا پھینکا جس نے گلوئے جناب علی اصغر کو نحر کیا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے بازو کو بھی چھید دیا۔ اس وقت حضرتؑ نے انا للہ و انا الیہ راجعون رضا بقضاءہ و تسلیماً لِامرہ۔ فرمایا اور بچے کو سینے سے لگا لیا اور جناب علی اصغرؑ کا خون اپنے چلو میں بھر کر آسمان کی طرف پھینکنا چاہا عرش سے آواز آئی یہ خون ناحق ہے عرش پر نہ پھینکئے ورنہ قیامت تک کے لیے بارش کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا، اس کے بعد آپ نے چاہا یہ خون زمین کی طرف پھینک دیں، تو ادھر سے آواز آئی، مولا اگر ایک قطرہ زمین پر اس معصوم کے خون کا گرا تو قیامت تک ایک دانہ بھی نہ اگے

گا۔ آخر آپ نے یہ خون اپنے چہرہ مبارک پر مل لیا۔ اور فرمایا میں اسی طرح اپنے جد رسول اللہ کی خدمت میں پہنچوں گا۔ حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ ایک قطرہ بھی اس خون کا زمین پر نہیں گرا۔ سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ لکھتے ہیں جب تیر سے حضرت علی اصغرؑ شہید ہو گئے تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنا ہاتھ حضرت علی اصغرؑ کے گلوئے اقدس کے نیچے رکھا اور جب ہاتھ خون سے بھر گیا تو یہ خون آسمان کی طرف رجوع کیا۔

جناب علی اصغرؑ کی شہادت کے باب میں صاحب ناسخ التواریخ لکھتے ہیں جناب علی اصغرؑ بچن کی عمر چھ ماہ سے زیادہ کی نہ تھی۔ بھوک اور پیاس کی شدت سے رو رہے تھے اور خیمہ سے آہ وبکا کی آوازیں بلند تھیں۔ مادر جناب علی اصغرؑ کا دودھ شدت عطش سے خشک ہو گیا تھا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے بچہ کا یہ حال دیکھ کر فرمایا۔ ''میرے بچہ کو میرے سپرد کرو تا کہ اس کو بھی وداع کروں'' اور فرمایا ''اس کی حالت پر افسوس ہے جس کے دشمن بروز قیامت تیرے جد امجد محمد مصطفیٰ ہوں گے۔'' پھر حضرت امام حسین علیہ السلام بچہ کو لے کر صف اعدا کے سامنے آئے، اور کوفیوں سے خطاب کیا۔ ''اے گروہ آل ابوسفیان اگر مجھ کو گناہ گار سمجھتے ہو تو اس بچہ کا تو کوئی قصور نہیں ہے، اس کو تو پانی پلا دو کیونکہ اس کی ماں کا دودھ شدت عطش سے خشک ہو گیا ہے۔'' حضرت کی بات کا کسی نے جواب نہ دیا حرملہ ابن کاہل اسدی نے اس بچہ کی طرف ایک ایسا تیر پھینکا جو جناب علی اصغرؑ کے گلے پر لگا اور خون جاری ہوا۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا

''اے پروردگار اس بچہ کے خون ناحق کو ناقہ صالح کے خون سے کم نہ قرار دے۔''

روضۃ الصفاء کے موافق حضرت علی اصغرؑ کی شہادت پر حضرتؑ نے فرمایا۔ ''خداوندا مجھے اس مصیبت پر صبر عطا فرما''۔ ابومخنف نے لکھا ہے کہ حضرت علی اصغرؑ کی عمر چھ ماہ تھی، حضرت چھوٹی سی لاش لیے ہوئے آرہے تھے اور خون حضرت امام

حسین علیہ السلام کے سینے پر بہہ رہا تھا اور آپ فرما رہے تھے۔ ''اے میرے پروردگار مجھے تنہا نہ چھوڑ ان لوگوں کے درمیان جو انصاف کے منکر ہیں ان لوگوں نے ہمیں لاچار کر دیا اور یہ اپنے افعال سے یزید کو خوش کر رہے ہیں۔ میرے تمام رفقاء شہید ہو گئے ہیں اور یہ حالت بے کسی میں خون آلودہ ہیں''۔

جب حضرت امام حسین علیہ السلام چھ ماہ کے شیر خوار کی لاش ہاتھوں پر لیے ہوئے درخیمہ پر تشریف لائے تو غم واندوہ کی آندھیوں میں آپ یک وتنہا تھے۔ آپ نے آخری قربانی بارگاہ ایزدی میں اس طرح پیش کی تھی کہ ہر شہید خود چل کر مقتل تک گیا تھا لیکن جناب علی اصغر حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہاتھوں پر مقتل تک گئے تھے اور جب حضرت علی اصغر حرملہ کے تیر سہ شعبہ سے نحر ہو گئے تو اب لاشہ ہاتھوں پر لیے ہوئے نزدیک خیمہ چاہتے ہیں کہ ماں کو آواز دیں لیکن خیال آیا کہ وہ ماں جس نے بڑی آرزوؤں کے ساتھ بچے کو بھیجا تھا کہ شاید پانی مل جائے، اب جناب علی اصغر کو اس حال میں دیکھ کر ماں پر کیا گزرے گی۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام بچہ کو اپنے ہاتھوں پر لیے کبھی آگے بڑھتے تھے اور کبھی پیچھے ہٹتے تھے۔ سات مرتبہ آپؑ درخیمہ سے اسی طرح آگے بڑھ کر ہٹ جاتے تھے۔ آپ یہی فکر فرما رہے تھے کہ اگر ماں کو فرزند کا آخری دیدار کرائے بغیر دفن کرتے ہیں تو وہ ساری عمر اس خیال سے تڑپتی رہیں گی کہ بچہ کی صورت بھی نہ دیکھی، آپ نے درخیمہ پر آواز دی۔ رباب بچے کو لے لو، جناب رباب اس امید پر آگے بڑھیں کہ جناب علی اصغرؑ کی پیاس بجھ گئی ہوگی اس لیے کہ میرا لال شیر خوار ہے، اس پر تو ضرور کسی کو رحم آیا ہوگا۔ لیکن جب بچہ کو ہاتھ پھیلا کر لیا اور گلے پر نظر پڑی تو آپ کی چیخ نکل گئی اور چہرہ پر مردنی چھا گئی روتی جاتی تھیں اور بین کرتی تھیں۔ ہائے میرے شیر خوار کو ظالموں نے نحر کر دیا۔ آپ اپنے لال کو بوسے دے رہی تھیں اور خون منہ اور گلوئے شیر خوار کا پونچھتی جاتی تھیں اور بین وگریہ اس

وقت شدت سے کرتی تھیں، اپنا منہ اپنے نور نظر کے منہ پر رکھ کر نوحہ دل خراش کرتی تھیں۔ میرے شیر خوار پر رحم نہ کیا اور تشنہ لب تیر ستم سے نحر کیا۔ بیٹا ماں اب تمہیں کہاں تلاش کرے، بیٹا چھ مہینے کے سن میں روٹھ گئے۔ ہائے افسوس میرا بچہ جو ابھی گھٹنیوں بھی نہیں چل سکتا تھا اعدا نے اس کا بھی لحاظ نہ کیا۔

اس وقت ستم رسیدہ بیبیاں حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس آ کر جمع ہو گئیں اور جناب علی اصغرؑ کو اس حال میں دیکھا تو کہرام مچ گیا۔ حضرت ام کلثوم نے شیر خوار کو لے کر اپنے سینے سے لگایا اور اپنا گلا اس معصوم کے گلوئے ناز پر رکھ کر اس قدر روئیں کہ آنسو بہہ کر تین دن کے پیاسے علی اصغر پر گرے۔

جناب ام کلثومؑ یہ نوحہ پڑھ رہی تھیں۔ ''میرا دل اس پیاسے نونہال پر افسردہ ہے، جسے دودھ چھوٹنے سے قبل ہی دشمنوں نے تیر ستم سے شہید کر دیا۔ ابھی یہ بچہ تھا کہ اسے خون اگلوا دیا، میرا دل اس پر ہمیشہ مبتلائے غم رہے گا ان ظالموں نے اس کے ماں باپ کا دل اس غم میں فگار کر دیا۔ لعینوں نے انتقام لینے کے لیے اسے تیر مارا۔''

حمید بن مسلم کہتا ہے میں نے اپنے گرد کھڑے ہوئے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ معظمہ جو اس قدر گریہ کناں ہیں یہ کون ہیں۔ ان لوگوں نے بتایا یہ ام کلثومؑ ہیں اور جو بی بی ان کے قریب کھڑی ہیں سکینہؑ، رقیہؑ اور زینبؑ ہیں یہ دیکھ کر حمید بن مسلم برداشت نہ کر سکا اور وہاں سے چلا گیا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام چاہتے تھے کہ لاش جناب علی اصغرؑ پامال ہونے سے بچ جائے، اس لیے ذوالفقار سے ننھی سی قبر کھودی اور ایک دفعہ نہر کی طرف رخ کر کے آواز دی۔ ''بھیا عباسؑ'' آپ اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے اور فرزند کو قبر میں لٹا دیا۔ اسی طرح جب جناب رسول خدا اپنے فرزند جناب ابراہیم کو دفن کر رہے تھے تو آپؐ نے اپنے بھائی امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کو آواز دی تھی اور مولائے کائنات نے حضورؐ

کے فرزند کی لاش اپنے ہاتھوں پر اٹھائی ہوئی تھی لیکن کربلا میں یہ وقت حضرت امام حسین علیہ السلام پر کتنا سخت تھا کہ بھائی کو آواز دی لیکن بھائی حق وفا ادا کرتے ہوئے بازو کٹائے لب فرات سو رہے تھے۔

لعینوں نے جب شہیدوں کے سر تن سے جدا کیے اور ان کی گنتی کی تو ایک سر کم تھا ایک نیزہ بردار دستہ لاش جناب علی اصغرؑ کی تلاش میں زمین پر نیزے مارتا ہوا آگے بڑھا اتنے میں یہ قیامت کا منظر رونما ہوا کہ جناب علی اصغرؑ کی لاش نیزہ پر تھی ہر شہید کا سر نیزہ پر بلند ہوا لیکن جناب علی اصغرؑ وہ مظلوم ہیں کہ آپ کا پورا جسم نیزہ پر تھا۔

....

امام حسین علیہ السلام کے اعوان و انصار

حضرت حر علیہ السلام کی آمد

حضرت امام حسین علیہ السلام نے تین بار خطبات سے دشمنوں کو سمجھانے کی کوشش کی حضرت حرُ پر اس کا بہت اثر ہوا۔ جب آپ نے دیکھا لشکر عمر سعد جنگ کی تیاری میں مصروف ہے اور تمام لشکر حضرتؑ کے قتل کے در پے ہے تو آپ کے ضمیر نے آواز دی حق کا ساتھ دیا جائے۔

حضرت حرؓ نے عمر ابن سعد کے پاس جا کر کہا تجھے شرم نہیں آتی کہ حسین علیہ السلام جیسی عظیم الشان شخصیت سے جنگ کر رہا ہے یہ سنکر وہ لعین کہنے لگا خدا کی قسم ہم نہ صرف جنگ کریں گے بلکہ ان کے سر اور ہاتھوں کو بدن سے جدا کریں گے۔ حضرت حرؓ نے کہا ایک بار تم اپنے فیصلے پر غور کر لو۔ عمر سعد کہنے لگا تمام تر اختیارات حکومت کو حاصل ہیں حضرت حرؓ نے بہت سمجھانے کی کوشش کی لیکن یہ باز نہ آیا۔

جب حضرت حرؓ کو یہ یقین ہو گیا کہ لشکر عمر سعد پوری طرح آمادہ جنگ ہے تو ان کا چہرہ زرد ہو گیا اور دل کا اضطراب چہرہ سے عیاں تھا۔ کسی نے کہا اے حرؓ تمہارا یہ کیا حال دیکھ رہا ہوں۔ اگر مجھ سے کوئی کسی بہادر کا نام پوچھتا تو میں تمہارا ہی نام لیتا۔ حضرت حرؓ نے کہا ”میں اس وقت اپنے کو جہنم اور بہشت کے درمیان پا رہا ہوں“۔

حضرت حرؓ نے گھوڑے کو مہمیز کیا اور خیمہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف روانہ ہوئے۔ تاریخ طبری میں مرقوم ہے۔ ”حضرت امام حسین علیہ السلام کے وعظ و نصیحت کا حضرت حرؓ پر بہت اثر ہوا یہاں تک کہ ابن سعد کے پاس جا کر اس کا آخری ارادہ معلوم کیا پھر اپنے گھوڑے کو ایڑ دی اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے“۔

جب حضرت حرؓ خیام حسینی کے قریب پہنچے تو تسبیح و تقدیس کی آوازیں سنائی دیں

تو ایمان کی حرارت بڑھنے لگی۔ آپ کی بےچینی میں اس وقت اور زیادہ اضافہ ہوا جب خیموں سے العطش العطش کی آوازیں سنائی دیں۔ آپ حضرتؑ کی خدمت میں اس طرح حاضر ہوئے کہ ہاتھ بندھے ہوئے تھے اور منہ چھپائے ہوئے تھے آپ نے ہاتھوں پر تلوار رکھی اور معافی کی درخواست کی۔ اس کے ساتھ ہی حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہاتھوں اور قدموں کو بوسہ دیا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا بھیا عباسؑ، حرؑ کے استقبال کیلئے بڑھو ساتھ ہی یہ بھی فرمایا! اے حرؑ تم ایسے وقت آئے ہو کہ میں تمہیں پانی بھی نہیں پلا سکتا۔

جناب زینبؑ کو جب حرؑ کی آمد کی خبر ہوئی کہ ناصر و مددگار بن کر آئے ہیں تو آپ نے دعائیں دیں اور حرؑ کو سلام بھیجا تو حضرت حرؑ نے اپنا منہ پیٹ لیا۔ جب حضرت حرؑ نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے کہا میں معافی کا خواستگار ہوں تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا ''نہ صرف تمہاری توبہ قبول ہوئی بلکہ روز قیامت تم آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مقام پاؤ گے۔ طبری کے مطابق حضرت امام حسین علیہ السلام نے حرؑ کو معافی دے کر جنت کی بشارت دی۔ ''الدمعۃ الساکبہ'' میں ہے کہ جب جناب حرؑ خدمت حضرت امام حسین علیہ السلام میں آئے تو ان کے ساتھ آپ کے فرزند بھی تھے۔

مقتل ابی مخنف کے موافق حضرت حرؑ نے اپنے بیٹے سے کہا اے فرزند مجھ میں خدا کے عذاب اور جہنم کی آگ برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے اگر ہم نے حضرت امام حسین علیہ السلام کا ساتھ نہیں دیا تو کل رسولؐ اللہ کو اپنا مخالف بنائیں گے کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرتؑ کس طرح مدد طلب کر رہے ہیں اور کوئی فریاد کا سننے والا نہیں۔ بیٹا آؤ حضرت کی طرف چلیں اور ان کی حفاظت کی خاطر دشمن سے لڑیں شاید اس عمل سے ہمیں شہادت کی سعادت حاصل ہو جائے بیٹے نے کہا ہم دل و جان سے رضامند ہیں۔ اس طرح حضرت حرؑ اپنے فرزند کے ہمراہ خدمت امام حسین علیہ السلام میں حاضر ہوئے۔

"مقتل لہوف" اور "بحار الانوار" میں یہ روایت منقول ہے کہ قرۃ کا بیان
کہ جب حضرت حرؑ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف بڑھنا شروع کیا تو مہاجر بن
اوس بن ریاحی نے پوچھا اے حرؑ کیا لشکر حسین علیہ السلام پر حملہ کرنا چاہتے ہو حضرت حرؑ نے
اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے دیکھا کہ حرؑ کا سارا بدن کانپ رہا ہے۔ میں نے کہا
حرؑ تم کو کیا ہو گیا ہے۔ کیا تم لڑائی کے خوف سے کانپ رہے ہو۔ میں نے تمہاری یہ
حالت تو کسی معرکہ میں نہ دیکھی جو اس وقت دیکھ رہا ہوں اور مجھ سے اگر کوئی پوچھتا
کہ کوفہ میں سب سے زیادہ بہادر کون ہے تو میں تمہارے سوا کسی اور کا نام نہ لیتا۔
نہیں معلوم اس وقت تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ حضرت حرؑ نے کہا۔ اے مہاجر بن اوس
اس وقت بہشت اور جہنم دونوں میرے سامنے ہیں سوچتا ہوں دونوں میں سے کسے
اختیار کروں قسم بخدا میں بہشت کے سوا کچھ اور اختیار نہ کروں گا۔ چاہے میرا بدن
ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے اور آگ میں جلایا جاؤں یہ کہہ کر حضرت امام حسین علیہ السلام
کی طرف روانہ ہو گے۔

شہادت حضرت حر علیہ السلام

روضۃ الشہداء کے مطابق جب حضرت حرؑ نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے اذن
جہاد چاہی تو حضرتؑ نے فرمایا "اے حرؑ تم ہمارے مہمان ہو صبر کرو کہ کوئی دوسرا جائے"
جب حضرت حر نے بہت اصرار کیا تو آپ کو اجازت دی بقول ابو اسحٰق اسفرائنی جب
حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت حرؑ کو اجازت دی تو فرمایا "اے حر خدا تمہارے اس
جذبے کی قدر کرے"۔
اجازت ملنے کے بعد حضرت حرؑ در خیمہ پر آئے اور کہا "السلام علیکن یا
اھل بیت نبوۃ"۔ اے عترت خدا میں وہی مجرم ہوں جو دوران سفر خوف زدہ کرتا رہا

اور یہاں لایا۔ میں اپنی خطاؤں پر نادم ہوں میں آپ کے در پر معافی کی بھیک مانگنے آیا ہوں، میں اپنے آقا حضرت امام حسین علیہ السلام سے رن میں جانے کی اجازت لے چکا ہوں، آپ سے بخشش کی دعا کرتا ہوں۔ خدارا میری تقصیر معاف فرمایئے۔ اے! بنت علی درگاہ حضرت فاطمہ زہراؑ میں میری شکایت نہ کیجیے گا۔ حر کا یہ کلام سن کر خیام اہل بیت میں نالہ وفغاں کی صدائیں بلند ہوئیں تو حضرت حر نے بے اختیار اپنے منہ پر طمانچے مارتے ہوئے کہا۔ "کاش میں گونگا ہوتا اور آپ کے در پر یہ باتیں نہ کرتا جس کو سنکر آپ کو صدمہ پہنچا" روایت کے مطابق اہل بیت حسین علیہ السلام کے خیام سے حر کے لیے دعائیہ کلمات کی صدائیں بلند ہوئیں۔ صاحب صواعق محرقہ لکھتے ہیں حر اس وقت میدان میں آئے جس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام کے پچاس رفقاء شہید ہو چکے تھے۔ ابو مخنف کے موافق حضرت امام حسین علیہ السلام سے اجازت ملنے کے بعد جب حضرت حر میدان کارزار میں آئے تو فرمایا۔ "اے اہل کوفہ اے دغابازوں اور مکاروں تم نے خطوط بھیج کر حضرت امام حسینؑ کو بلایا کہ تم ان کی مدد کرو گے لیکن جب حضرتؑ تمہارے پاس تشریف لائے تو تم لوگوں نے ان سے بے وفائی کی اور ان پر ظلم کیا اور ہر طرف سے انہیں گھیر لیا، تم لوگوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے اہل بیت کو اتنی وسیع اور عریض زمین پر کسی بھی سمت جانے سے روکا وہ یک وہ تنہا تمہارے نرغہ میں ہیں حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے اہلبیت پر پانی بند کر دیا ہے تم نے اپنے نبیؐ کے اہل بیت اور ذریت کے ساتھ بہت برا سلوک کیا۔ خدا تم کو روز قیامت پیاس کی شدت میں سیراب نہ کرے"۔ یہ فرمانے کے بعد حضرت حرؑ نے دنیا کی بے وفائی پر بہت گریہ کیا۔ اور یہ رجز پڑھتے ہوئے میدان جنگ کی طرف بڑھے۔ "میں حر ہوں اور مہمان نوازی میں مشہور ہوں، میں تمہاری گردنوں سے اپنی تلوار کو لہو پلاؤں گا۔ میں اس شخصیت کی طرف سے جو اس بلند زمین میں تمام اترنے والوں سے افضل ہیں میں

تم کو ہلاک کروں گا اور ہرگز کچھ خوف نہ کروں گا۔"

روضتہ الشہداء کے مطابق ابن سعد نے صفوان بن حنظلہ کو جو ایک نامی گرامی سوار تھا اس کو اس ہدایت کے ساتھ بھیجا کہ حضرت حرؓ کو سمجھا بجھا کر واپس لے آئے اور اگر وہ نہ مانیں تو ان کو قتل کر دے۔ صفوان ظاہری شان سے سامنے آیا۔ حضرت حر نے اسے دیکھ کر کہا "صفوان تیری ہنر مندی اور عقلمندی سے عجب ہے کہ تو یزید کے نسب اور ناپاکی کو جانتے ہوئے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی پاکیزگی اور پاک زادگی سے واقف ہو کر آمادہ جنگ ہے۔ صفوان نے کہا۔ میں سب کچھ جانتا ہوں اور ابن زیاد بھی واقف ہے لیکن مال و دولت اور جاہ یزید کے پاس ہے۔ ہم لوگ سپاہی ہیں ہمیں گھوڑا، اسلحہ، مرتبہ اور منصب درکار ہے، تقویٰ و طہارت علم و فضیلت سے کیا فائدہ حضرت حر نے کہا "تو حق کو پہچان کر اسے چھپاتا ہے" اس کے بعد جب یہ مدمقابل ہوا تو حضرت حر کا نیزہ صفوان کا سینہ چیر گیا تو صفوان کے تین بھائیوں نے ایک ساتھ حضرت حر پر حملہ کیا۔ حضرت حر نے سامنے والے کو زمین سے اٹھایا اور ایسا پٹخا کہ وہ پھر نہ اٹھ سکا۔ دوسرے کو تلوار سے قتل کیا، تیسرا جب بھاگنے لگا تو آپ کے سنان نیزہ نے اسے چن لیا۔ حضرت حر کی یہ جرأت دیکھ کر کسی میں تنہا مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی۔

حضرت حر جب دشمن کے لشکر کے درمیان پہنچے تو شجاعت کا ایسا مظاہرہ کیا کہ لشکر کو درہم برہم کر دیا آپ داد شجاعت لے رہے تھے کہ آپ کا گھوڑا پے ہو گیا تو آپ ثابت قدمی کے ساتھ پیادہ جنگ میں مصروف ہو گئے۔

ابو مخنف نے لکھا ہے کہ یزید بن سفیان تمیمی نے جب حضرت حر کو لشکر عمر بن سعد سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف جانے کی خبر سنی تھی تو اس نے کہا تھا قسم بخدا اگر میں حر کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف جاتے ہوئے دیکھ لیتا تو ضرور ان کو

نیزہ مارتا۔ جب حضرت حر کا گھوڑا دوران جنگ شدید زخمی ہو گیا اور آپ پیادہ جنگ کر رہے تھے اس وقت حصین بن تمیم تیمی نے یزید بن سفیان تیمی سے کہا تجھے حر سے لڑنے کی بڑی آرزو تھی، جا اب مقابلہ کر یہ سن کر یزید بن سفیان بڑھا اور حضرت حر سے کہا اب میرے مقابلہ پر آؤ۔ حضرت حر اس سے مقابلہ کو بڑھے۔ حصین کا بیان ہے میں یہ دیکھ ہی رہا تھا کہ حر نے آنِ واحد میں اس کا کام تمام کر دیا۔

ابو مخنف نے ایوب بن مشرحی سے روایت کی ہے کہ حر میدان میں گھوڑا دوڑا رہے تھے اور لشکر پر حملہ کر رہے تھے کہ میں نے ان کے گھوڑے کو تیر مارا گھوڑا تیورا کر مع حر زمین پر گرا اور حر اس وقت اس سے الگ ہو گئے اور ہاتھ میں تلوار لیے ہوئے مثل شیر لڑتے رہے۔ ایوب بن مشرحی کہتا ہے۔ اس وقت حضرت حر کی تلوار ہر طرف متحرک تھی اور یہ شعر ان کی زبان پر تھا "اگر تم نے میرا گھوڑا بیکار کر دیا تو کیا ہوا۔ میں شریف باپ کا بیٹا ہوں اور خوفناک شیر سے زیادہ بہادر ہوں۔"

جب حضرت حر زخموں سے چور ہو کر زمین پر گرے تو حضرت امام حسین علیہ السلام کو آواز دی حر کی آواز سن کر حضرت تیزی سے ان کی طرف بڑھے جب حضرت حر کے سرہانے پہنچے تو سر اٹھا کر زانوے اقدس پر رکھا۔ حر کے سر کو معراج ملی۔ اس وقت حضرت حر کی پیشانی سے خون جاری تھا۔ حضرتؑ نے ایک رومال پیشانی پر باندھا اور فرمایا "اے حر تمہاری ماں نے تمہارا کتنا اچھا نام رکھا تھا بیشک تم دنیا میں بھی حر ہو اور آخرت میں بھی۔" حضرت امام حسین علیہ السلام نے حر کے رومال باندھا گویا بتا رہے تھے کہ اے حر میں تمہیں کفن تو نہیں دے سکتا لیکن میں یہ رومال باندھ رہا ہوں۔ اے حر آپ بڑے خوش نصیب ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی مادر گرامی جناب فاطمہ زہراؑ کے ہاتھ کا رومال آپ کی پیشانی پر باندھا۔

صاحب روضۃ الصفا کی روایت کے مطابق حضرت حرؓ نے چالیس سوار اور

پیادوں کو قتل کیا اس کے بعد آپ شہید ہوئے۔ ابو اسحق اسفرائنی نے حضرت حرؑ کے ہاتھوں مارے جانے والوں کی تعداد پانچ سو بتائی ہے۔ روضۃ الاحباب کے مطابق حضرت حرؑ کو قصور ابن کنانہ نے شہید کیا۔ ارشاد میں ہے کہ ایوب مسرح نے ایک کوفی کی مدد سے شہید کیا۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے سر الشہادتین میں لکھا ہے کہ حضرت حرؑ کی شہادت کے ساتھ ان کے برادر، بیٹا اور غلام شہید ہوئے۔

علی بن الحرؑ الرّیاحی

کاشفی کے موافق جب حضرت حرؑ شہید ہو گئے تو علی بن حرؑ کے دل میں محبت پدری نے جوش مارا اور عقل نے جذبہ شہادت کو ابھارا علی بن حرؑ کے دل ودماغ میں اضطراب پیدا ہوا اور گھوڑے کو پانی پلانے کیلئے ظاہر کرتے ہوئے لشکر عمر ابن سعد کو چھوڑ کر حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف رخ کیا۔ جب چلے حضرت حرؑ شہید کے قدموں سے اپنی آنکھوں کو ملا جب حضرتؑ کی خدمت میں آئے تو آپ کی قدم بوسی کی اور اجازت طلب کر کے میدان میں آئے۔ ایسی جنگ کی کہ دشمن کو حیران کر دیا۔ یہاں تک کہ دشمنوں کو قتل کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔

حجر بن حر علیہ السلام

ابو اسحق اسفرائنی نے حضرت حرؑ کے فرزند حجر بن حرؑ کی شہادت کے بارے میں لکھا ہے کہ ابن سعد کے لشکر سے ایک سوار نکلا اور حضرت امام حسین علیہ السلام سے کہا "اے ابو عبداللہ میں حجر بن حرؑ ہوں، میں آپؑ کے سامنے شہید ہونا چاہتا ہوں۔ حجر بن حرؑ نے ابن سعد کی فوج پر حملہ کیا اور لڑتے لڑتے ایک سو بیس سپاہی قتل کر دیئے یہاں تک کہ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے اور اپنے خالق حقیقی سے جا ملے حضرت حرؑ نے اپنے فرزند کی شہادت

پر فرمایا شکر ہے اللہ کا جس نے میرے بیٹے کو شہادت کا درجہ عطا کیا۔ اس کے بعد حضرت حرؓ نے کہا مولا میرا بیٹا آپ کے سامنے شہید ہوا، اب میں بھی آمادہ شہادت ہوں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اے حر ٹھہرو میں تمہارے فرزند کی لاش لاتا ہوں یہ کہہ کر آپؑ نے مخالفین پر حملہ کیا اور آٹھ سو مخالفین کو قتل کیا اور حجر کی لاش خیمہ کے سامنے اٹھالائے۔ مائتیں کی روایت کے مطابق حضرت حر لشکر عمر سعد سے نکل آنے کے بعد حجر بن حر بھی لشکر عمر سعد سے نکل آئے اور حضرت امام حسین علیہ السلام سے دشمن سے جنگ کی اجازت طلب کی اور لشکر سعد پر حملہ کیا گھمسان کی جنگ ہوئی ایک سو بیس دشمنوں کو قتل کر کے شہید ہوئے۔ ان کی شہادت کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام نے چاہا کہ ان کی لاش اٹھائیں مگر دشمنوں نے مزاحمت کی بالآخر آٹھ سو دشمنوں کو قتل کر کے حجر بن حر کا لاشہ خیمہ تک لے آئے۔

ابو مخنف نے جناب حرؓ کے فرزند کا نام لئے بغیر اس طرح تحریر کیا ہے کہ حضرت حر توبہ کی قبولیت کے بعد اپنے فرزند کو میدان میں لے کر آئے اور بیٹے سے کہا بیٹا! ان ظالموں پر حملہ کرو۔ فرزند حر نے یہ سنتے ہی میدان میں جا کر شدید جنگ کی اور ستر لعینوں کو ہلاک کیا اور مقابلہ کرتے ہوئے شدید زخمی ہو کر شہادت پائی۔ حضرت حرؓ نے بیٹے کی شہادت پر اللہ کا شکر ادا کیا اور فرمایا۔ ''خدا کا شکر ہے کہ اس نے حضرت امام حسین علیہ السلام پر جان قربان کرنے کی سعادت بخشی''۔

جب فرزند حضرت حرؓ کی شہادت ہوئی تو حضرت حرؓ فرزند کی لاش کو اٹھانے میدان میں جانے لگے تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے کہا حر ٹھہر جاؤ، بیٹے کی میت کو باپ نہیں اٹھاتا میں جا رہا ہوں حضرت فرزند حرؓ کے سرہانے تشریف لائے اور اپنے زانو پر سر رکھا اور نہایت رنج و غم کے عالم میں سر پر دست شفقت پھیرا۔

حضرت حرؑ کے بھائی کی شہادت

روضۃ الشہدا میں حضرت حرؑ کے بھائی جن کا نام مصعب تھا، ان کی شہادت کا ذکر ملتا ہے۔ آپ حضرت حرؑ کے ساتھ خدمت حضرت امام حسین علیہ السلام میں آئے اور لشکر اعدا پر حملہ کیا اور نہایت بہادری سے جنگ کی اور کئی لعینوں کو ہلاک کیا اور شہادت کا شرف حاصل کیا۔

حضرت حرؑ کے غلام کی شہادت

ریاض الشہادت میں حضرت حرؑ کے غلام قرۃ کی شہادت کا بیان ہے۔ حضرت حرؑ کے غلام قرۃ حضرت حرؑ کے ساتھ خدمت امام میں آئے اور نصرت حضرت امام حسین علیہ السلام میں میدان کارزار میں جا کر کئی اعدا کو قتل کیا اور شہادت پائی۔

ابو ثمامہ عمر وصیداوی علیہ السلام

جناب ابو ثمامہؓ کا نسب نامہ صاحبان سیر و تاریخ نے اس طرح لکھا ہے۔ ابو ثمامہ عمرو بن عبداللہ بن کعب الصامد بن شرجیل بن شراحیل بن عمرو بن حیثم بن حاشد بن حشم بن حیرون بن عوف بن ہمدان ہمدانی صامدی۔

جناب ابو ثمامہ کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔ آپ محبان اہل بیتؑ میں بڑی عظمت اور وقار کے حامل تھے آپ حضرت امیر المومنین علی ابن طالب علیہ السلام کے اصحاب خاص میں تھے۔ آپ نہایت شجاع اور اچھے شہسوار تھے۔ ہتھیاروں کی شناخت میں آپ کو بہت دسترس حاصل تھی۔ آپ حضرت امیر المومنین کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک رہے، جب حضرت امیر المومنین علی ابن طالبؑ کی شہادت ہوئی تو

آپ حضرت امام حسنؑ کی مستقل خدمت میں رہے۔ آپ کے بعد کوفہ میں مقیم ہو گئے۔

جب یزید تخت نشین ہوا تو ہر طرف ظلم و جور کا راج شروع ہو گیا اور کوفہ کے حالات عوام الناس کے لئے نا قابل برداشت ہو گئے تو آپ نے ایک خط کے ذریعہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ حضرت کوفہ تشریف لائیں اور لوگوں کے ناصر و مددگار بن جائیں۔ جب حضرت مسلم بن عقیل کوفہ میں تشریف لائے تو جناب ابو ثمامہ ان کے ساتھ شامل ہو گئے جب اہل کوفہ نے حضرت مسلم کا ساتھ چھوڑ دیا تو آپ نے روپوشی اختیار کر لی۔ ابن زیاد نے انہیں بہت تلاش کیا لیکن اپنی کوشش میں ناکام رہا۔

حضرت ابو ثمامہؓ، حضرتؑ کی نصرت کیلئے کوفہ سے روانہ ہوئے راستے میں ان کی ملاقات حضرت نافع بن جملی سے ہوئی اور دونوں کربلا اور مکہ کی راہ میں کسی منزل پر حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تاریخ طبری میں مرقوم ہے جب ابن سعد کربلا پہنچا تو اس نے کثیر بن عبداللہ جو نہایت مکار و حیلہ ساز اور جنگجو تھا اس کو بلا کر کہا تو جا کر حضرت امام حسین علیہ السلام سے دریافت کر کہ آپ کے یہاں آنے کا کیا مقصد ہے؟ اس نے کہا اگر تو کہے تو میں ان کو قتل کر دوں اور اس پر ابن سعد نے کہا تو صرف ان کے آنے کے مقاصد دریافت کر کے مجھے بتا۔

جب یہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف بڑھنے لگا تو حضرت ابو ثمامہؓ نے اسے آتا دیکھا تو حضرت امام حسین علیہ السلام سے عرض کی مولا یہ بڑا فتنہ پرور، شریر، حیلہ ساز، مکار اور قتال ہے۔ یہ آپؑ کی طرف آ رہا ہے یہ کہہ کر حضرت ابو ثمامہ اسکے قریب آئے اور جب اس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف آنے کا ارادہ کیا تو حضرت ابو ثمامہ نے اس سے کہا پہلے تو تلوار رکھ دے اس کے بعد حضرت کے پاس جانا وہ اس بات پر رضا مند نہ ہوا اور اس نے کہا میں قاصد ہوں اور اس طرح ہتھیار کے بغیر خالی ہاتھ

ہو جاؤں گا اور اگر تمہیں یہ منظور نہیں تو بغیر پیغام پہنچائے واپس چلا جاؤں گا۔ اس پر حضرت ابو ثمامہ نے کہا تجھے جو پیغام دینا ہے حضرتؑ کو دیدے لیکن میں تیری تلوار کا قبضہ اپنے ہاتھ سے پکڑے رہوں گا لیکن وہ اس بات پر بھی راضی نہ ہوا۔ تب حضرت ابو ثمامہ نے کہا۔ پھر ایسا کر جو پیغام دینا ہے مجھے بتادے، میں اس کا جواب لاکر تجھے دے دوں گا لیکن میں اس طرح تجھے حضرتؑ کی خدمت میں نہیں جانے دوں گا۔ کیونکہ تو فاجر و فاسق ہے لیکن وہ کسی بات پر رضامند نہ ہوا اور حضرتؑ کو ابن زیاد کا پیغام پہنچائے بغیر واپس چلا گیا۔ اس کے واپس آنے کے بعد ابن سعد نے قرہ بن قیس تمیمی کو یہ پیغام دیکر روانہ کیا۔

ابو مخنف نے لکھا ہے کہ روز عاشورا جب ہنگام جدال وقتال گرم تھا اور حضرت ابو ثمامہؓ نے دیکھا کہ دوپہر ڈھل چکی ہے اور غروب آفتاب قریب ہے تو حضرت کی خدمت میں عرض کی۔ ''مولا میری جان آپؑ پر فدا ہو اب دشمن آپ کے بہت قریب آچکے ہیں جب تک میں زندہ ہوں کسی کی یہ مجال نہیں جو آپؑ سے تعارض کرے، میری یہ آرزو ہے کہ نماز ظہر آپ کے پیچھے پڑھ کر شہید ہوں''۔

علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں یہ سن کر حضرت امام حسین علیہ السلام نے سر آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا۔ ''خدا تمہیں عبادت گزاروں میں شمار کرے''۔ مقتل ابی مخنف کے مطابق جب نماز ظہر کا وقت آیا تو جناب ابو ثمامہ نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی ''مولا ہم عنقریب شہید ہو جائیں گے نماز کا وقت آپہنچا ہے۔ ہم آپؑ کی ایمان افروز اقتداء میں نماز ادا کریں میرے خیال میں یہ ہماری آخری نماز ہوگی ممکن ہے ادائیگی نماز کے دوران ہی خداوند تعالیٰ کے حضور حاضر ہو جائیں۔'' حضرت امام حسین ؑ نے فرمایا خدا تم پر رحمت نازل فرمائے۔

اس کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت ابو ثمامہ سے فرمایا ''اعداء سے

کہو لڑائی روک لیں تا کہ ہم نماز پڑھ لیں جناب ابوثمامہ نے لشکر اعدا کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا "ہم جتنی دیر نماز پڑھیں جنگ روک دو" اس پر حصین بن تمیم نے کہا تمہاری نماز قبول نہیں ہے یہ سن کر حضرت حبیب ابن مظاہر نے جواب دیا اے بد بخت تجھ جیسے شراب خور کی نماز تو قبول ہو اور نواسہ رسولؐ کی قبول نہ ہو۔

بعد ادائیگی نماز حضرت ابوثمامہؓ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی "مولا اب میری یہ آرزو ہے کہ میں بھی اپنے ساتھیوں سے جا کر مل جاؤں خدا مجھے وہ وقت نہ دکھائے کہ آپ سے دنیا خالی دیکھوں" حضرت امام حسین علیہ السلام نے اجازت دیتے ہوئے فرمایا "تم جاؤ ہم بھی کچھ دیر بعد تم سے آکر ملتے ہیں۔ حضرت ابوثمامہؓ میدان کارزار میں آئے اور نہایت جرأت سے جنگ کرتے رہے ہر مدمقابل سے نہایت بہادری سے مقابلہ کیا۔ یہاں تک کہ زخموں سے چور ہو گئے۔ اس وقت قیس بن عبداللہ صائدی نے آپ کو شہید کیا۔

ضرغامہ بن مالک تغلبی علیہ السلام

آپ کا نام اسحٰق اور لقب ضرغامہ تھا جس کے معنی شیر کے ہیں۔ آپ نہایت شجاع اور دلیر تھے آپ حضرت امیر المومنینؑ کے جانثار صحابی حضرت مالک کے فرزند تھے اور ابراہیم بن مالک کے بھائی تھے۔ اہل بیت پر جانثاری کا جذبہ حضرت ضرغامہ کو وراثت میں ملا تھا۔ آپ نے کوفہ میں حضرت مسلم کے ہاتھ پر حضرت امام حسین علیہ السلام کی بیعت کی جب حضرت مسلم کو کوفہ میں شہید کر دیا گیا تو یہ ابن سعد کے لشکر کے ساتھ کربلا آئے اور حضرت امام حسین علیہ السلام سے آکر مل گئے۔ روز عاشورا حضرت ضرغامہ نہایت شجاعت سے لڑتے ہوئے بعد نماز ظہر شہید ہوئے۔ علامہ دربندی کے موافق آپ نے پانچ سو سواروں کو قتل کیا اس کے بعد شہادت پائی۔

عبدالرحمن بن عبداللہ علیہ السلام

جناب عبدالرحمنؓ کا نسب نامہ صاحبان سیر نے اس طرح بیان کیا ہے۔
عبدالرحمن بن عبداللہ الکذن بن ارحب بن دعام بن مالک بن معاویہ بن صعب بن رومان بن بکیر الہمدانی الارجی۔

حضرت عبدالرحمنؓ تابعین میں سے تھے آپ بڑی عزت وشہرت کے حامل تھے اور شجاعت میں آپ کا بڑا نام تھا۔ جو لوگ کوفے سے حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس خطوط لیکر آئے تھے ان میں حضرت عبدالرحمن بن عبداللہ بھی شامل تھے۔

ابومخنف کی روایت کے مطابق حضرت امام حسین علیہ السلام نے جب حضرت مسلم کو کوفہ روانہ فرمایا تو ان کے ساتھ جناب عبدالرحمن قیس اور عمارہ بن عبید السلولی بھی تھے لیکن بعد میں جناب عبدالرحمنؓ حضرت مسلم کو کوفہ پہنچا کر پھر مکہ معظمہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس آگئے اور مستقل حضرت امام حسینؑ کے ساتھ رہے یہاں تک کہ حضرت کے ساتھ کربلا آئے جب روز عاشور شہادتوں کا سلسلہ شروع ہوا تو آپ نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے اجازت طلب کی اور نہایت بہادری سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔

بحارالانوار میں مرقوم ہے کہ میدان کارزار میں جناب عبدالرحمنؓ بن عبداللہ یہ رجز پڑھ رہے تھے۔ اے قوم اشقیاء میں عبدالرحمنؓ ہوں، میرے باپ عبداللہ اولاد بنی یزن سے ہیں اور دین میرا دین حسن وحسین علیہ السلام ہے۔ میں تمہیں قتل کروں گا۔ میرے وار مثل جوانان یمن کے ہیں، تمہیں قتل کر کے اپنے پروردگار سے نصرت اور فرزند رسول خدا سے نجات کا امیدوار ہوں''۔

عمرو بن خالد الاسدی الصید اوی علیہ السلام

جناب عمرو صیداوی محبان اہل بیت سے تھے۔ آپ ولائے اہل بیت میں کامل اور صاحب معرفت تھے۔ آپ نہایت خلیق اور وفادار تھے ان کا شمار کوفہ کے شرفاء میں تھا۔ جب مسلم بن عقیل سفیر حضرت امام حسین علیہ السلام کوفہ میں تشریف لائے تو جناب عمر وصیداوی حضرت مسلم کے ساتھ تھے لیکن جب اہل کوفہ نے بے وفائی کی اور حضرت مسلم بن عقیل کو شہید کر دیا تو آپ روپوش ہو گئے اور ہر طرح کی مصیبتیں برداشت کیں۔

جب آپ کو یہ خبر ملی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام مکہ سے کوفہ تشریف لا رہے ہیں اور منزل حاجز تک پہنچے ہیں تو اس وقت آپ کے اپنے غلام جن کا نام سعد تھا ان کو اپنے ساتھ لیا اور کوفہ سے حاجز کو روانہ ہو گئے، جب آپ کوفہ سے چلے تو آپ کے ساتھ چار افراد اور بھی شامل ہوئے جن کے نام مجمع الصائدی۔ عائذ بن مجمع، جنادہ بن الحرث اور واضع الترکی ہیں۔ اس طرح عمرو بن خالد اور جناب سعد کو ملا کر کل تعداد چھ بنتی ہے۔ یہ تمام لوگ طرماح بن عدی طائی کے ہمراہ ان کے ہم سفر ہوئے جو اپنے اہل وعیال کے لیے طعام کی فکر میں کوفہ آئے ہوئے تھے۔ طرماح ان کو غیر معروف راستے سے لے کر روانہ ہوئے اور نہایت عجلت اور تیزی سے راہ چلتے رہے کیونکہ ان نگہبانوں کا خوف تھا جو ابن زیاد کی طرف سے جگہ جگہ مقرر کئے گئے تھے تا کہ کوئی ایک جگہ سے دوسری جگہ نہ جا سکے۔ جب یہ لوگ حضرت امام حسین علیہ السلام کے قریب پہنچے تو طرماح بن عدی نے نہایت خوش الحانی سے اشعار پڑھے یہاں تک کہ منزل ہجانات میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں نہایت ادب واحترام سے حاضر ہوئے اور حضرت کو سلام عرض کیا اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا ''قسم بخدا چاہے ہم شہید ہو جائیں اور چاہے فتحیاب ہوں ہم ہر حال میں خدا سے اچھائی کی امید رکھتے ہیں۔

ابو مخنف نے لکھا ہے کہ جب یہ لوگ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے تو حر بن یزید ریاحی جو حضرت کے قافلے کو گھیرے ہوئے تھے۔ جب ان لوگوں کو آتے دیکھا تو حضرت امام حسین علیہ السلام سے کہا مولا' یہ لوگ تو آپ کے ساتھ نہیں آئے تھے لہٰذا میں ان سب کو قید کروں گا یا ان کو کوفہ بھیج دوں گا اس پر حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا یہ ممکن نہیں کہ تم ایسا کرو کیونکہ یہ ہمارے انصار واعوان ہیں۔ اور ہمارے ساتھ ہیں جو حال ہمارا ہوگا وہی انکا بھی ہوگا۔ اور اے! حر تم نے وعدہ کیا تھا کہ جب تک ابن سعد کا حکم نہیں آتا تم ہم سے کسی قسم کا تعرض نہیں کرو گے حرّ نے خدمت امام میں عرض کی۔ اے! مولا یہ لوگ تو آپ کے ساتھ نہیں آئے تھے بلکہ یہ ابھی آئے ہیں، لہٰذا یہ سب اس وعدہ سے استثنا ہیں اس پر حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اے حرّ یہ میرے اصحاب ہیں۔ گویا میرے ساتھ ہیں۔ اگر تو وعدہ خلافی کرے گا تو ہم اس وقت تجھ سے لڑیں گے اس کے بعد حرّ خاموش ہو گئے اور ان لوگوں کے بارے میں کچھ نہ کہا۔

روز عاشور جب لشکر یزید حضرت امام حسین علیہ السلام کے جانثاروں کے سامنے جنگ کرنے پر آمادہ ہوا تو یہ سب محبان حسین علیہ السلام جو طرماح کے ساتھ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں نصرت کیلئے آئے تھے، سب نے ایک ساتھ تلوار کھینچ کر حملہ کیا اور ابن سعد کے لشکر میں گھس گئے، یہاں تک کہ ابن سعد کے لشکر سے لڑتے لڑتے جب یہ لوگ ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے تو ایک بار پھر لشکر ابن سعد پر زخمی حالت میں حملہ کیا۔ اور دیر تک لڑتے رہے یہاں تک کہ ان سب نے ایک ہی جگہ شہادت پائی۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان سب کیلئے رحمت کی دعائیں فرمائی سید ابن طاوس علیہ الرحمہ نے عمرو بن خالد کی شہادت ۔ کے باب میں لکھا ہے کہ بعد شہادت

حضرت جون، عمرو بن خالد صیداوی حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی میں نے محکم ارادہ کیا ہے کہ میں آپ کے جانثاروں میں شامل ہو جاؤں اور آپ کو اہل بیت اطہار کے درمیان بے یارومددگار شہید ہوتے نہ دیکھوں ان کا یہ جذبہ دیکھ کر حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ اے عمرو تم چلو میں کچھ ہی دیر بعد تم سے آملوں گا۔'' حضرت کا یہ کلام سن کر جناب عمرو بن خالد نے لشکر ابن سعد پر حملہ کیا اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

سعد غلام عمرو بن خالد علیہ السلام

ابصار العین کے مطابق سعد عمرو بن خالدؓ اسدی صیداوی کے غلام تھے، آپ باہمت دلیر اور شریف النفس انسان تھے آپ اپنے آقا عمرو کے ساتھ منزل عذیب ہجانات میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔

آپ کی جرأت کا یہ عالم تھا کہ میدان کارزار میں زخمی ہونے کے باوجود لڑتے رہے یہاں تک کہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اپنے آقا عمرو بن خالد کے ساتھ شہادت کے درجہ پر فائز ہوئے۔ آپ کی یہ فضیلت ہے کہ زیارت ناحیہ میں آپ کا ذکر ہے۔

مجمع بن عبداللہ العائذی علیہ السلام

انصار العین کے مطابق مجمع کا نسب نامہ یہ ہے مجمع بن عبداللہ بن مجمع بن مالک بن ایاس بن عبد مناۃ بن عبید اللہ بن سعد العشیرۃ المذحجی العائذی۔

حضرت مجمع کے والد جناب عبداللہ حضرت رسولؐ خدا کے صحابی تھے اور حضرت مجمع حضرت امیر المومنین حضرت علیؑ کے اصحاب میں سے تھے، ان کے بیٹے کا نام عائذ ہے۔ حضرت مجمع اور آپ کے فرزند جناب عائذ حضرت عمرو بن خالد

صیداوی کے ساتھ خدمت حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے روانہ ہوئے تھے اور مقام عذیب ہجانات میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ حر نے ان کو خدمت حضرت امام حسین علیہ السلام میں حاضر ہونے سے روکنا چاہا تھا۔ حضرتؑ کے یہ کہنے پر کہ یہ ہمارے انصار ہیں ان کو حضرتؑ کے قافلہ میں شامل ہونے دیا۔

ابومخنف نے لکھا ہے کہ جب یہ لوگ حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس آئے تو حضرتؑ نے ان سے کوفہ کے لوگوں کے حالات دریافت کئے اور معلوم کیا کہ ان لوگوں کے خیالات اور ارادے کیا ہیں۔ ان لوگوں نے کہا اے مولا ابن زیاد نے کوفہ کے لوگوں کو ڈرا دھمکا کر اور پیسے دے کر سرداروں اور عوام کو آپ کے خلاف کر دیا ہے۔ یہ سب آپ سے آمادہ جنگ ہیں۔ اور عام غریب لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں لیکن تلواریں یزید کے ساتھ ہیں اس کے ساتھ ہی حضرتؑ نے دریافت کیا تمہیں اگر ہمارے قاصد کے بارے میں کچھ معلوم ہو تو بتاؤ۔ اس پر انہوں نے کہا مولا ان کا نام کیا ہے حضرت نے فرمایا ان کا نام قیس بن مسہر ہے۔ جناب قیس کا نام سن کر ان لوگوں نے بتایا حصین بن نمیر نے ان کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس بھیج دیا اور انہیں شہید کر دیا۔ حضرت مجمع بن عبداللہ روز عاشورا اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جنگ کرتے ہوئے ایک ہی جگہ ایک ساتھ شہید ہوئے۔

عائذ بن مجمع بن عبداللہ علیہ السلام

جناب عائذ بن مجمع بن عبداللہ المذحجی الصائدی اپنے والد جناب مجمع اور دوسرے ساتھیوں کے ساتھ حضرت مسلم بن عقیل کی شہادت کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام سے بمقام عذیب ہجانات آ کر ملے حضرت حرؒ نے جب روکنا چاہا تو حضرت

شامل ہو گئے اور منازل طے کرتے ہوئے کربلا پہنچ گئے۔

ان سب نے یہ عزم کیا تھا کہ جب تک زندہ رہیں گے حضرت کی حمایت کرتے رہیں گے روز عاشورا جناب جنادہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ جو مقام عذیب ہجانات سے شامل ہوئے تھے لشکر یزید میں گھس گئے اور نہایت دلیری سے لڑتے رہے یہ جری مسلسل جنگ کر رہے تھے اور یزیدی یلغار پر مسلسل حملے کر رہے تھے یہاں تک کہ ایک ہی جگہ سب نصرت حضرت امام حسین علیہ السلام میں شہید ہوئے۔

ابصار العین میں مرقوم ہے کہ روز عاشور جب لڑائی شروع ہوئی تو جناب جنادہ جو اپنے ساتھیوں کے ساتھ عذیب ہجانات میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ شامل ہوئے تھے یہ سب ایک ساتھ لشکر شام میں گھس گئے اور لڑنا شروع کیا ان سب کو لشکر شام نے گھیر لیا، جب حضرت عباسؑ نے یہ دیکھا تو آپ میدان میں تشریف لائے اور ان سب کو لشکر اعدا کے نرغہ سے نکال لیا۔ ان سب نے حضرت عباسؑ کی خدمت میں عرض کی اب ہم زندہ واپس نہیں جائیں گے اس لئے کہ ہم جب تک زندہ ہیں ان سے لڑیں گے اور پھر لشکر پر حملہ شروع کر دیا اور سخت جنگ کی اور ایک ہی جگہ یہ سب شہید ہوئے۔

واضح الترکی علیہ السلام

جناب واضح الترکی حرث سلیمانی مذحجی کے غلام تھے۔ واضح الترکی بڑے بہادر اور جانثار تھے۔ آپ قاری قرآن تھے۔ حدائق وردیہ کے مطابق آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں اپنے مالک کے فرزند جن کا نام جنادہ تھا ان کے ساتھ عذیب ہجانات کے مقام پر حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ آپ نے پا پیادہ جنگ کی۔ بہادری سے جنگ کرتے رہے اور جب زخمی ہو کر گرے تو

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا یہ ہمارے انصار ہیں حضرت کے سمجھانے پر حضرت حرؒ نے انکو آنے دیا۔

صاحب حدائق کے مطابق عائذ بن مجمع اس پہلے حملے میں شہید ہوئے جو لشکر شام نے کیا تھا صاحب حدائق کے علاوہ دیگر مورخین کا بیان ہے کہ حملہ اولیٰ کے بعد یہ اپنے والد کے ساتھ دوسرے چار لوگوں کے ساتھ ایک ہی جگہ اور ایک ہی وقت میں ایک ساتھ شہید ہوئے۔

جنادہ بن الحرث علیہ السلام

جناب جنادہ بن الحرث المذحجی کا تعلق قبیلہ مذحج کی ایک شاخ سے تھا آپ کوفہ کے رہنے والے تھے۔ آپ حضرت امیر المومنینؑ کے اصحاب خاص میں سے تھے آپ اہل بیت کے ناصر و وفادار تھے جب حضرت مسلم بن عقیل کوفہ میں تشریف لائے تو آپ ان کے ساتھ شامل رہے اور ان کی حمایت کرتے رہے لیکن جب اہل کوفہ نے ان کے ساتھ بے وفائی کی اور بیعت سے پھر گئے تو جناب جنادہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کیلئے کوفہ سے روانہ ہوئے تو ان کے ساتھ عمر و بن خالد صیداوی اور مزید لوگ شامل ہو گئے اور یہ سب حضرات منزل عذیب ہجانات میں حضرت امام حسین علیہ السلام سے جا ملے۔ جب حر کے لشکر نے انہیں حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس جانے سے روکا تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے کہا اے حر ان کو نہ روکو یہ سب ہمارے انصار ہیں حر نے کہا یہ تو بعد میں آئے ہیں لہذا آپ کے ساتھ شامل نہیں ہو سکتے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے حر سے کہا تم اپنے وعدہ پر قائم رہو کہ میرے انصار واقربا کا راستہ نہیں روکو گے۔ حر حضرت کی بات سے قائل ہو گئے۔ چنانچہ یہ سب حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے قافلہ میں

حضرت امام حسین علیہ السلام کو آواز دی آپ کی آواز سنتے ہی حضرت امام حسین علیہ السلام بہت جلد ان کے پاس تشریف لائے اس وقت ان پر موت کے آخری لمحات تھے حضرت نے ان کو اپنے گلے لگالیا۔ اس وقت آپ نے کہا میرے مثل کون ہوسکتا ہے کہ نواسہ رسولؐ میرے رخسار پر اپنے رخسار رکھے ہوئے ہیں یہ جملہ ادا کرنے کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام کے اس جانثار نے وار دنیا سے جنت کو کوچ کیا۔

عمرو بن عبداللہ علیہ السلام

جناب عمرو بن عبداللہؓ ہمدانی الجندعی، جندع قبائل ہمدان سے ایک قبیلہ کا نام ہے اس نسبت سے آپ کے نام کے ساتھ جندعی لکھا جاتا ہے۔ عمرو بن عبداللہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت کیلئے کربلا آئے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

روز عاشور نہایت دلیری سے جنگ کی حدائق وردیہ لکھتے ہیں کہ جب آپ لڑتے لڑتے بہت زخمی ہوگئے تو اس وقت ایک لعین نے آپ کے سر پر تلوار لگائی اس کا زخم اتنا شدید تھا کہ آپ زمین پر گر گئے۔ جب آپ زخموں سے چور زمین پر تشریف لائے تو ان کے قبیلے والے جو لشکر ابن سعد میں تھے وہ ان کے پاس آئے اور انہیں میدان سے اٹھا کر اپنے ساتھ لے گئے۔ ان کے سر کا زخم اتنا گہرا تھا کہ مسلسل ایک سال تک اس کی وجہ سے بیمار رہے۔ یہاں تک کہ آپ کی طاقت جواب دے گئی جسکی وجہ سے صاحب فراش ہوگئے اور اسی زخم کے سبب آپ کی شہادت ہوئی۔

سپہر کاشانی، علامہ مجلسی اور فاضل اربلی کے مطابق آپ کی شہادت جنگ مغلوبہ میں ہوئی۔ حضرت امام عصر صاحب الزمانؑ نے زیارت ناحیہ میں آپ کا ذکر فرمایا ہے۔

حلاسؑ بن عمرو ازدی الراسبیؑ و نعمان بن عمرو ازدی الراسبیؑ

ابصار العین کے موافق جناب حلاسؓ اور نعمان بن عمروؓ دونوں حقیقی بھائی تھے اور دونوں کا تعلق قبیلہ ازدی کی ایک شاخ راسب سے تھا، دونوں کوفہ کے رہنے والے تھے یہ دونوں بھائی حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کے اصحاب میں سے تھے۔ یہ دونوں ابن سعد کے لشکر کے ساتھ کربلا آئے تھے جب معلوم ہوا حضرت امام حسین علیہ السلام سے صلح ممکن نہیں ہے تو رات کو ابن سعد کے لشکر سے نکل کر حضرت امام حسین علیہ السلام کے جانثاروں میں شامل ہو گئے اور روز عاشور حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت میں شہید ہوئے۔

الحاج بن بدر التمیمی علیہ السلام

حضرت حجاج بن بدرؓ بصرہ کے رہنے والے تھے ان کا تعلق قبیلہ بنی سعد و بنی تمیم سے تھا۔ آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کے عقیدت مند تھے، ان کو جب معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے نانا کا شہر چھوڑ دیا ہے۔ تو آپ اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ حضرت کی خدمت میں جانے کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔

صاحبان سیر و تاریخ نے لکھا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت مسعود بن عمر کے نام ایک خط ارسال فرمایا تھا جس میں ان کو نصرت کی دعوت دی تھی جب ان کو یہ خط ملا تو بنی تمیم، بنی حنظلہ، بنی سعد اور عامر کو جمع کر کے ان لوگوں کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت کیلئے آمادہ کیا اور ایک خط قبیلہ بنی تمیم و بنی سعد کے باہم مشورے سے حضرت مسعود بن عمر نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے نام تحریر کیا جس میں لکھا تھا "حضرتؑ کا فرمان میرے نام پہنچا جو کچھ اس میں ارشاد ہوا کہ ہم آپ کی نصرت و حمایت کریں اور ثواب ابدی اور خدا اور رسولؐ کی خوشنودی حاصل کریں۔ آپ

بے شک حجت خدا ہیں جس سے زمانہ خالی نہیں رہ سکتا۔ آپ شجر نبوت وامامت کی شاخ ہیں۔ بسم اللہ آپ تشریف لائیں، ہم سب قبیلہ بنی تمیم و بنی سعد آپ کی نصرت وحمایت کو جان ودل سے بخوشی تیار ہیں۔

حضرت مسعود بن عمر نے یہ خط جناب حجاج بن بدر کے حوالہ کیا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچادیں۔ جناب حجاج بن بدر یہ خط لے کر روانہ ہوگئے۔ اور کربلا میں حضرت کی خدمت میں پہنچ کر یہ خط پیش کیا۔ حضرت نے یہ خط پڑھ کر حضرت حجاج بن بدر کو دعا دی کہ اے! حجاج خدا تم کو ہر خوف سے بچائے اور تم کو عزت دے اور روز قیامت پیاس کی شدت میں تمہیں سیراب کرے۔

اس وقت سے جناب حجاج حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں ان کے ساتھ رہے آپ کی شہادت کے بارے میں اکثر مقاتل میں لکھا ہے کہ آپ ظہر سے قبل ہونے والے حملے میں شہید ہوئے جو حضرت کے لشکر پر ابن سعد نے کیا تھا۔ جبکہ صاحب حدائق وردیہ کے مطابق ظہر کے بعد آپ میدان میں آئے اور دشمن سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔

عبداللہ ابن عمیر الکلبی علیہ السلام

جناب عبداللہ کا نسب نامہ یہ ہے "عبداللہ بن عمیر عباس بن عبد قیس بن علیم بن حباب الکلبی العلیمی" جناب عبداللہ بن عمیر کوفہ میں قیام پزیر تھے، آپ نہایت شریف النفس، بہادر اور اہلبیت کے محب تھے۔

ابومخنف اور دیگر صاحبان سیر و تاریخ نے لکھا ہے کہ جب کوفہ میں لشکر کربلا کی روانگی کیلئے نخلیہ میں جمع ہو رہا تھا اور حضرت عبداللہ بن عمیر نے یہ لشکر جمع ہوتے دیکھا تو آپ نے دریافت کیا کہ یہ لشکر یہاں کیوں جمع ہو رہا ہے تو لوگوں نے بتایا یہ لشکر

حضرت امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے کیلئے تیار ہو رہا ہے یہ سن کر جناب عبداللہ ابن عمیر نے کہا میری ہمیشہ سے یہ آرزو تھی کاش میں کسی ایسے جہاد میں شریک ہوں جس میں میرا مقابلہ مشرکین سے ہو۔ مجھے یقین ہے کہ جو لوگ نبیؐ کے نواسہ سے برسرپیکار ہوں ان سے لڑنا مشرکین سے لڑنے سے زیادہ موجب اجر و ثواب ہے۔ اس کے بعد آپ گھر آئے اور تمام واقعہ اپنی زوجہ جناب ام وہب کو سنایا اور کہا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت کیلئے جاؤں گا اور اپنی جان نصرت حضرت امام حسین علیہ السلام پر فدا کروں گا۔ اس مومنہ نے جب حضرت امام حسین علیہ السلام کا نام سنا تو کہا سبحان اللہ کتنا نیک ارادہ ہے، آپ مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلیں۔ زوجہ کی رضامندی سے جناب عبداللہ بن عمیر کو بڑا اطمینان ہوا کہ یہ مومنہ بھی آل رسولؐ کی فدائی ہے۔

جب رات ہوئی تو عبداللہ بن عمیر اپنی مومنہ زوجہ کے ساتھ کوفہ سے روانہ ہوئے اور آٹھ محرم کی شب خدمت حضرت امام حسین علیہ السلام میں پہنچ گئے۔ روز عاشورا سب سے پہلے ابن زیاد ملعون نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف تیر مارا اور کہا لوگوں گواہ رہنا کہ حسین علیہ السلام کی طرف پہلا تیر میں نے پھینکا ہے۔ اس کے بعد ابن سعد کے کمانداروں نے اصحاب حسینؑ کی طرف تیر برسانا شروع کر دیئے۔ اس دوران ابن سعد کے دو غلام یسار اور سالم ابن سعد کے لشکر سے نکلے اور آواز دی کون ہے جو ہم سے آکر جنگ کرے جب یہ آواز حضرت حبیب ابن مظاہر اور حضرت بریر ہمدانی نے سنی تو میدان میں جانے لگے اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا! اے حبیب و بریر تم ابھی میدان میں نہ جاؤ اس وقت جناب عبداللہ بن عمیر نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے درخواست کی مولا مجھے ان دونوں سے لڑنے کی اجازت دیجیے۔ جناب عبداللہ نہایت بلند قامت، کشادہ سینہ اور جوان رعنا تھے حضرتؑ نے ان کو دیکھ کر فرمایا "میں چاہتا ہوں ہر ایک کو اپنے ہم درجہ کے مقابل لڑنا چاہئے غلام سے غلام،

آزاد سے آزاد، لیکن اے عبداللہ اگر تمہارا دل چاہتا ہے کہ ان سے لڑو تو جاؤ تمہیں اجازت ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام سے اجازت ملتے ہیں عبداللہ میدان میں آئے آپ کو دیکھ کر ابن سعد کے غلاموں نے دریافت کیا تم کون ہو؟ حضرت عبداللہ نے اپنے نام اور نسب سے ان کو آگاہ کیا۔ ان دونوں نے کہا ہم تو چاہتے تھے حبیب یا بریر ہم سے لڑنے آئیں ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ یسار جو آگے کھڑا تھا اور سالم اس کے پیچھے تھا۔ جناب عبداللہ نے یسار سے کہا اے ولد نا جائز تجھے لڑنے سے غرض ہے یا یہ کہ کون آئے اور کون نہ آئے تم سے جو بھی لڑنے آئے گا وہ ہر طرح سے تم سے بہتر ہوگا تو اس قابل نہیں ہے کہ ان کی تیغ سے ہلاک کیا جائے تیری روح اور تن کے فیصلے کے لیے میری تلوار کافی ہے۔ یہ کہہ کر جناب عبداللہ نے اپنے مقابل یسار کے تلوار کا ایسا وار کیا کہ وہ ہلاک ہو گیا۔ یہ دیکھتے ہی سالم جو پیچھے کھڑا تھا اس نے جناب عبداللہ پر حملہ کر دیا۔ اسی لمحہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب نے آواز دے کر آگاہ کیا کہ دیکھو سالم حملہ کر رہا ہے جناب عبداللہ نے اس طرف کچھ دھیان نہ دیا اور اچانک جب سالم نے تلوار کا وار کیا تو جناب عبداللہ نے بائیں ہاتھ پر اس کا وار روکا جس سے آپ کے ہاتھ کی انگلیاں کٹ کر گر گئیں۔ اس کے بعد آپ نے سالم پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ سالم ہلاک ہو گیا۔

ان دونوں کو ہلاک کرنے کے بعد حضرت عبداللہ یہ رجز پڑھ رہے تھے ''اگر تم لوگ مجھے نہیں پہچانتے ہو تو یہ جان لو کہ میں کلبی کا بیٹا ہوں میرا خاندان اور قبیلہ علیم ہے میں صاحب قوت اور شدت ہوں میں لڑائی میں کمزور اور عاجز نہیں ہوں''۔

جناب عبداللہ کی زوجہ جناب ام وہب میدان کارزار کا یہ منظر دیکھ کر چوب خیمہ لے کر میدان کی طرف آئیں اور کہا۔ ''عبداللہ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں

اسی طرح آلِ رسولؐ کے سامنے ان کے دشمنوں سے لڑتے رہو۔ زوجہ کی آواز سن کر آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور چاہتے تھے کہ یہ خیمہ کی طرف لوٹ جائیں لیکن انگلیوں کے کٹ جانے اور داہنے ہاتھ میں تلوار کے قبضہ پر خون جم جانے کے سبب کہنیوں کے سہارے کوشش کررہے تھے کہ خیمہ آلِ اطہار تک پہنچا دیں۔ یہ دیکھ کر حضرت امام حسین علیہ السلام میدان میں تشریف لائے اور فرمایا "تم دونوں پر خدا ہماری حمایت کرنے پر اجر عطا فرمائے اور جناب ام وہب سے فرمایا "خدا تم پر رحمت نازل کرے عورتوں پر جہاد واجب نہیں اس لیے جا کر خیمہ میں اہل بیت کے ساتھ بیٹھو۔" حضرت امام حسین علیہ السلام کے اس ارشاد کے بعد جناب ام وہب اسی وقت بلا عذر خیمہ میں پلٹ آئیں۔

ابوجعفر طبری نے لکھا ہے کہ عمر بن حجاج زبیدی نے حضرتؑ کے لشکر کے دائیں جانب حملہ کیا تو حضرتؑ کے لشکر نے اسے روکا اور حملہ آوروں کو نیزوں سے ہٹا دیا اور شمر نے حضرت کے لشکر کے بائیں طرف حملہ کیا اس کو بھی اصحاب حسینی نے ہٹا دیا۔ جناب عبداللہ کلبی اس وقت لشکر کے بائیں حصہ میں تھے انہوں نے اس حملہ کے دفع کرنے میں زبردست شمشیر زنی کی جس سے ابن سعد کے بہت سے لوگ قتل ہوئے اتنے میں ہانی بن ثبیت حضرمی اور بکیر بن حی التیمی بن تیم ثعلبہ نے حضرت عبداللہ کلبی پر حملہ کیا اور دونوں نے مل کر انہیں شہید کیا۔

ابومخنف سے روایت ہے کہ لشکر ابن سعد کے داہنے اور بائیں ہر طرف کی فوج سواروں اور پیادوں نے مل کر ایک دم حضرت امام حسین علیہ السلام پر حملہ کیا اور حضرت کے اکثر اصحاب اس حملہ میں شہید اور زخمی ہوئے جناب عبداللہ کلبی بھی اس حملہ میں شہید ہوئے۔

روضۃ الشہداء میں لکھا ہے کہ "جب یسار و سالم میدان میں آئے تو حضرت بریر اور حضرت حبیب ابن مظاہر نے میدان میں جانا چاہا لیکن حضرت نے انہیں روکا اور

اس وقت حضرت عبداللہ ابن عمیر کلبی آگے بڑھے اور عرض کی یا بن رسولؐ اللہ مجھے جنگ کی اجازت دیجئے۔ حضرتؑ نے ان کی طرف دیکھا کہ ایک گندمی رنگ کا دراز قد، قوی بازو، کشادہ سینہ ایک شخص ہے، جس کے چہرہ سے شان مبازرت ظاہر ہو رہی ہے تو حضرت نے فرمایا یہ ان دونوں غلاموں کو قتل کرے گا اور انہیں جنگ کی اجازت دی۔ جناب عبداللہ پیادہ ان دونوں کی طرف بڑھے دونوں نے کہا ہم تمہیں نہیں جانتے تم جاؤ اور بریر یا زہیر ابن قین کو بھیجو جناب عبداللہ نے کہا اب تم اس قابل ہو گئے ہو کہ سرداران لشکر اور مبازران دلاور کو بلانے کی جرأت کرو تمہیں قتل کرنے والا مثل تمہارے غلام ہونا چاہئے اگر ہم پیاسے نہ ہوتے تو تم سے جنگ کرنا ہمارے لئے باعث شرم ہوتا۔ یسار نے غصہ میں آکر جناب عبداللہ کو نیزہ مارا جسے آپ نے روکا اور تلوار کا وار کیا کہ وہ گھوڑے سے گرا جناب عبداللہ اس کی طرف تیزی سے متوجہ ہوئے تا کہ اسکا کام تمام کردیں اسی اثنا سالم پشت کی طرف آیا اور جناب عبداللہ پر تلوار مارنا چاہی حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر سے لوگوں نے جناب عبداللہ کو ہوشیار کیا لیکن آپ نے اس طرف توجہ نہ کی اور اپنی تلوار یسار کے سینہ پر رکھ کر زور دیا کہ تلوار کی نوک، اس کی پشت سے نکل آئی اس وقت سالم کی تلوار آپ کے سر کے قریب پہنچ چکی تھی۔ جناب عبداللہ نے ہاتھ آگے بڑھایا جس سے آپ کی انگلیاں کٹ گئیں۔ حضرت عبداللہ نے اس کی ذرا پرواہ نہ کی اور یسار کے سینے سے تلوار نکال کر سالم کے پاس پہنچے اور ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کردیا یہ دیکھ کر ابن زیاد کے غلاموں نے جناب عبداللہ کو گھیر لیا اور آپ بہت سے لعینوں کو قتل کرکے شہید ہو گئے۔"

وہب بن عبداللہ کلبی علیہ السلام

روضۃ الصفا اور روضۃ الشہدا میں آپکا نام وہب بن عبداللہ کلبی لکھا ہے۔

جناب وہب کی والدہ کا نام قمر بتایا گیا ہے۔ ابن خلدون نے عبداللہ بن عمیر کلبی کی جنگ کے بارے میں لکھا ہے جس میں عبداللہ بن عمیر کلبی کی زوجہ کا نام ام وہب لکھا ہے جناب قمر کی کنیت ام وہب تھی جو جناب وہب بن عبداللہ کلبی کی والدہ تھیں، جناب وہب اپنی ماں کے اکلوتے اور چہیتے فرزند تھے۔

علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ میں نے ایک حدیث میں پڑھا ہے کہ جناب وہب پہلے نصرانی تھے، آپ اپنی والدہ کے ساتھ حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ روضۃ الشہدا کے مطابق جناب وہب کی شادی کو صرف تیرہ روز ہوئے تھے اور آپ مع اپنی زوجہ اور ماں خیام حسینی میں تھے۔ جنگ شروع ہوچکی تھی۔ روضۃ الشہدا کے مطابق جناب قمر جناب وہب کے پاس گیں اور کہا ''اے فرزند باوجود اس محبت کے جو مجھے تم سے ہے میں چاہتی ہوں کہ تم جگر گوشہ مصطفیٰ کے بارے میں غور کرو کہ کس طرح کربلا میں بے وفاؤں کے نرغہ میں ہیں۔ میری یہ تمنا ہے کہ تم حضرت امام حسین علیہ السلام پر اپنی جان فدا کردو تاکہ روز قیامت وہ تم سے راضی ہوں، اے جان مادر اب جاکر اپنا سر حضرت امام حسین علیہ السلام پر فدا کردو۔ مردان راہ حق کی طرح ہوا و ہوس دنیا کو ترک کردو۔'' روضۃ الصفا کے مطابق یہ سن کر جناب وہب نے جواب دیا ''اے مادر گرامی میں ایسا ہی کروں گا خدا نے چاہا تو حضرتؑ کی نصرت میں ذرا بھی کمی نہیں کروں گا۔ مجھے فرزند رسولؐ پر جان نثار کرنے میں کوئی عذر نہیں یہ کہہ کر حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور امام کے قدموں میں گر کر رن کی اجازت چاہی، ماں نے سفارش کی تو حضرت امام حسین علیہ السلام حضرت وہب سے مخاطب ہوئے ''اے وہب ابھی تمہارے مرنے کے دن نہیں ہیں ضعیف ماں کی خدمت کرو'' لیکن ماں اور بیٹے کے بار بار اصرار پر حضرت نے رن میں جانے کی اجازت دے دی۔ بحار الانوار کے مطابق جب حضرت وہب کلبی نے حضرت

امام حسین علیہ السلام سے اجازت رخصت جہاد طلب کی۔ اس وقت مادر وہب نے کہا "اب اٹھو اور ابن رسولؐ اللہ کی نصرت کرو۔" حضرت وہب نے کہا میں ہرگز حضرتؑ کی نصرت میں کوتاہی نہیں کروں گا۔ لیکن اگر مجھے اجازت ہو تو میں اپنی زوجہ سے رخصت ہولوں۔ اس کے بعد آپ اپنی زوجہ کے پاس آئے اور کہا حضرت امام حسین علیہ السلام دشمنوں میں گھر گئے ہیں اور آپ تنہا ہیں میں چاہتا ہوں آپؑ پر اپنی جان نثار کروں تاکہ روز قیامت رضائے الٰہی اور شفاعت رسولؐ سے محروم نہ رہوں جناب فاطمہؑ کی خوشنودی اور حضرت علی مرتضیٰ کی مدد میرے شامل حال رہے یہ سن کر زوجہ وہب نے کہا ہزار جان حضرت امام حسین علیہ السلام پر صدقے کاش عورتوں پر جہاد واجب ہوتا تو میں اپنی جان حضرت پر فدا کرتی اس کے بعد جناب وہب اپنی زوجہ کے ساتھ حضرت کی خدمت میں آئے اور کہا مولا میں نے اسے آپ کے سپرد کیا مولا آپ اسے مخدرات عصمت وطہارت کے حوالہ کردیں۔ یہ کہہ کر میدان میں آئے۔

بحار الانوار کے مطابق میدان کارزار میں آپ نے یہ رجز پڑھا۔ "اے اشقیاء کوفہ وشام اگر تم میرے حسب ونسب، شرافت اور بزرگی سے واقف نہیں ہو تو جان لو کہ میں وہب ابن حباب کلبی ہوں تم جلد مرے دبدبہ اور دلاوری کو میدان جنگ میں دیکھو گے کہ میں تم سے شہیدان راہ حق کا کیسا قصاص لیتا ہوں جو تمہارے ظلم وستم سے درجہ شہادت پر پہنچے ہیں۔ میں ہر مصیبت اور تکلیف کو دفع کرتا ہوں۔ قبل اس کے کہ وہ نازل ہو۔ تم لوگ میرے جہاد کو معمولی نہ سمجھو۔"

ابومخنف نے آپ کے رجز کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ "اگر تم لوگ مجھے نہیں پہچانتے ہو تو جان لو کہ میں کلبی کا بیٹا ہوں، میرے بازو نہایت قوی ہیں، میں میدان جنگ میں کاری ضرب لگانے والا ہوں۔ جنگ میں مرنے سے نہیں ڈرتا، روز قیامت میرا مقام بہشت میں ہوگا، اگرچہ میں کم عمر ہوں لیکن مجھے اپنے اللہ پر بھروسہ ہے،

میرے مولا میرے لیے کافی ہیں اور وہی ہماری کفایت کرنے والے ہیں۔"

بحار الانوار میں مرقوم ہے کہ جناب وہب نے ۱۹ سوار اور ۱۲ پیادے واصل جہنم کیے۔ مادر وہب نے جب اپنے فرزند کو نرغہ اعدا میں دیکھا تو عمود خیمہ لے کر میدان کی طرف یہ کہتے ہوئے آئیں۔ "اے وہب تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں، بیٹا ان اشقیاء سے حمایت حسین میں آخری دم تک جنگ کرتے رہنا۔" جب جناب وہب نے اپنی ماں کو میدان کارزار میں دیکھا تو کہا۔ "اے مادر گرامی خیمے میں واپس لوٹ جائیں۔" مادر وہب نے اس وقت بیٹے کا دامن تھام کر کہا۔ "اب میں تمہارے ساتھ مروں گی"۔ مادر وہب کو میدان میں دیکھ کر حضرتؑ تشریف لائے اور فرمایا "خدا تم دونوں کو جزائے خیر دے کہ تم دونوں نے نصرت اہل بیت میں کوئی کمی باقی نہ رکھی! اے زن صالح خدا تجھ پر اپنی رحمت کرے۔" اس کے ساتھ ہی خیمہ میں واپس جانے کو کہا حکم امام سے مادر وہب واپس آگئیں۔

مقتل لہوف اور بحار الانوار کے مطابق دشمن پر شدید حملہ کرنے کے بعد حضرت وہب اپنی ماں اور زوجہ کے پاس واپس آئے اور ماں سے عرض کی۔ اے ماں! کیا آپ مجھ سے راضی ہیں۔ ماں نے کہا بیٹا میں تم سے اس وقت تک راضی نہیں ہوں گی جب تک تم حضرت امام حسین علیہ السلام پر شہید نہ ہو جاؤ بیٹا جاؤ اور نواسہ رسولؐ پر اپنی جان قربان کرو تا کہ روز قیامت تمہیں ان کے جد امجد کی شفاعت نصیب ہو۔

مقتل لہوف کے مطابق حضرت وہب دوبارہ میدان جنگ کی طرف لوٹے اور جنگ شروع کی۔ یہاں تک کہ ان کے ہاتھ کٹ کر جسم سے جدا ہو گئے یہ دیکھ کر ان کی زوجہ چوب خیمہ لیکر میدان میں آئیں اور جناب وہب سے کہتی تھیں۔ "میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں حرم اہل بیت رسولؐ خدا کی نصرت میں جنگ کرو۔" جناب وہب نے چاہا کہ انہیں خیمہ کی طرف لوٹا دیں لیکن زوجہ نے ان کا دامن مضبوطی سے پکڑ کو

کہا میں واپس نہیں جاؤں گی۔ یہاں تک کہ شہید ہو جاؤں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا خدا تمہیں اہل بیت کی حمایت کرنے کی جزا دے خیمہ کے طرف لوٹ جاؤ پھر زوجہ وہب واپس آ گئیں۔

بحار الانوار میں لکھا ہے جب جناب وہب شہید ہو گئے تو ان کی زوجہ بیتابانہ دوڑتی ہوئی آئیں اور جناب وہب کے منہ پر اپنا منہ رکھ دیا اور جناب وہب کی پیشانی سے خاک وخون صاف کرنے لگیں۔ جب زن وہب پر شمر لعین کی نظر پڑی تو اس نے اپنے غلام کو ان کے قتل کا حکم دیا اس شقی نے ایک عمود آہنی اس مومنہ کے سر پر ایسا مارا کہ اپنے شوہر سے ملحق ہو گئیں۔ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں زوجہ وہب وہ پہلی عورت ہیں جو لشکر حضرت امام حسین علیہ السلام میں شہید ہوئیں۔ بحار الانوار میں مرقوم ہے کہ ان ظالموں نے جناب وہب کا سر تن سے جدا کر کے حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف پھینک دیا۔ مادر جناب وہب نے اپنے فرزند کا سر اٹھا کر گود میں لے لیا اور اسے بوسے دیئے پھر لشکر مخالف کی طرف پھینک دیا اور ایک شقی کو اپنے فرزند کے سر سے ہلاک کیا۔ اسی واقعہ کے ذیل میں ابی مخنف نے لکھا ہے کہ جب دشمن نے جناب وہب کلبی کا سر تن سے جدا کر کے حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف پھینکا تو جناب وہب کلبی کی ماں نے سر قاتل کی طرف اتنے زور سے پھینکا کہ اس کے لگنے سے قاتل ہلاک ہو گیا۔

بریر بن خضیر ہمدانی علیہ السلام

جناب بریر ہمدانیؓ کا تعلق بنو مشرق کے قبیلہ ہمدان سے تھا۔ آپ نہایت عابد وزاہد، دیندار وشجاع اور شریف النفس بزرگ تھے۔ آپ بے مثل حافظ وقاری تھے۔ آپ کا لقب سید القراء تھا۔ معالی السبطین میں لکھا ہے کہ آپ تابعین اصحاب میں تھے اور عابد شب زندہ دار تھے، کوفہ کے اکثر قاری آپ کے شاگرد تھے۔ صاحب

ابصار العین لکھتے ہیں۔ صاحبان سیر و تاریخ کے مطابق "جب جناب بریر کو معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام مکہ تشریف لائے ہیں تو جناب بریر کوفہ سے مکہ روانہ ہوئے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں رہے یہاں تک کہ شہادت پائی" شب عاشور بچوں کی پیاس سے متاثر ہو کر حصول آب کیلئے آپ کی جدوجہد اہل بیت اطہار سے محبت اور وفاداری کا نا قابل فراموش واقعہ ہے۔ جس کا ذکر شب عاشور کے باب میں کیا جا چکا ہے۔

جب حضرت بریر حضرت امام حسین علیہ السلام کی اجازت سے میدان میں تشریف لائے تو حضرت کے ۶۹ سال کے مجاہد نے جب اشقیاء کو للکارا تو ان کے دل ہل گئے بحار الانوار کے موافق جب جناب بریر بن خضیر جہاد کی غرض سے میدان میں آئے تو آپ یہ رجز پڑھ رہے تھے "میں بریر ہوں اور میرے والد خضیر ہیں میں کچھار سے نکلا ہوا ہو شیر جری ہوں کہ شیران نر میری آواز سے لرز جاتے ہیں۔ میرے حسب و نسب اور شرافت سے نیکی کی راہ پر چلنے والے واقف ہیں۔ میں تمہیں اپنی تلوار سے بے خوف ہو کر قتل کروں گا بریر سے ہمیشہ اسی طرح کے امور خیر انجام پزیر ہوتے ہیں۔"

حضرت بریر یہ رجز پڑھتے ہوئے حملہ کر رہے تھے اور لشکر اعدا کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے تھے۔ اے! قاتلان مومنین میرے قریب آؤ۔ تم پر وائے ہو۔ قاتلان اولاد اصحاب بدر۔ اے! قاتلان اصحاب رسولؐ میرے قریب آؤ اے! قاتلان اہلبیت قریب آؤ اس وقت یزید بن معقل ملعون جو قبیلہ بنی عمیرہ بن ربیعہ میں سے تھا لشکر ابن سعد سے نکل کر حضرت بریر سے تکرار کرنے لگا۔ اس نے جناب بریر سے کہا اے بریر میں گواہی دیتا ہوں کہ تم گمراہی پر ہو جناب بریر نے اس سے کہا۔ آؤ ہم دونوں مباہلہ کرلیں جو کاذب ہو وہ دوسرے کی تلوار سے مارا جائے۔ اس کے ساتھ ہی

یزید بن معقل نے ایک وار جناب بریر پر کیا جو بے اثر رہا۔ پھر جناب بریر نے اس کے سر پر ایسی تلوار لگائی کہ خود کو کاٹتی ہوئی اس کے دماغ تک در آئی اور یہ شقی واصل جہنم ہوا۔

مقتل لہوف میں یہ روایت اس طرح مرقوم ہے۔ "اس دوران ایک زاہد و عابد جن کا نام بریر ابن خضیر تھا میدان میں آئے ان کے مقابلہ پر یزید بن معقل آیا اور دونوں میں یہ طے ہوا کہ ایک دوسرے سے مباہلہ کریں اور خدا سے دعا کریں کہ جو بھی باطل کی راہ پر ہو خدا اسے دوسرے کے ہاتھوں ہلاک کرے۔ اس کے بعد دونوں جنگ میں مصروف ہو گے اور جناب بریر نے یزید بن معقل کو قتل کر دیا۔

یزید بن معقل کے جناب بریر کی تلوار کی ضرب سے تلوار اس کے سر میں پیوست ہو گی تھی۔ جناب بریر نے اس کے سر سے تلوار نکالنے کے بعد دوبارہ لشکر اعدا پر حملہ کیا۔ آپ مصروف جنگ تھے کہ آپ کو دیکھ کر رضی بن منقذ عبدی نے آپ پر حملہ کر دیا آپ نے اسے زمین پر گرا دیا اور اس کے سینے پر سوار ہو گئے اس وقت رضی بن منقذ عبدی نے اپنے ساتھیوں کو آواز دی کہ اسے آ کر حضرت بریر سے بچالیں۔ اس کی آواز سن کر کعب بن جابر بن عمر وازدی دوڑتا ہوا آیا کہ حضرت بریر پر حملہ کرے۔ صاحب ابصار العین روایت کرتے ہیں کہ عفیف بن زہیر کہتا ہے کہ میں نے کعب کو منع کیا اور کہا۔ اے بد بخت یہ جناب بریر ہیں جو مسجد میں ہم کو قرآن پڑھایا کرتے تھے لیکن اس نے ایک نہ سنی اور جناب بریر کی پشت پر نیزے سے وار کر دیا۔ اسی اثنا کعب نے نیزہ آپ کی پشت سے کھینچا تو نیزہ کا پھل حضرت بریر کی پشت میں رہ گیا۔ اور آپ گر پڑے اس لمحے کعب نے حضرت بریر کو تلوار کے مسلسل وار کر کے شہید کر دیا۔ بحار الانوار میں ہے حضرت بریر نے دوران جنگ تیس شقی واصل جہنم کئے۔ اعثم کوفی اور روضتہ الشہدا میں لکھا ہے کہ حضرت بریر کے قاتل کا ایک پسر عم عبید بن جابر تھا وہ قاتل سے کہنے لگا تو نے بریر کو قتل کیا جو خواص اہل مقربان خدا میں

سے تھے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت بریر کی شہادت پر نہایت رنج وغم کا اظہار کیا حضرت بریر کتنے باعظمت اور بزرگ و برتر تھے اس کا اندازہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے ان الفاظ سے لگایا جاسکتا ہے جو روضۃ الشہداء میں مرقوم ہیں۔ "بریر خدا کے بندگان صالحین میں تھے"۔

مسلم بن عوسجہ اسدی علیہ السلام

جناب مسلم بن عوسجہ کا نسب نامہ صاحبان سیر نے یہ تحریر کیا ہے "مسلم بن عوسجہ بن سعد بن ثعلبہ بن دودان بن اسد بن حزیمہ ابو جمل اسدی سعدی۔

حضرت مسلم بن عوسجہ نہایت شریف النفس عابد وزاہد اور دلیر تھے۔ آپ کا شمار اصحاب رسولؐ خدا میں ہوتا ہے۔ علامہ ابن سعد نے اپنے طبقات میں لکھا ہے کہ مسلم بن عوسجہ صحابی تھے، اکثر اسلامی جنگوں میں ان کا ذکر ملتا ہے۔

حضرت مسلم بن عوسجہؓ نے بھی اہل بیت سے محبت اور عقیدت کی بنا پر حضرت امام حسین علیہ السلام کو کوفہ میں تشریف لانے کے لئے خط لکھا تھا جب حضرت مسلم بن عقیل کوفہ تشریف لائے تو حضرت مسلم بن عوسجہؓ اہل کوفہ سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی بیعت لیتے تھے آپ نے جناب مسلم بن عقیل کی بھرپور مدد کی مذحج کے چار قبائل تمیم، ہمدان، کندہ اور ربیعہ آپ کے ساتھ تھے۔ انکے افسر فوج جناب مسلم بن عوسجہؓ تھے ابن زیاد نے مکروفریب دھمکی اور طمع سے سب کو متفرق کردیا اوران سب نے جناب مسلم کا ساتھ چھوڑ دیا۔ جب حضرت مسلم جناب مختار کے گھر سے جناب ہانی کے گھر میں منتقل ہو گئے اس وقت شریک بن اعود بھی بحالت بیماری جناب ہانی کے گھر میں موجود تھے۔

ابن زیاد نے اپنے غلام معقل کو تین ہزار درہم دے کر کہا کہ وہ جناب مسلم کا

پتہ لگائے اور یہ رقم اس مقصد میں صرف کرے معقل غلام جامع مسجد کوفہ گیا وہاں جناب مسلم بن عوسجہ کو نماز پڑھتے دیکھا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو معقل نہایت مکروفریب سے کہنے لگا میں محبان اہل بیت سے ہوں آپ حضرت مسلم بن عقیل سے ملاقات کرادیں میں انہیں ہدیہ دینا چاہتا ہوں جب اس لعین سے جناب مسلم بن عوسجہؒ نے جناب مسلم کی ملاقات کرائی تو اس نے ابن زیاد کو جناب مسلم کی موجودگی کی خبر پہنچادی۔

جب حضرت مسلم بن عقیل اور جناب ہانی شہید ہو گئے۔ تو جناب مسلم بن عوسجہؒ ایک مدت تک مخفی رہے یہاں تک کہ مع اہل وعیال کے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں کربلا حاضر ہوئے۔ ابومخنف سے روایت ہے کہ جب نویں محرم کی شام کو حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب اور اعزہ کو جمع کر کے فرمایا تم لوگ مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ میں تم کو اجازت دیتا ہوں کیونکہ ان اشقیا کا مقصد مجھے قتل کرنا ہے اعزہ میں سے جناب عباسؑ نے عرض کی ”اے! مولا ہم سے یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں۔ خدا ہم کو آپ کے بعد باقی نہ رکھے۔“ اور اصحاب میں سے حضرت مسلم بن عوسجہؒ نے کھڑے ہو کر عرض کی مولا ہم آپ کو چھوڑ کر خدا کے سامنے کیا عذر پیش کریں گے۔ قسم بخدا ہم آپ سے جدا نہ ہونگے جب تک ہمارے نیزے ان دشمنوں کے سینوں سے پار نہ ہو جائیں جب تک ہمارے ہاتھ میں تلوار ہے ہم لڑتے رہیں گے جب ہمارے پاس ہتھیار نہیں ہونگے تو ہم پتھروں سے اشقیاء کو ماریں گے اگر ہم بعد قتل دوبارہ زندہ کئے جائیں اس کے بعد پھر قتل ہوں اور پھر زندہ ہوں اور جلا دیئے جائیں اس طرح ستر بار ایسا ہی ہو تو بھی ہم آپ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے، آپ پر قربان ہو کر ہمارا قیام ایسی جگہ ہوگا جس سے بہتر اور پائیدار کوئی اور جگہ نہیں۔ جناب مسلم بن عوسجہؒ کے بعد دوسرے انصار و اقربا نے بھی اسی طرح

سے اقرار عہد وفا کیا۔

جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے شب عاشور خیموں کے گرد آگ روشن کرنے کا حکم دیا تو شمر لعین نے خندق کے قریب آکر پکارا۔ اے حسین قیامت سے پہلے آگ اپنے لیے جلائی ہے۔ اس کے جواب میں حضرت نے فرمایا تھا بد بخت قیامت کی آگ کا تو تو سزاوار ہے۔ جب جناب مسلم بن عوسجہؓ نے شمر کی بد کلامی سنی تو چاہا کہ شمر کو تیر لگائیں مگر حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان کو منع فرمایا اور جناب مسلم بن عوسجہؓ سے فرمایا اے! مسلم بن عوسجہؓ میں یہ نہیں چاہتا کہ لڑائی کی ابتدا ہماری طرف سے ہو۔

ابو مخنف نے لکھا ہے کہ جس وقت جنگ شروع ہوئی تو لشکر ابن سعد کا دہنا حصہ جس کا افسر عمرو بن حجاج زبیدی تھا اس نے جب حضرت امام حسین علیہ السلام کے بائیں حصہ پر حملہ کیا اس حصہ کے افسر جناب زہیر بن قین تھے اور فرات کی جانب سے یہ حملہ لشکر ابن سعد نے کیا تھا اس وقت جناب مسلم بن عوسجہؓ بھی حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر کے بائیں حصہ میں تھے، اس وقت حضرت مسلم بن عوسجہؓ نے ایسی تلوار چلائی اور معرکہ کیا کہ کسی نے کبھی ایسا معرکہ نہ دیکھا تھا نہ سنا تھا داہنے ہاتھ میں آپ کے تلوار تھی اور یہ رجز پڑھ رہے تھے۔ ”اگر میرا حال دریافت کرنا چاہو تو میں صاحب استقلال ہوں اور قبیلہ بنی اسد سے ہوں جو مجھ سے دشمنی کرے گمراہ کافر ہے۔ ابن خلدون کا کہنا ہے کہ ”جب حضرت مسلم بن عوسجہؓ نے جنگ شروع کی تو شامی فوجیں اپنے اپنے جواں مردوں کے پیہم مارے جانے سے سہم گیں اور ہر شخص حضرت مسلم بن عوسجہؓ سے مقابلے پر جانے سے جی چرا رہا تھا۔ عمر بن سعد نے چلا کر کہا اے لوگوں تمہارے مقابلے پر یہ آدمی کوئی شیر نہیں کہ تمہیں میدان جنگ میں جاتے ہی پھاڑ ڈالے گا۔ نہایت افسوس کا مقام ہے کہ اتنی کثرت کے باوجود ہمت

تو میں کہتا جو وصیت چاہیں مجھ سے کریں۔ حضرت مسلم بن عوسجہؓ نے کہا ''میری وصیت یہ ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت آخری دم تک کریں'' اور حضرت پر اپنی جان قربان کردیں جناب حبیب ابن مظاہرؓ نے کہا میں آپ کی وصیت پر عمل کروں گا اور آپ کی آرزو کو پورا کروں گا۔ اسی اثنا حضرت مسلم بن عوسجہؓ کی روح بہشت کی جانب پرواز کر گئی۔

تاریخ کامل کے موافق جناب مسلم بن عوسجہؓ نے اشارہ سے جناب حبیب ابن مظاہر کو وصیت کی۔ جب آپ شہید ہو گئے تو آپ کی کنیز نے بین کیا یا سیداہ ابن عوسجہؓ۔ جب یہ آواز لشکر ابن سعد میں پہنچی تو لعین خوش ہو کر چلائے ہم نے مسلم بن عوسجہ کو مار ڈالا ۔علامہ مجلسی علیہ لارحمہ لکھتے ہیں حضرت مسلم بن عوسجہؓ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں صرف ۳۲ اصحاب باقی رہ گئے تھے روضۃ الصفا میں مرقوم ہے کہ جب جناب مسلم بن عوسجہؓ کے گھوڑے سے گرتے وقت اصحاب عمر سعد نے غل کیا کہ ہم نے مسلم بن عوسجہؓ کو مارا تو شیث بن ربعی نے یہ سن کر غل کرنے والوں کو گالیاں دیں اور کہا تم ایسے شخص کے مارنے پر فخر کر رہے ہو جس نے جنگ آذربائیجان میں صف آرا ہونے سے قبل چھ مشرکین کو قتل کیا تھا۔ صاحب روضۃ الشہدا کہتے ہیں کہ حضرت مسلم بن عوسجہؓ نہ صف یہ کہ شجاع تھے اور لشکر آرائی میں ماہر تھے بلکہ چند قرآن (لکھ کر) جناب امیر المومنینؑ کی خدمت میں پیش کئے تھے اور جناب امیرؑ نے ان کو اپنا بھائی فرمایا تھا۔

ایک نوجوان کی شہادت

صاحب بحار الانوار، ابومخنف اور دیگر مورخین نے اس واقعہ کو ''ایک نوجوان کی شہادت'' کے عنوان سے تحریر کیا ہے۔ لیکن شہید کا نام نہیں لکھا۔ بعض روایات سے پتہ

بار رہے ہو دیکھو ایک ایک کرکے لڑنے نہ جاؤ بلکہ ایک گروہ کی شکل میں ایک ساتھ حملہ کرو۔ عمر بن سعد کی اس رائے کو لعینوں نے پسند کیا اور سب نے مل کر حملہ کیا۔

حضرت مسلم بن عوسجہؓ نہایت بہادری سے جنگ کر رہے تھے کہ مسلم بن عبداللہ ضبابی اور عبداللہ بن خشکارہ بجلی نے مل کر حضرت مسلم بن عوسجہؓ پر حملہ کیا اس وقت میدان میں اسقدر گرد اڑی کہ کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ جب غبار جنگ بیٹھا تو معلوم ہوا کی حضرت مسلم بن عوسجہؓ زخمی ہو کر زمین پر گر گے ہیں سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے یہ دیکھا تو آپؑ میدان میں تشریف لائے اس وقت حضرت مسلم بن عوسجہؓ میں کچھ جان باقی تھی اس وقت حضرتؑ نے فرمایا! اے مسلم تم پر خدا رحمت نازل کرے اور یہ آیت پڑھی۔ ترجمہ:۔ ان میں سے بعض شہید ہوئے اور بعض شہادت کے منتظر ہیں اور انہوں نے خدا کے عہد کو تبدیل نہیں کیا۔" یہ آیت پڑھ کر حضرت امام حسین علیہ السلام، حضرت مسلم بن عوسجہؓ کے اور قریب گئے اور حضرتؑ کے سامنے حضرت مسلم بن عوسجہؓ نے اپنی جان بارگاہ خداوندی میں پیش کر دی، بحار الانوار میں بروایت محمد ابن ابی طالب موسوی تحریر ہے کہ جب حضرت مسلم بن عوسجہؓ زمین پر گرے اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام، حضرت حبیب ابن مظاہر کو اپنے ساتھ لے کر ان کے پاس تشریف لائے اس وقت ان میں کچھ جان باقی تھی۔ اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا" اے مسلم خدا تم پر اپنی رحمت نازل کرے تم نے اپنا فرض ادا کیا اور شہادت کے درجے پر فائز ہوئے اب ہم بھی تمہارے بعد آتے ہیں" اس موقع پر حضرت حبیب ابن مظاہر نے کہا" اے مسلم ابن عوسجہؓ! میں آپ کو جس حال میں دیکھ رہا ہوں یہ میرے لئے بہت دشوار ہے۔ اب آپ کو جنت کی بشارت ہو" حضرت مسلم بن عوسجہؓ نے نقاہت بھری آواز میں کہا" خدا آپ کو بخیر و خوبی شہادت دے" حضرت حبیب ابن مظاہرؓ نے کہا" اے! مسلم اگر میں عنقریب آپ سے ملنے والا نہ ہوتا

چلتا ہے کہ آپ حضرت مسلم بن عوسجہؓ کے فرزند تھے۔

جب حضرت مسلم بن عوسجہ شہید ہو چکے تو اس فرزند کی ماں (حضرت مسلم بن عوسجہؓ کی زوجہ) نے اپنے فرزند کو آخری بار پیار کیا اور کہا میرے فرزند جاؤ اور اپنے باپ کی طرح دین کیلئے جہاد کرو اور حضرت امام حسین علیہ السلام پر اپنی جان نچھاور کر دو۔ بیٹے نے ماں کو سلام کیا اور اس شان سے میدان کی طرف روانہ ہوئے کہ سر پر عمامہ اور کمر میں پٹکا تھا۔ آپ کی کمر میں بندھی ہوئی تلوار زمین پر خط کھینچتی ہوئی جا رہی تھی۔ لوگوں نے دیکھا کہ ایک کمسن بچہ میدان کی طرف جا رہا ہے۔ اس نوعمر کو دیکھ کر حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ ''یہ کس کا فرزند ہے اسے تیروں اور تلواروں میں نہ جانے دو۔'' یہ فرزند جب حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا۔ ''بیٹا کہاں جا رہے ہو۔'' بچے نے کہا۔ ''مولا میں آپ کے دشمنوں سے لڑنے جا رہا ہوں۔'' حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ ''بیٹا ابھی تم کمسن ہو، جہاد ابھی تم پر واجب نہیں ہے۔'' آپ نے پوچھا۔ ''تم کس کے فرزند ہو۔'' بچے نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ ''آقا میرا باپ یہی ہے۔ جس کی میت آپ کے سامنے ہے۔'' حضرت نے اس معصوم کی زبان سے یہ سن کر اس یتیم بچے کو کلیجے سے لگا لیا۔ اور فرمایا۔ ''بیٹے تمہارے باپ نے حق وفا ادا کر دیا۔ بیوہ ماں کیلئے اتنا ہی غم بہت ہے۔ اب تم خیمے میں واپس چلے جاؤ۔ تاکہ تمہاری ماں تمہارے سہارے اپنی زندگی بسر کر سکے۔

آپ وہیں سر جھکائے کھڑے رہے اور کہا مولا میری ماں نے یہ تلوار میری کمر میں باندھی ہے۔ اتنے میں در خیمہ سے آواز آئی۔ میرے آقا حسین علیہ السلام بیوہ کا یہ ناچیز ہدیہ قبول فرمائیں۔ ماں کی تمنا ہے کہ یہ اپنی جان آپ کے قدموں پر نثار کر دے۔ اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام کی آنکھوں سے اشک رواں تھے۔ یہ فرزند میدان میں آئے تو اعدا نے ان کو نرغے میں لے لیا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے آواز دی۔ اے فرزند کی

ماں تیری گود اجڑ گئی۔ جب حضرتؑ اس معصوم کا لاشہ خیمہ میں لائے تو کہرام مچ گیا۔

علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بوقت جہاد اس صاحبزادے نے یہ اشعار پڑھے۔ ''میرے امیر حسین علیہ السلام ہیں، آپ کتنے اچھے امیر ہیں، یہ وہ ہیں جو نبیؐ بشیر و نظیر کے دل کا سرور اور علیؑ و فاطمہؑ ان کے والدین ہیں۔ کیا تمہارے علم میں ان کی کوئی نظیر ہے۔ ان کے چہرہ پر ایسا نور ہے جیسے دوپہر کو نور آفتاب اپنے شباب پر ہوتا ہے، یہ ایسے ضیائے پرنور ہیں جیسے درخشاں ماہتاب''۔ یہ رجز پڑھتے جاتے تھے اور جنگ کرتے تھے یہاں تک کہ درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ مزید لکھتے ہیں کہ اس معصوم کا سر انور ان ظالموں نے لشکر حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف پھینک دیا جسے ان کی ماں نے اٹھالیا اور کہا ''اے میرے فرزند میرے دل کا سرور، اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک خوشا حال کہ تم نے اپنی جان کو فرزند رسولؐ پر فدا کیا یہ کہہ کر اپنے فرزند کی سر لشکر اعدا کی طرف پھنک دیا ایک ملعون اس کی ضرب سے ہلاک ہوگیا اور اس معظمہ نے عمود خیمہ اٹھا کر لشکر مخالف پر حملہ کیا اور یہ اشعار پڑھے۔ ''میں ایک ضعیف عورت ہوں اگرچہ میرا جسم سبب ضعیفی کمزور ہے لیکن اے اشقیاء میں تمہیں شدید ضرب سے قتل کروں گی اور فرزند فاطمہ کی حمایت کروں گی یہ کہہ کر اس ضعیفہ نے مقابلہ کیا اور دو لعینوں کو خاک زمین پر گرادیا۔ اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا۔ اس زن نیک اعتقاد کو میدان سے واپس لاؤ۔ حضرت نے اس مومنہ کے حق میں دعا کی۔

امیہ بن سعد طائی علیہ السلام

حضرت امیہ بن سعد طائیؒ تابعی تھے اور حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے اصحاب میں تھے۔ آپ نے کوفہ میں آکر قیام کیا اور مستقل یہیں

سکونت اختیار کر لی تھی۔

جب امیہ ابن سعد کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے نانا کے شہر سے روانہ ہو چکے ہیں تو حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت کیلئے آپ کوفہ سے روانہ ہوئے اور نومحرم سے پہلے کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ بقول سروی امیہ بن سعد طائیؒ روز عاشورا کے پہلے حملے میں شہید ہوئے۔

بشر بن عمر الکندی علیہ السلام

حضرت بشر تابعی تھے۔ آپ کا تعلق قبیلہ کندہ سے تھا۔ آپ حضرموت کے رہنے والے تھے آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کے سچے جانثار تھے۔ بشر اپنے فرزند محمد کے ساتھ کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت وحمایت میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے تھے۔

ابصار العین کے موافق داودی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ جب روز عاشورا لڑائی شروع ہوئی اور حضرت بشر میدان میں جانے لگے اس وقت ان کو یہ خبر ملی کہ ان کے فرزند کو یزید کی فوج نے رئے کی سرحد پر قید کر لیا ہے۔ حضرت بشر نے جب یہ خبر سنی تو کہا مجھے اپنے بیٹے کے قید ہونے کی کوئی فکر نہیں میں خود اپنے کو اور اپنے بیٹے کو خدا سے لوں گا۔ اب بیٹے کے قید ہونے کے بعد مجھے دنیا میں زندہ رہنا گوارا نہیں ہے۔

جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے یہ گفتگو سنی تو آپؑ نے فرمایا۔ اے! بشر خدا تم پر اپنی رحمت نازل کرے میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ تم یہاں سے جا کر اپنے بیٹے کو چھڑا لو۔ اس پر جناب بشر نے کہا۔ مولا میں اس حال میں آپ کو دشمنوں میں چھوڑ کر چلا جاؤں یہ ممکن نہیں۔ مولا میں اگر ایسا کروں تو مجھے بھیڑیے اور شیر کھا لیں۔ حضرت بشر کا یہ جذبہ ایمانی دیکھ کر حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اگر تم وہاں نہیں جا رہے ہو تو پانچ برد یمانی جن کی مالیت

ایک ہزار اشرفی ہے لے کر اپنے بیٹے محمد کو جو تمہارے ساتھ ہے روانہ کرو کہ وہ جا کر اسے چھڑانے کی کوشش کرے۔ اسکے بعد حضرت نے پانچ بردیمانی حضرت بشر کو عطا کیئے حضرت بشر کی شہادت کے بارے میں مورخین نے لکھا ہے آپ دس محرم کو حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

بکر بن الحی التیمی علیہ السلام

بقول صاحب حدائق وردیہ، ابصار العین اور دیگر مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت بکر بن الحی ابن سعد کے لشکر میں کوفہ سے کربلا آئے تھے اور روز عاشورا جب لڑائی شروع ہوئی تو بکر بن حی حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف آ کر شامل ہو گئے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے سامنے پہلے حملے میں شہید ہوئے۔

جابر بن حجاج تیمی علیہ السلام

حضرت جابر بن حجاج کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ بہت بہادر اور بہترین شہسوار تھے۔ علامہ شیخ محمد بن شیخ طاہر سماوی نجفی لکھتے ہیں کہ صاحب حدائق نے تحریر کیا ہے کہ حضرت جابر بن حجاج کربلا میں آ کر حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ شریک ہوئے تھے اور روز عاشورا ابن سعد نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر پر جو پہلا حملہ کیا تھا آپ اس حملہ میں شہید ہوئے۔

جبلہ بن علی الشیبانیؑ

حضرت جبلہ بن علی الشیبانی کا تعلق کوفہ سے تھا۔ آپ کی شجاعت کی بڑی شہرت تھی جب حضرت مسلم بن عقیل کوفہ تشریف لائے تو آپ ان کے ساتھ رہے۔

جب دوسرے لوگوں نے آپ کو تنہا چھوڑ دیا تو شدید مشکلات کے باوجود جبلہ بن علی الشیبانی آپ کے ساتھ رہے۔

جب ابن زیاد نے ظلم وجور سے حضرت مسلم بن عقیل کو شہید کر دیا تو حضرت جبلہ حضرت مسلم کی شہادت کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور روز عاشورا کربلا میں شہید ہوئے۔ ابصار العین میں ہے کہ سروی نے واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ پہلا حملہ جو ظہر سے قبل ہوا تھا اس میں شہید ہوئے۔

جنادہ بن کعب علیہ السلام

ابصار العین کے مطابق حضرت جنادہ بن کعب بن الحرث الانصاری الخزرجی مکہ معظمہ سے حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ شریک ہوئے۔ آپ کے ساتھ اہل وعیال بھی تھے۔ یوم عاشورا آپ کی شہادت حملہ اولیٰ میں ہوئی۔

جندب بن حجیر الکندی النخولانیؓ

حضرت جندب حضرت علیؑ کے اصحاب میں تھے محبان اہلبیت میں ان کا خاص مقام تھا۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام مدینہ چھوڑ رہے ہیں تو فوراً حضرت کی نصرت کے لئے روانہ ہو گئے اور حضرت حرؑ کے پہنچنے سے قبل حضرت کے قافلہ سے ملحق ہو گئے۔ خدمت حضرت امام عالی مقام میں آ کر اپنا مدعا بیان کیا۔ حضرت نے ان کو اپنے سینے سے لگا لیا اس وقت سے ہمہ وقت حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں مصروف رہے۔ حضرت جندب بن حجیر کی شہادت کے بارے میں صاحب حدائق نے لکھا ہے کہ آپ حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

جوین بن مالک علیہ السلام

حضرت جوین بن مالک بن قیس بن ثعلبۃ التیمی کو جب اس بات کا یقین ہو گیا کہ اب صلح کی کوئی صورت باقی نہیں رہی اور ابن سعد کا لشکر حضرت امام حسین علیہ السلام سے آمادہ جنگ ہے تو آپ ابن سعد کے لشکر سے معہ قبیلہ تیمی کے لوگوں کے شب عاشورا حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آ کر حضرت کے جانثاروں میں شامل ہو گئے۔ علامہ سروی کے موافق حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر پر جو پہلا حملہ ہوا اس میں حضرت جوین بن مالک شہید ہوئے۔

حرث بن امرالقیس علیہ السلام

حضرت حرث بن امرالقیس الکندی کا شمار شجاعان عرب میں کیا جاتا تھا۔ آپ اکثر جنگوں میں شریک ہوئے آپ بڑے زاہد و عابد اور بہادر تھے، آپ لشکر ابن سعد کے ہمراہ کوفہ سے کربلا آئے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے لشکر ابن سعد کی صلح ممکن نہیں تو آپ لشکر ابن سعد سے نکل کر حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف آ گئے۔ ابصار العین میں صاحب حدائق کے حوالہ سے لکھا ہے کہ آپ حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

حرث بن نبہانی علیہ السلام

حضرت حرث بن نبہانی حضرت حمزہؓ کے غلام تھے۔ آپ بہت بہادر اور جانباز تھے۔ جب حضرت حمزہؓ کی شہادت ہو گئی تو آپ حضرت امیرالمومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی خدمت میں آ گئے اور حضرت امیر کی خدمت میں دن گزارے۔

بعد شہادت مولائے کائنات حضرت علیؑ آپ حضرت امام حسنؑ کی خدمت میں

حاضر رہے اور حضرت امام حسنؑ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں رہے۔ اس طرح حضرت حرث بن نبہانی کو حضرت حمزہؑ، حضرت علیؑ، حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی غلامی کا شرف حاصل رہا۔ حضرت حرث مدینہ سے کربلا تک حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ رہے اور یوم عاشورا آپ کی شہادت پہلے حملے میں ہوئی۔

حباب بن عامر بن کعب علیہ السلام

حضرت حباب بن عامر بن کعب تیمی نے کوفہ میں حضرت مسلم کے ہاتھ پر حضرت امام حسین علیہ السلام کی بیعت کی تھی۔ جب حضرت مسلم بن عقیل کو لوگوں نے تنہا چھوڑ دیا اور اس کے بعد ابن زیاد نے شہید کر دیا تو حضرت حباب کوفہ سے حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ شامل ہونے کیلئے روانہ ہوئے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے کربلا پہنچنے سے پہلے حضرت کے قافلہ میں شامل ہو گئے۔ سروی کی روایت کے مطابق حضرت حباب بن عامر کی شہادت پہلے حملہ میں ہوئی۔

نعیم بن العجلان علیہ السلام

حضرت نعیم بن العجلانؑ محبان اہل بیت میں سے تھے۔ آپ حضرت امیر المومنین کے جانثار صحابی تھے آپ کے دو اور بھائی حضرت نضر اور حضرت نعمان تھے یہ دونوں بھی حضرت امیر المومنین حضرت علیؑ کے اصحاب میں شامل تھے یہ تینوں بھائی بہت اچھے شاعر تھے۔ یہ تینوں بزرگ ہستیاں جنگ صفین میں حضرت علیؑ کے ساتھ تھیں، ان تینوں نے جنگ صفین میں بڑی شجاعت اور مردانگی کا ثبوت دیا۔

انصار العین کے موافق حضرت نضر اور حضرت نعمان واقعہ کربلا سے پہلے

وفات پا گئے۔ حضرت نعیم حیات تھے اور آپ کا قیام کوفہ میں تھا۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام عراق تشریف لائے تو حضرت نعیم جو محبت اہل بیت میں سرشار تھے جب آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کے حالات سے باخبر ہوئے تو کوفہ سے عراق خدمت حضرت امام حسین علیہ السلام میں حاضر ہوئے اور روز عاشورا حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

زاہر بن عمرو الکندی علیہ السلام

حضرت زہر بن عمرو نہایت بہادر اور طاقتور پہلوان تھے۔ آپ اہل بیت اطہار کے اطاعت گزار تھے۔ آپ ہمہ وقت محبت اہل بیت میں سرشار رہتے تھے محبان اہل بیت میں انکا بڑا مقام ہے، آپ کے پوتوں میں جناب محمد بن سنان حضرت امام رضاؑ اور حضرت امام محمد تقیؑ سے احادیث کے راوی تھے۔ جناب محمد بن سنان کی وفات ۲۲۰ھ میں ہوئی۔

جناب عمرو بن الحمق حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کے مشہور صحابی تھے۔ حضرت زاہر بن عمرو کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ زیاد ابن ابیہ اور حباب عمرو بن الحمق کے درمیان حضرت علیؑ کے بارے میں سخت اختلاف ہو گیا جس کے سبب زیاد بن ابیہ نے آپ کو معاویہ بن ابی سفیان کے حوالہ کر دیا۔ جب معاویہ بن ابی سفیان نے جناب عمرو بن الحمق کو گرفتار کیا تو زاہر بھی ان کے ساتھ گرفتار ہوئے۔ معاویہ بن ابی سفیان نے جناب عمرو بن الحمق کو قتل کرا دیا اور جناب زاہر کو چھوڑ دیا ۶۰ ہجری کو جناب زاہر جب حج کو آئے تو حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آ کر ملاقات کی سعادت حاصل کی اور وہیں سے حضرتؑ کے ساتھ کربلا آئے۔ ابصار العین کے موافق آپ روز عاشورا حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

جناب زاہر وہ باعظمت جانثار حسین ہیں کہ آپ کا تذکرہ حضرت امام حجتؑ

نے بالخصوص دو مقامات پر کیا ہے۔ زیارت ناحیہ میں اور زیارت رجبیہ میں جناب زاہر کی یہ عظمت ہے کہ حضرت امام زمانہؑ نے ان کو بالخصوص سلام کیا ہے۔

زہیر بن سلیم الازدی علیہ السلام

جناب زہیر بن سلیم کا تعلق قبیلہ ازد سے تھا۔ آپ کو اس قبیلہ میں بہت نمایاں حیثیت حاصل تھی۔ آپ عمر ابن سعد کے ساتھ کربلا آئے تھے۔ ابصار العین کے موافق جب آپ نے دیکھا کہ لشکر عمر سعد ہر حال میں حضرت امام حسینؑ سے آمادہ جنگ ہے اور صلح کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تو آپ شب عاشورا لشکر ابن سعد سے نکل کر حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ عمر سعد نے جو پہلا حملہ کیا تھا اس میں شہید ہوئے۔

سعد بن حرث علیہ السلام

جناب سعد بن حرثؓ حضرت علیؑ کے غلام تھے۔ بعد شہادت حضرت علیؑ آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر رہے اور حق وفا ادا کرتے رہے۔ جب حضرت امام حسنؑ کی شہادت زہر دغا سے ہوئی آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔

حضرت سعد بن حرث یوم عاشورا پہلے حملے میں شہید ہوئے۔ جناب ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ ریاض الشہادت میں اور دیگر مورخین نے کتب مقاتل میں ان کا ذکر کیا ہے۔

شبیب غلامِ حرث بن سریع علیہ السلام

جناب شبیب حرثؓ کے غلام تھے۔ آپ بہت بہادر تھے، آپ اپنے آقا

حرث اور سیف کے ساتھ کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور خدمت امام میں حق وفا ادا کرتے رہے۔

شہر ابن آشوب نے لکھا ہے کہ کربلا میں ظہر سے پہلے جو حملہ ہوا اس میں جو اصحاب حضرت امام حسین علیہ السلام کے شہید ہوئے اسی حملہ میں حضرت شبیب بھی شہید ہوئے۔

عبداللہ بن بشر علیہ السلام

جناب عبداللہ بن بشر خثعمی بہت بہادر اور اعلیٰ شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کی اپنے زمانے میں بڑی شہرت تھی، آپ کے والد بشر کا تذکرہ اکثر جنگوں میں ملتا ہے۔ جناب عبداللہ شروع میں ابن سعد کے لشکر میں شامل تھے لیکن نویں محرم سے پہلے آپ ابن سعد کے لشکر سے نکل کر حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ شامل ہو گئے اور یوم عاشورا نماز ظہر سے پہلے جو حضرتؑ کے لشکر پر حملہ ہوا تھا اس میں جناب عبداللہ بن بشر کی شہادت ہوئی۔

عبداللہ بن عروہ بن حراق غفاریؒ اور
عبدالرحمن بن عروہ بن حراق غفاریؒ

جناب عبداللہ بن عروہ اور جناب عبدالرحمنؒ عروہ دونوں بھائی تھے ان دونوں حضرات کا شمار کوفہ کے شرفا میں ہوتا تھا۔ بہادری، سخاوت اور شرافت ان کا وصف تھا۔ آپ دونوں کے دادا حضرت حراق حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کے اصحاب خاص میں تھے۔ انہوں نے جنگ جمل، صفین اور نہروان میں حضرت امیر المومنینؑ کے ساتھ شرکت کی تھی۔ ابو مخنف نے روایت کی ہے کہ جب اصحاب نے یہ محسوس کیا کہ ہر طرف سے دشمن حملہ آور ہے اور حضرت کو ہم نہ بچا سکیں گے تو اصحاب امام حسین علیہ السلام نے حضرت کے

سامنے اپنی جانثاری کا فیصلہ کیا کیونکہ حضرتؑ کے یہ جانثار یہ نہیں چاہتے تھے کہ ان میں سے کوئی زندہ بچے اور حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہو جائیں۔ لہٰذا ہر ایک کی یہ خواہش تھی پہلے وہ شہید ہو۔

جب معرکہ شدت اختیار کر گیا۔ اور چاروں طرف سے ظلم و ستم کی آندھیاں چلنے لگیں تو اس وقت حضرت عبداللہ اور حضرت عبدالرحمنؓ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے معالی السبطین کے موافق باری باری حضرت امام حسین علیہ السلام کی قدم بوسی کی اور عرض کیا۔ ''السلام علیک یا بن رسول اللہؐ''، حضرت امام حسین علیہ السلام نے جواب سلام فرمایا وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ و برکاتہ۔ دونوں نے حضرتؑ کی خدمت میں عرض کی۔ مولا ہم جب تک زندہ ہیں دشمنوں سے آپ کی حفاظت کرتے رہیں گے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام سے اجازت ملتے ہی دونوں نے ایک ساتھ میدان کا رخ کیا اور بہادری سے لڑتے رہے یہ ایسے قادر الکلام تھے کہ رجز کا ایک مصرع ایک بھائی پڑھتے تھے تو دوسرا مصرع دوسرے بھائی لگا دیتے تھے۔ (جب موت سامنے ہو اس وقت ذہن کی یہ بیداری اپنی مثال آپ ہے۔) آپ دونوں کے رجز کا ماحصل یہ تھا'' بنی غفار و بنی خندف اور بنی نزار سب جانتے ہیں کہ ہم فاجروں سے لڑ رہے ہیں۔ اے قوم آل اطہار کی مدد کرو ان سے مصیبتوں کا دفع کرو''۔

دونوں بھائیوں کی زبان پر یہ رجز تھا اور مصروف جنگ تھے، دشمن مسلسل ان پر حملے کر رہے تھے یہاں تک کہ دونوں حضرت امام حسین علیہ السلام کی حمایت میں شہید ہو گے۔

سروی نے لکھا ہے جناب عبداللہ حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے ان کے بعد جناب عبداللہ الرحمن جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ بحار الانوار کے مطابق عبدالرحمن بن عروہ نے بعد مقابلہ شہادت پائی آپ معرکہ قتال میں یہ رجز پڑھ رہے تھے۔ ''بہ تحقیق

بنی غفار وقبیلہ خندف اور بنی نزار کو اچھی طرح معلوم ہے کہ میں قتل کروں گا۔ فجار کو اپنی تلوار آبدار کے وار سے۔ اے میری قوم! دور کرو اولادِ رسولؐ سے دشمن کے شر کو شمشیر ونیزہ سے''۔

یزید بن شبیط العبدی البصریؓ، عبداللہ بن یزید بن شبیط اور عبیداللہ بن یزید شبیط

یزید بن شبیط محبان اہلبیت میں سے تھے ان کا شمار اپنی قوم وقبیلہ کے شرفا میں کیا جاتا تھا۔ علامہ طبری نے روایت کی ہے کہ ماریہ منقذ عبدی کی بیٹی شیعہ تھیں۔ ماریہ کا مکان شیعوں کی نشست گاہ تھا، وہاں لوگ جمع ہو کر صلاح ومشورے کیا کرتے تھے۔

یزید بن شبیط کو جب معلوم ہوا حضرت امام حسین علیہ السلام مدینہ چھوڑ رہے ہیں تو انہوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ چلنے کا فیصلہ کیا۔ اور اس بات کا عزم کیا کہ وہ اب حضرت امام حسین علیہ السلام کی اطاعت وجانثاری میں رہیں گے ان کے دس بیٹے تھے ان میں سے جناب عبداللہ اور جناب عبیداللہ نے اپنے والد کی راہ پر چلنے کا فیصلہ کیا اور ان کی رائے پر عمل کرنے کو تیار ہو گئے۔

یزید بن شبیط نے ماریہ کے گھر میں سب کو جمع کیا اور اپنے ارادے سے آگاہ کیا اور لوگوں سے پوچھا تم میں سے کون کون میرے ساتھ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں چلنے کو تیار ہے ان سب نے جواب دیا کہ ہم ابن زیاد کے خوف کے سبب یہ ارادہ نہیں کر سکتے۔ اس پر یزید بن شبیط نے کہا میں تو ضرور جاؤں گا چاہے مجھے کتنی ہی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے اور کتنی ہی سختیاں کیوں نہ اٹھانا پڑیں۔

لوگوں نے آپ کے ساتھ چلنے سے انکار کیا لیکن یزید بن شبیط اپنے دونوں بیٹوں کے ساتھ مکہ کیلئے روانہ ہو گئے۔ عامر اور عامر کے غلام سالم، سیف بن مالک اور ادہم بن امیہ یہ چار نفوس مزید ان کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ان حضرات نے جنگلوں کی راہ

اختیار کی۔ کیونکہ ابن زیاد نے تمام راستوں پر فوج تعینات کردی تھی۔ تا کہ کوئی شخص آنے جانے نہ پائے قطع منازل طے کرتے ہوئے یہ سب اس وقت مکہ معظمہ پہنچے جب حضرت امام حسین علیہ السلام ابھی مکہ ہی میں تھے۔ یہ لوگ یہاں رکے اور آرام کرنے کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں روانہ ہو گئے جہاں حضرت امام حسین علیہ السلام کا قیام تھا۔

جب یہ لوگ وہاں پہنچے تو معلوم ہوا حضرت خود ان کے آنے کی خبر سن کر ان سے ملنے کیلئے تشریف لے گئے ہیں یہ سن کر یہ سب اپنی قیام گاہ پہنچے تو دیکھا کہ حضرتؑ وہاں ان کے انتظار میں تشریف فرما ہیں سب نہایت ادب واحترام سے حضرتؑ کے سامنے حاضر ہوئے اور نہایت ادب سے کہا سلام ہو آپ پر یا ابن رسول اللہ حضرت نے جواب سلام دیا۔ ان لوگوں نے کہا خدا کا فضل ورحمت ہم پر ہے کہ آپ یہاں تشریف لائے۔

یہ لوگ نہایت ادب سے حضرت کے سامنے بیٹھ گئے اور اپنے آنے کا سبب ظاہر کیا۔ حضرتؑ نے ان کو دعائے خیر دی اسکے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام اپنی قیام گاہ تشریف لے گئے اسی وقت یہ سب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہمہ وقت حضرت کے ساتھ رہے۔ اور عاشور کے دن حضرت امام حسین علیہ السلام کے سامنے شہید ہوئے۔ علامہ سروی نے جناب یزید بن ثبیط کے دونوں فرزندوں کے بارے میں لکھا ہے کہ عبداللہ اور عبیداللہ پہلے حملے میں شہید ہوئے۔

عامر بن مسلم العبدیؑ اور سالم عامر بن مسلم العبدیؑ کے غلام

جناب عامر بن مسلم شیعیان حضرت امیر المومنین حضرت علیؑ میں تھے۔ آپ بصرہ کے رہنے والے تھے مکہ معظمہ میں اپنے غلام سالم کے ساتھ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مکہ سے حضرتؑ کے ہمراہ کربلا تشریف لائے۔ زیارت ناحیہ میں جناب عامر بن مسلم العبدی اور جناب سالم کی شہادت کا ذکر ہے۔ صاحب حدائق کی روایت کے مطابق روز عاشورا جناب عامر جناب سالم کے ساتھ حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

ادہم بن امیتہ العبدی علیہ السلام

ابصار العین کے موافق حضرت ادہم کا تعلق بصرہ سے تھا لیکن کوفہ میں سکونت اختیار کرلی تھی ماریہ کا مکان جہاں محبان اہل بیت جمع ہوتے تھے یہ بھی وہاں شرکت فرماتے تھے۔ جس وقت یزید بن ثبیط نے یہاں اپنا ارادہ ظاہر کیا تھا کہ وہ نصرت حضرت امام حسین علیہ السلام کے لئے مکہ معظمہ جائیں گے تو آپ نے بھی حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں جانے کا ارادہ کیا تھا اور جلد ہی یزید بن ثبیط کے ہمراہ مکہ معظمہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ روز عاشور آپ حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

سوار بن منعم نہمی علیہ السلام

سوار بن منعم حابس بن ابی عمیر بن نہم الہمدانی النہمی ہمدان کے رہنے والے تھے۔ آپکے نام کے ساتھ نہمی انکے دادا کے نام کی نسبت سے لگایا جاتا ہے۔ سوار بن منعم روز عاشورا سے پہلے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت کے جانثاروں میں شمولیت اختیار کی اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ آپ روز عاشور احملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

حدائق وردیہ کے موافق جب سوار بن منعم زخمی ہو کر گرے تو ان کو زخمی حالت میں اہل لشکر ابن زیاد کے پاس لے گئے ابن سعد نے ان کے قتل کا حکم دیا اس پر آپ کی قوم نے ابن سعد سے سفارش کر کے ان کو چھڑا لیا اور اپنے پاس رکھا۔ آپ نے اپنی قوم کے پاس رہتے ہوئے چھ ماہ بعد شہادت پائی۔ زیارت ناحیہ میں حضرت امام زمانہؑ نے آپ کہ شہادت پر نہایت رنج وغم کا اظہار فرمایا ہے۔ ”سلام اس زخمی پر جن کو قید کیا گیا۔ جن کا نام سوار بن ابی عمیر نہمی تھا۔

عبدالرحمن بن عبدالرب علیہ السلام

حضرت عبدالرحمن بن عبدالرب انصاری الخزرجی محبان اہل بیت میں سے تھے۔ آپ کا اخلاص اہل بیت کے ساتھ مثالی تھا۔ حدائق وردیہ کے موافق آپ نے قرآن کی تعلیم حضرت علیؑ سے حاصل کی تھی آپ کی تعلیم و تربیت اور پرورش بھی حضرت علیؑ نے فرمائی تھی۔

آپ کو صحابی رسولؐ اور صحابی حضرت علیؑ ہونے کا شرف حاصل تھا۔ آپ حدیث غدیر کے راوی اور شاہد تھے۔ اسماء الرجال ذہبی کے موافق آپ حدیث غدیر کے راوی اور شاہد تھے۔

ابن عقدہ نے محمد بن اسماعیل بن اسحٰق راشدی سے اور اسماعیل نے بوسایط خود اصبغ بن نباتہ سے روایت کی ہے کہ مقام رحبہ میں حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ نے لوگوں سے قسم دیکر پوچھا کہ جس نے رسالت مآبؐ سے روز غدیر خم حدیث ''جس کا میں مولا اس کے علی مولا ہیں'' فرماتے ہوئے سنا ہو وہ اٹھ کھڑا ہو اور جس نے یہ حدیث نہ سنی ہو وہ نہ اٹھے۔ امیر المومنینؑ کا یہ ارشاد سن کر جو صحابہ کھڑے ہوئے ان کے نام یہ ہیں۔ ابوایوب انصاری، ابوعمر بن ابوعمرو بن محصن، ابوزینب، سہیل بن حنیف، خزیمہ بن ثابت، عبداللہ بن ثابت حبشی بن جنادہ السلولی، عبید بن عازب، نعمان عجلان الانصاری، عبدالرحمن بن عبدرب الانصاری۔

ان صحابہ نے بیک وقت یک زبان کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم سب نے غدیر خم میں سرور کائناتؐ کو یہ فرماتے سنا ہے۔ آپؐ نے یہ کلمات فرمائے تھے۔ الا ان اللہ ولیی وانا ولی المومنین۔ الافمن کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ واحب من احبہ وابغض من ابغضہ وعن من اعانہ۔

علامہ ابن اثیر نے اسد الغابہ میں اس حدیث اور واقعہ کو مذکورہ صحابہ کے حالات میں ذکر کیا ہے۔ جناب عبدالرحمن مکہ سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور حضرتؑ کی اطاعت گزاری میں مصروف رہے یہاں تک کہ روز عاشورا پہلے حملہ میں شہید ہوئے علامہ سروی نے لکھا ہے کہ آپ بہت سے لوگوں کو قتل کر کے شہید ہوئے۔

عمر بن ضبیعہ بن قیس علیہ السلام

جناب عمر بن ضبیعہ قیس الضبعی بہت مشہور شہسوار اور شجاع تھے، لشکر ابن سعد کے ساتھ کربلا آئے تھے۔ جب آپ کو ابن سعد کی ایمان دشمنی اور اہل بیت سے عداوت کا یقین ہو گیا تو لشکر ابن سعد سے نکل کر حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور روز عاشور پہلے حملے میں شہید ہوئے ابصار العین کے مطابق ''عمر بن ضبیعہ بن قیس نامی شجاع و شہسوار تھے لشکر ابن سعد میں کربلا آئے تھے بعد میں ابن سعد کے لشکر سے نکل کر حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور روز عاشور پہلے حملہ میں آپ کی شہادت ہوئی''۔

مسعود بن الحجاج التیمیؑ اور عبدالرحمن بن مسعود بن الحجاجؑ

جناب مسعود بن الحجاج التیمی اور آپ کے فرزند عبدالرحمن بن مسعود بن الحجاج دونوں بہت بہادر و شجاع تھے اور شیعیان حضرت امیر المومنینؑ میں سے تھے۔ یہ ابن سعد کے لشکر سے نکل کر حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں شامل ہو گئے اور حق رفاقت ادا کرتے ہوئے حملہ اولیٰ میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ علامہ سروی کے موافق یہ دونوں باپ بیٹے پہلے حملے میں شہید ہوئے''۔

عمار بن سلامہ الدالانی علیہ السلام

حضرت عمار بن سلامہ بن اللہ بن عمران بن راس بن دالان ابوسلامتہ الہمد انی الدالانی نہایت بہادر اور صاحب کردار انسان تھے آپ کے حالات کے بارے میں علامہ کلبی اور ابن حجر نے لکھا ہے کہ ابوسلامہ حضرت رسالت مآبؐ کے صحابی تھے آپ کو حضرت رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل تھا۔ علامہ سماوی نے روایت کی ہے کہ جناب عمار بن سلامہ امیر المومنین کے اصحاب میں تھے۔ ظہری کی روایت ہے کہ آپ حضرت علیؑ کے اصحاب میں شامل تھے اور جنگ جمل، صفین اور نہروان میں شریک تھے۔ جب حضرت امیر المومنینؑ نے منزل ذی قار سے بغرض جنگ بصرہ کوچ فرمایا تو حضرت ابوسلامہ نے امیر المومنینؑ سے عرض کی تھی کہ مولا آپ بصرہ جا کر کیا کریں گے۔ اس پر امیر المومنین نے فرمایا تھا۔ ”میں وہاں لوگوں کو خدا کی اطاعت کی دعوت دوں گا اور ان کی ہدایت کروں گا اگر ان لوگوں نے یہ باتیں نہ مانیں تو ان سے جنگ کروں گا۔“ یہ سن کر ابوسلامہ نے کہا تھا کہ ”جو خدا کی طرف بندوں کو بلائے اور ہدایت کرے اس پر کوئی غالب نہیں آسکتا“۔

صاحب حدائق وردیہ اور سروی کے موافق عمار بن سلامہ پہلے حملے میں مع دیگر اصحاب حسینی شہید ہوئے۔ ابن حجر عسقلانی نے اصابہ میں لکھا ہے کہ عمار بن سلامہ کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور کربلا میں جب پہلا حملہ لشکر اعدا کی طرف سے ہوا تو دیگر اصحاب کے ساتھ شہید ہوئے۔

عمار بن حسان الطائی علیہ السلام

جناب عمار بن حسان کا شجرہ حسب ونسب اس طرح مرقوم ہے۔ عمار بن حسان

بن شریح بن سعد بن حارثہ بن لام بن عمرو بن ظریف بن عمرو بن ثمامہ بن ذہل بن جذعان بن سعد بن طی الطائی۔

جناب عمار بن حسان اہل بیت کے خاص جانثاروں میں تھے، آپ نہایت بہادر اور شریف النفس انسان تھے۔ آپ کا شمار شجاعان عرب میں کیا جاتا تھا۔ آپکے والد جناب حسان حضرت علیؑ کے اصحاب خاص میں تھے یہ جنگ جمل اور جنگ صفین میں حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کے ساتھ شریک تھے جو جنگ صفین میں شہید ہوئے۔

حضرت عمار کی ساتویں پشت میں آپ کے پوتے جناب عبداللہ بن احمد بن عامر بن سلیمان بن صالح بن وہب بن عمار تھے جو فقہ اہل بیتؑ کے عالم تھے اور راویان حدیث میں تھے۔ آپ کی تصانیف میں کتاب قضایائے امیر المومنینؑ قابل ذکر تصنیف ہے۔ اس کتاب میں حضرت امیر المومنین نے جو فیصلے مقدمات کے کیے ہیں وہ سب تحریر ہیں۔ جناب عبداللہ نے اپنے والد بزرگوار جناب احمد بن عامر سے بواسطہ حضرت امام رضاؑ سے روایات بیان کی ہیں۔ جناب عمار حضرت امام حسین علیہ السلام کی رفاقت میں مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اور آپؑ کے ہمراہ کربلا آئے روز عاشور احملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

قاسط بن زہیر بن حرث تغلبیؒ، کردوس بن زہیر بن حرث تغلبیؒ اور مقسط بن زہیر بن حرث تغلبیؒ

جناب قاسط، کردوس اور مقسط تینوں آپس میں بھائی تھے ان تینوں کو حضرت علیؑ کے صحابی ہونے کا شرف حاصل تھا۔ تینوں بھائی نہایت بہادر و امیر تھے۔ ابصار العین کے موافق یہ تینوں جنگ جمل، صفین اور نہروان میں حضرت علیؑ کی طرف سے جنگ میں شریک تھے۔ ان کے جنگی کارنامے مشہور ہیں خصوصاً جنگ صفین میں انہوں نے بڑا معرکہ سر کیا بعد میں یہ تینوں کوفہ میں آکر مقیم ہو گئے۔

جب ان کو معلوم ہوا کہ حضرت امام حسینؑ کربلا تشریف لے گئے ہیں تو یہ تینوں

بھائی کوفہ سے روانہ ہوئے اور کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ تینوں جانثارانِ حضرت امام حسین حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

قارب بن عبداللہ الدئلی علیہ السلام

ابصار العین کے موافق جناب قارب حضرت امام حسین علیہ السلام کے غلام تھے۔ آپ کی والدہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی کنیز تھیں۔ عبداللہ الدئلی نے ان سے نکاح کیا تھا جن سے جناب قارب پیدا ہوئے۔

جناب قارب مدینہ سے حضرت کے ہمراہ مکہ آئے اور وہاں سے حضرت کے ہمراہ کربلا آئے۔ ابن زیاد کا پہلا حملہ جو ظہر سے کچھ قبل ہوا تھا اس میں آپ کی شہادت ہوئی۔

قاسم بن حبیب علیہ السلام

جناب قاسم بن حبیب بن ابی بشر الازدی کا شمار کوفہ کے نامور شہسواروں میں کیا جاتا تھا۔ آپ ابن سعد کے لشکر کے ساتھ کربلا آئے تھے، بعد میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں شامل ہو گئے آپ کی شہادت ابن سعد کے پہلے حملہ میں ہوئی آپ کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ حضرت امام زمانہؑ نے آپ کا ذکر زیارت ناحیہ میں فرمایا ہے۔

کنانہ بن عتیق التغلبی علیہ السلام

جناب کنانہ بن عتیق کی کوفہ میں بڑی شہرت تھی۔ آپ کی شرافت اور نیک نامی کا بہت چرچا تھا۔ آپ زبردست پہلوان ہونے کے ساتھ عابد و زاہد اور نامور قاری بھی تھے قرآن کریم کی قرأت میں آپ کا بڑا نام تھا۔

جناب کنانہ بن عتیق کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور علامہ سروی کے مطابق آپ کی شہادت حملہ اولیٰ میں ہوئی۔

مسلم بن کثیر علیہ السلام

جناب مسلم بن کثیر الاعرج الازدی الکوفی کا تعلق تابعین میں ہوتا ہے آپ کوفہ کے رہنے والے تھے اور حضرت علیؑ کے اصحاب میں شامل تھے، آپ نے حضرت علیؑ کے ساتھ مختلف جنگوں میں حصہ لیا تھا۔

جناب مسلم بن کثیر کو جب معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام مع اپنے اہلبیت عازم سفر ہیں تو کوفہ سے حضرتؑ کی نصرت کیلئے روانہ ہوئے اور کربلا پہنچنے سے قبل قافلہ حسینی سے جا ملے اور خدمت حضرت امام حسین علیہ السلام میں حضوری کا شرف حاصل کیا۔ علامہ سروی کے مطابق روز عاشورا ابن سعد کے پہلے حملے میں شہید ہوئے۔

منجح بن سہم علیہ السلام

جناب منجح بن سہم حضرت امام حسین علیہ السلام کے غلام تھے۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے اعزا کے ساتھ مدینہ سے مکہ معظمہ تشریف لائے تو جناب منجح بھی ان کے ساتھ تھے۔ روز عاشورا بڑی دلیری سے جنگ کی اور لشکر ابن سد کے نامور پہلوانوں سے مقابلہ کیا روایت ہے کہ آپ جنگ کی ابتدا میں شہید ہوئے حسان بن بکر حنظلی ان کا قاتل تھا۔ جناب منجح کا ذکر حضرت امام زمانہؑ کی دعا زیارت ناحیہ میں مرقوم ہے۔

نصر بن ابی نیزر علیہ السلام

جناب نصر بن ابی نیزر حضرت علیؑ کے غلام تھے۔ آپ کے والد جناب نیزر کا

تعلق سلاطین عجم سے تھا۔ جناب نیزر کو رسولؐ اللہ نے پالا اور ان کی پرورش فرمائی جناب نیزر نہایت وفادار اور خلیق تھے۔ جناب رسولؐ اللہ کی وفات کے بعد آپ دختر رسولؐ خدا جناب سیدہؑ اور انکی اولاد کی خدمت میں رہے۔

مبرد نے کامل میں لکھا ہے کہ ''میری یہ تحقیق ہے کہ نیزر نجاشی کی اولاد میں سے تھے۔'' جب حضرت نیزر کم سن تھے اس وقت آپ کو دین اسلام سے بہت رغبت پیدا ہوئی۔ آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا مبرد کے علاوہ دیگر مورخین بھی اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت نصر کے والد ابو نیزر سلاطین عجم کی اولاد میں سے تھے۔ اور کسی نے آپ کو جناب رسولؐ خدا کی خدمت میں ہدیۃً پیش کیا تھا۔ بعد وفات رسالت مآبؐ آپ حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت میں رہے اور آپ کے نخلستان میں کام کیا کرتے تھے۔ آپ حضرت علیؑ کے کنواں کھودنے اور اس کے وقف کا حال روایت کیا کرتے تھے۔

علامہ مبرد نے کامل میں کنواں کھوانے کی حدیث کو مفصل طور پر بیان کیا ہے۔ ابو نیزر کہتے کہ میں چشمہ ابو نیزر اور بغیبغہ کے نخلستان میں کام کیا کرتا تھا کہ ایک روز حضرت امیر المومنینؑ وہاں تشریف لائے اور فرمایا۔ ''اے ابو نیزر تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے''۔ میں نے عرض کی۔ ''مولا ہے تو لیکن آپ کے لائق نہیں''۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ ''جو کچھ ہے وہی لادو''۔ حضرت نے اٹھ کر چشمہ میں ہاتھ دھوئے اس کے بعد جو میں لایا تھا۔ آپؑ نے نوش فرمایا۔ اس کے بعد ریت سے ہاتھ مل کر اس چشمہ سے دھوئے۔ اس کے بعد آپ چشمے میں اترے اور اسے کھودنا شروع کیا تا کہ زیادہ پانی نکلا کرے اور چشمہ زیادہ وسیع ہو جائے۔ آپ دیر تک کھودتے رہے پھر واپس آئے آپ کے چہرہ مبارک پر پسینہ تھا پھر دوبارہ چشمہ میں داخل ہوئے دفعتہ پانی موٹی دھار سے نکلنا شروع ہو گیا۔ آپ چشمہ سے باہر تشریف لائے اور فرمایا۔ ''میں نے

اس چشمہ کو فقرائے مدینہ پر وقف کیا اس پر خدا کو گواہ کرتا ہوں۔" اس کے بعد ایک کاغذ پر یہ مضمون تحریر فرمایا۔ "بندہ خدا علی امیر المومنینؑ نے وقف وحبس کیا چشمہ ابی نیزر اور چشمہ بغیبغہ کسی کو اس کے فروخت اور ہبہ کرنے کا اختیار نہیں ہے، ہاں اگر حسنینؑ کو ضرورت ہو تو وہ بیع اور ہبہ کر سکتے ہیں ان کے علاوہ کسی اور کو اس کا اختیار نہیں"۔

ابصار العین کے موافق جناب نیزر کے فرزند جناب نصر جو مدینہ سے مکہ اور مکہ سے کربلا تک حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں رہے یوم عاشورا حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

جابر بن عروہ غفاری علیہ السلام

معالی السبطین میں محمد مہدی مازندرانی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت جابر بن عروہ غفاری صحابی رسولؐ تھے۔ آپ جنگ بدر میں رسولؐ اللہ کے ساتھ تھے۔ رسولؐ اللہ کے بعد آپ گوشہ نشین ہو گئے، آپ اتنے ضعیف تھے کہ آپ کے ابرو آنکھوں پر گر چکے تھے اور آپ کی کمر جھک چکی تھی آپ نے ابرو پر ایک پٹی باندھی اور کمر کو کس کر حضرت سے اجازت طلب کی۔ آپ کو دیکھ کر حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا "اے سن رسیدہ اللہ آپ کی کوششوں پر آپ کو جزا دے۔" جب آپ میدان میں آئے تو رجز خوانی کی اور اتنی سے زیادہ یزیدیوں کو واصل جہنم کر کے جام شہادت نوش کیا۔"

مقتل ابی مخنف کے موافق حضرت عون کے بعد جابر جو جنگ بدر اور اسلام کی دوسری جنگوں میں رسولؐ اللہ کے ہمرکاب تھے حضرت کی خدمت میں آئے آپ کی بڑھاپے کے سبب پلکیں جھکی ہوئی تھیں انہیں آپ نے باندھا جب آپ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آ کر اجازت طلب کی تو انہیں دیکھ کر حضرتؑ نے فرمایا۔

"اے مرد بزرگ اللہ آپ کو اس عمل کی جزائے خیر عطا فرمائے"۔

اس کے بعد آپ میدان میں تشریف لائے اور یہ رجز پڑھا "بنو غفار، خندف

ہیں جب سے جناب سعید خط لیکر حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آئے اسکے بعد سے حضرت کی خدمت سے جدا نہ ہوئے۔

ابو جعفر طبری نے لکھا ہے۔ حضرت مسلم جب کوفہ میں پہنچے اور جناب مختار کے گھر میں ٹھہرے تو لوگوں نے خطبے پڑھنا شروع کیے تو سب سے پہلے عابس نے خطبہ پڑھا تھا پھر حضرت حبیب ابن مظاہرؓ نے اور تیسرا خطبہ جناب سعید بن عبداللہ نے پڑھا تھا۔ اس خطبہ میں آپ نے کہا تھا کہ میں نے قسم کھائی کہ میں اپنی جان حضرت امام حسین علیہ السلام کی حمایت میں قربان کردوں گا۔

جب شب عاشور حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا تھا جو جانا چاہتا ہے چلا جائے کیونکہ یہ لوگ میری جان لینے کے درپے ہیں۔ اس موقعہ پر جناب سعید بن عبداللہ نے کہا تھا۔ مولا میں آپ کو تنہا نہیں چھوڑ سکتا اگر مجھے یقین ہو جائے کہ میں آپ کی محبت میں قتل کر دیا جاؤں اور پھر دوبارہ زندہ کیا جاؤں گا پھر مجھے جلا کر میری خاک ہوا میں اڑا دی جائے اور ستر بار ایسا ہی ہو پھر بھی میں آپ سے جدا نہیں ہونگا۔ شب عاشورا جناب سعید بھی دوسرے اصحاب کی طرح ساری رات مصروف عبادت رہے۔

روز عاشورا جب نماز ظہر کا وقت آیا۔ تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس طرح نماز ادا فرمائی کہ آپ کے آدھے جانثار مصروف جنگ تھے اور آدھے نماز میں شریک تھے یہ فقہی مسئلہ ہے کہ دوران جنگ اسی طرح نماز ادا کی جائے جب آدھے لوگ نماز ادا کرلیں تو باقی لوگ نماز ادا کریں اور جو نماز ادا کر چکیں وہ دشمن سے مقابلہ کریں۔

جس وقت نماز کی صف بندی ہوئی جناب سعید بن عبداللہ فوج کے اس حصہ میں تھے جہاں لشکر ابن سعد لڑ رہا تھا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے قریب اس کا لشکر آ گیا تھا اس وقت گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی۔ جب یہ یقین ہو گیا کہ یہ لوگ حضرتؑ کے قریب آنے میں کامیاب ہو جائینگے تو جناب سعید حضرت کے سامنے آ کر کھڑے

اور بنی نزار جانتے ہیں کہ میں احمد مختار کی مدد کر رہا ہوں۔ اے قوم تم بھی مرد صالح کی مدد کرو جن پر خالق خود درود و سلام بھیجتا ہے۔" اس کے بعد حملہ کر کے اسی (۸۰) کافروں کو ہلاک کیا اور جام شہادت نوش کیا۔

سعید بن عبداللہ علیہ السلام

جناب سعید بن عبداللہ الحنفی محبان اہل بیت میں سے تھے۔ آپ نہایت عابد و زاہد اور بڑے بہادر تھے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں جو قاصد حاضر ہوئے تھے ان میں جناب سعید بن عبداللہ بھی تھے۔ ان خطوط میں لوگوں نے اپنی عقیدت اور جانثاری کا ذکر کیا تھا اور لکھا تھا۔ آپؑ یہاں تشریف لائیں یہاں بہت بڑی تعداد میں لوگ آپ کی ہدایت اور اطاعت کے منتظر ہیں اور جانثاری کے لئے تیار ہیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان خطوط کے جواب میں لکھا تھا۔ "تمہارے قاصد ہمارے پاس پہنچے۔ آخر میں سعید بن عبداللہ اور ہانی بن عروہ تمہارے خطوط لے کر حاضر ہوئے تم لوگوں نے خطوط میں مطلب واضح کیا ہے کہ تم لوگ بغیر امام کے وہاں ہو اس لئے میں آؤں اور تمہاری ہدایت کروں اور احکام الٰہی بتاؤں لہٰذا میں اپنے چچازاد بھائی اور معتمد خاص جناب مسلم بن عقیل کو تمہارے پاس بھیج رہا ہوں، اگر تم لوگ متفق ہو تو یہ مجھے تمہارے اور روساء اور اشراف و سرداروں کے مفصل حالات سے آگاہ کریں گے اور میں عنقریب آجاؤں گا۔ یہ خط جناب مسلم کی روانگی سے قبل جناب سعید اور جناب ہانی کے ہاتھ روانہ فرمایا تھا۔

حضرت مسلم کی کوفہ آمد پر لوگوں نے عزت و اکرام کا اظہار کیا تھا اور اطاعت و وفاداری کے وعدے کئے تھے یہ دیکھ کر حضرت مسلم نے جناب سعید بن عبداللہ کی معرفت حضرت امام حسین علیہ السلام کو خط بھیجا تھا۔ جس میں لکھا تھا کوفہ کے حالات سازگار

ہو گئے اور حضرتؑ کی طرف آنے والے ہر تیر کو اپنے سینے، منہ، ہاتھوں، گردن اور پہلو پر روکتے تھے لیکن کوئی تیر حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف نہیں جانے دیتے تھے۔ جب بدن تیروں سے چھلنی ہو گیا۔ تو آپ زمین پر گر پڑے اور بارگاہ الٰہی میں فرما رہے تھے۔ "اے پروردگار ان لوگوں پر عاد و ثمود کی طرح لعنت فرما جیسے تو نے ان پر لعنت کی تھی۔ اے! اللہ میرا اسلام حضرت رسول خدا پر پہنچے اور مجھے جو زخموں سے تکلیف ہے اس سے جناب رسولؐ خدا کو مطلع فرما کیونکہ میرا مقصد رسولؐ اللہ کی ذریت کی نصرت کرنا اور تیری خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ آپ نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے عرض کیا" یا ابن رسولؐ اللہ کیا میں نے حق ادا کر دیا یا نہیں۔ حضرت نے فرمایا۔ "بیشک تم نے جو ہمارا حق تھا وہ ادا کر دیا اور اے سعید بہشت میں جاتے ہوئے تم میرے آگے ہو گے۔" یہ سن کر جناب سعید مطمئن ہو گئے اور روح پرواز کر گئی۔

سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ مقتل لہوف میں لکھتے ہیں کہ جب جناب سعید بن عبداللہ تیروں سے نڈھال ہو کر زمین پر گرے تو فرما رہے تھے۔ "اے خدا اس ظالم قوم پر عاد و ثمود کی طرح لعنت فرما اور میرا اسلام اپنے پیغمبر کو پہنچا اور جو زخم میرے جسم پر لگے ہیں۔ ان کو اس سے مطلع فرما میرا مقصد تیرے پیغمبرؐ کی نصرت اور تیری خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ یہ کہتے ہوئے آپ دنیا سے رخصت ہوئے جب جناب سعید کے زخموں کا مشاہدہ کیا گیا تو تلواروں اور تیروں کے زخموں کے علاوہ تیرہ تیروں کے پھل آپ کے بدن میں پیوست تھے۔ علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ سعید بن عبداللہ حنفی بوقت ادائیگی نماز ظہر حضرت امام حسینؑ کے سامنے کھڑے تھے اور جو نیزہ و تیر لشکر مخالف سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف آتا تھا اسے حضرت تک نہیں پہنچنے دیتے تھے بلکہ اسے اپنے جسم پر روک لیتے تھے۔ یہاں تک کہ تیروں اور نیزوں کے زخموں سے چور زمین پر گر پڑے اس وقت آپ کہہ رہے تھے۔ "خداوند لعنت کر ان ظالموں پر مثل عاد و ثمود

کے، خداوندا امیر اسلام اپنے پیغمبرؐ کو پہنچا اور انہیں آگاہ فرما کہ میں نے ان کے فرزند کی نصرت کی تو مجھے اپنی رحمت کا امیدوار کر، صاحب بحار الانوار نے یہ بھی لکھا ہے کہ علاوہ زخمہائے نیزہ و شمشیر انکے بدن سے تیرہ (۱۳) تیر نکلے۔

سیف بن مالک العبدی البصری علیہ السلام

حضرت سیف بن مالک محبان اہل بیت میں تھے ماریہ کا مکان جو محبان اہل بیت کی آماجگاہ تھا یہاں اکثر صلاح مشورے ہوا کرتے تھے، اس میں سیف بن مالک بھی شریک ہوا کرتے تھے۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام مکہ معظمہ تشریف لائے اور ماریہ کے مکان میں صلاح و مشورے ہوئے کہ کون کون حضرت کی نصرت کیلئے آمادہ ہے تو آپ نے بھی وہاں شرکت فرمائی۔ انصار العین میں مرقوم ہے کہ جناب سیف بن مالک یزید بن ثبیط کے ساتھ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں مکہ معظمہ میں حاضر ہوئے اور حضرتؑ کے ساتھ رہے۔ روز عاشورا بعد نماز ظہر آپ نے ابن زیاد کے لشکر سے نہایت بہادری سے جنگ کی اور مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔

نافع بن ہلال الجملی علیہ السلام

جناب نافع بن ہلال بن نافع بن جمل بن سعد العشیرہ بن مذحج المذحجی الجملی کے متعلق معالی السبطین میں محمد مہدی مازندرانی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ بعض مورخین نے آپ کا نام ہلال ابن نافع لکھا ہے نافع دادا کے نام پر تکرار سمجھ کر کاٹ دیا ورنہ آپ کا نام نافع ابن ہلال ہے۔

جناب نافع بن ہلال نہایت شریف النفس اور بہادر مرد میداں تھے۔ تیر اندازی میں آپ کو کمال کی مہارت تھی۔ آپ راوی حدیث، قاری قرآن اور منشی

کامل تھے۔ آپ کو حضرت علی علیہ السلام کے اصحاب خاص ہونے کا شرف حاصل تھا۔ آپ نے جنگ جمل، صفین اور نہرواں میں شرکت فرمائی تھی۔ آپ کوفہ حضرت مسلم بن عقیل کی شہادت سے پہلے روانہ ہو گئے تھے اور راہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔

علامہ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے لشکر حر کے آنے کے بعد خطبہ پڑھا تھا جس میں فرمایا تھا۔ جسے ہمارے ساتھ جان دینا ہو وہ ہمارے ساتھ رہے ورنہ چلا جائے میں بخوشی جانے کی اجازت دیتا ہوں۔ اس کے جواب میں پہلے عزیزوں نے خطاب کیا۔ اس کے بعد اصحاب میں سب سے پہلے حضرت زہیر بن قین نے کہا تھا کہ مولا جب تک ہم زندہ ہیں آپ سے جدا نہ ہونگے۔ ان کے بعد جناب نافع بن ہلال اپنی جگہ سے اٹھے اور عرض کی۔ مولا آپ خوب جانتے ہیں کہ آپ کے نانا حضرت رسولؐ خدا یہ نا کر سکے کہ سب مسلمانوں کو دلوں میں ان کی محبت ہو جائے ان لوگوں میں کچھ لوگ مدد کا وعدہ کرتے تھے اور دل سے آنحضرتؐ کے خلاف تھے اور آپ کے والد ماجد کے ساتھ بھی لوگوں کا رویہ یہی رہا۔ کچھ نے تو اطاعت جان و دل سے کی اور جس نے آپ کے والد سے جنگ کی اس سے جنگ کر کے ان لوگوں نے اپنی جانیں قربان کیں اور کچھ لوگ مخالف ہی رہے۔ اے مولا آج آپ کے لئے بھی ہمارے خیال میں یہی حال ہے جو بھی آپ کی بیعت توڑے اور خوف زدہ ہو اپنے لئے برا کرے گا اور وہ نقصان ضرور اٹھائے گا۔ مولا آپ جس طرف بھی مشرق یا مغرب کسی سمت جائیں ہم آپ کے ساتھ چلیں گے اور آپ کی حفاظت کریں گے۔ خدا کی قسم جو ہمارے مقدر میں لکھا ہے ہمیں اس کا خوف نہیں۔ اور نہ ہمیں موت کا کوئی ڈر ہے۔ ہم اپنی رائے میں اور ارادے میں پختہ ہیں، آپ کے دوست کے دوست اور دشمن کے دشمن ہیں۔

تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ جب عمرو بن قرظہ انصاری حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت وحمایت میں شہید ہو گئے تھے تو ان کا بھائی ابن سعد کے لشکر میں تھا یہ لشکر سے باہر آیا اور حضرت امام حسین علیہ السلام سے کہنے لگا۔ اے حسین علیہ السلام آپ نے میرے بھائی کو فریب سے اپنے ساتھ رکھا (معاذ اللہ) اور قتل کرا دیا۔ اس بے ادب کی گستاخانہ گفتگو سن کر حضرت نافع نے اس پر حملہ کر دیا۔ اس پر ایسی تلوار ماری کہ وہ زمین پر گر گیا۔ ابن سعد کے لشکر والے اسے اٹھا کر لے گئے۔ جو لوگ اسے بچانے آئے تھے ان سب نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا اس وقت حضرت نافع نے سب کو مار کر بھگا دیا۔

شیخ مفید اور صاحب مناقب نے روایت کی ہے کہ جناب نافع معرکہ جہاد میں یہ رجز پڑھ رہے تھے۔ ''اے اہل کوفہ میں نافع بن ہلال ہوں، میرا دین دین علیؑ سے ہے اور دین علیؑ دین رسولؐ ہے'' اس وقت قبیلہ بنی قطیعہ سے مزحم ابن حرث حضرت نافع بن ہلال کے مقابلہ پر آیا تو حضرت نافع بن ہلال اس پر تلوار لے کر اس طرح جھپٹے کہ اس ملعون نے بھاگنا چاہا لیکن بچ نہ سکا۔ حضرت نافع کا وار ایسا کاری تھا کہ وہ اسی وقت ہلاک ہو گیا یہ دیکھ کر عمرو بن حجاج نے اپنے لشکر والوں کو آواز دی کیا تم جانتے ہو کس شیر کے مقابلے میں جا رہے ہو خبردار ہو جاؤ کہ جو ان کے مقابلہ پر جائے گا مارا جائے گا۔ لہٰذا ایک بار ملکر اس پر حملہ کرو اور تیر برساؤ آپ مصروف جنگ تھے یہاں تک کہ سب تیر جو آپ کے پاس تھے ختم ہو گئے تو تلوار سے جنگ شروع کی۔ جب ابن سعد کے لشکر نے دیکھا کہ اس شیر پر قابو پانا مشکل ہے تو سب نے ملکر ایک ساتھ آپ پر حملہ کر دیا اور اس مرد جری پر چاروں طرف سے پتھر اور تیر برسائے اور آپ کو نرغے میں لے کر آپ پر تیروں اور پتھروں سے وار کیے جس کے سبب آپ کے دونوں بازو ٹوٹ کر شکستہ ہو گئے اس وقت شمر بے حیا اپنے ساتھیوں کو لے کر ان کے قریب آیا اور

ان کی مدد سے ابن سعد کے پاس لے گیا۔ ابن سعد نے کہا نافع تم نے یہ کیا کیا کہ اپنی جان کو ختم کیا اس پر حضرت نافع نے جواب دیا خدا خوب جانتا ہے کہ جان دینے سے میرا مقصد کیا ہے۔ ایک شخص نے حضرت نافع کا خون داڑھی پر بہتے دیکھا تو کہا یہ تمہارا خون بہہ رہا ہے۔ اس پر حضرت نافع نے کہا مجھے اپنی جان کا افسوس نہیں اگر میرے بازو پتھروں اور تیروں کے حملے سے سے شکستہ نہ ہوتے تو تم لوگ مجھے کسی صورت پکڑ نہیں سکتے تھے۔

ابو مخنف نے لکھا ہے کہ حضرت نافع نے اپنے تیروں پر اپنا نام لکھا ہوا تھا روضتہ الشہدا کے موافق آپ کے ترکش میں اسی (۸۰) تیر تھے، ان میں سے کوئی تیر خالی نہ گیا۔ جب تیر ختم ہو گئے تو آپ نے تلوار سے جنگ شروع کی۔ ابی مخنف نے روایت کی ہے کہ حضرت نافع نے ستر آدمیوں کو قتل کیا۔ ابن خلدون نے لکھا ہے آپ لڑتے لڑتے زخمی حالت میں تھے کہ ان کے بازو ٹوٹ گئے آپ زخموں سے بے حال تھے کہ ان پر لعینوں نے ہجوم کیا، شمر ذی الجوشن آپ کو ابن سعد کے پاس لے گیا۔ اس وقت آپ کے چہرے سے خون کے فوارے جاری تھے عمر سعد یہ دیکھ کر مسکرایا تو حضرت نافع نے کہا اگر میرے بازو سلامت رہتے تو تم مجھ کو ہرگز نہیں پکڑ سکتے تھے۔

حضرت نافع کی اس گفتگو کے بعد شمر نے ابن سعد سے پوچھا اب کیا حکم ہے میں ان کو قتل کر دوں۔ ابن سعد نے کہا تو ان کو لایا ہے تیرا دل چاہئے تو ان کو قتل کر دے شمر نے جب تلوار قتل کے ارادہ سے نکالی تو حضرت نافع نے کہا اے شمر! اگر تو مسلمان ہوتا تو ہرگز میرا خون اپنی گردن پر لے کر خدا کے سامنے روز قیامت نہ جاتا میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ میری موت تجھ جیسے شریر کے ہاتھوں مقرر فرمائی اس کے ساتھ ہی شمر لعین نے آپ کو تلوار کے وار سے شہید کر دیا۔

بحاالانوار میں لکھا ہے کہ جب حضرت نافع کا ترکش خالی ہو گیا تھا تو آپ نے

اپنا ہاتھ قبضہ شمشیر پر رکھا اور یہ رجز پڑھا۔ ''اے قوم میں فرزند بجلی ہوں اور میرا دین علیؑ اور حسین علیہ السلام ابن علیؑ کا ہے آج قتل کیا جاؤں تو یہی میری آرزو ہے اسلئے کہ مجھے اجر ملے گا میرے اعمال صالح کا'' یہ رجز پڑھ کر آپ نے میدان کارزار میں تیرہ لعینوں کو واصل جہنم کیا۔ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ اس کے آگے مزید لکھتے ہیں اشقیاء نے ان کے دونوں بازو توڑ ڈالے اور اسیر کر کے ابن سعد کے پاس لے گئے۔ شمر ملعون نے نہیں شہید کیا۔

عمرو بن قرظہ علیہ السلام

جناب عمرو بن قرظہ الانصاری کا نسب نامہ صاحبان سیر و تاریخ نے یہ تحریر کیا ہے۔ عمرو بن قرظہ بن کعب۔ بن عمرو بن عائذ زید مناۃ بن ثعلبہ۔ بن کعب۔ بن الخزرج الانصاری الکوفی الخزرجی۔

جناب عمرو کے والد ماجد جناب قرظہ رسولؐ اللہ کے صحابی تھے۔ انہوں نے آنحضرتؐ سے اکثر احادیث روایت کی ہیں۔ آنحضرت کے بعد آپ کو حضرت امیر المومنینؑ کے صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ نے پہلے مدینہ منورہ پھر کوفہ میں قیام کیا۔ آپ ہر کڑے وقت میں امیر المومنین کے ساتھ رہے۔ جنگ جمل، صفین اور نہروان میں حضرت امیر المومنین کی طرف سے جنگ میں شرکت کی۔

آپ نہایت دیندار، ایماندار اور پاکیزہ طبیعت کے مالک تھے۔ اسی بنا پر حضرت علیؑ نے آپ کو فارس کا حاکم مقرر کیا تھا۔ جناب قرظہ کا انتقال ۵۱ھ میں ہوا۔ حضرت علیؑ کے بعد کوفہ میں سب سے پہلے آپ پر نوحہ پڑھا گیا۔ جناب عمرو کربلا میں اس وقت حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گئے تھے جب کوفہ میں ابن زیاد کی طرف سے لوگوں پر آنے جانے کی پابندی نہیں لگی تھی یہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے پیغامات عمر سعد کے

پاس کربلا میں شمر کے پہنچنے سے پہلے تک لے جاتے تھے۔ روز عاشورا جب آغاز جنگ ہوا تو آپ نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے اجازت طلب کی۔

مقتل لہوف اور بہار الانوار میں لکھا ہے کہ آپ نے ایسی جنگ کی کہ ابن سعد کے بہت سے فوجیوں کو فی النار کر دیا۔ دوران جنگ آپ رجز میں یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔ ''گروہ انصار کو معلوم ہے کہ میں ایسے بزرگ کی حمایت میں لڑ رہا ہوں جن کی حمایت واجب و لازم ہے میں اپنی جان راہ خدا میں پیش کر رہا ہوں میں جس بزرگ ہستی کی طرف سے لڑ رہا ہوں وہ حضرت امام حسین علیہ السلام ہیں میری جان اور گھر بار سب کچھ حضرت پر فدا ہے۔'' آپ جنگ کرتے کرتے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، یہ وہ وقت تھا جب دشمن حضرتؑ کی طرف تیر پھینک رہے تھے۔ جناب عمرو بن قرظہ حضرت کے سامنے کھڑے ہو گئے اور دشمنوں کے تیروں سے حضرتؑ کی حفاظت کرتے رہے اور جو تیر بھی حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف آتا اس کو اپنے سینے اور پیشانی پر روک لیتے تھے۔ آپ نے ہر آنے والا تیر اپنے جسم پر روکا اور کوئی تیر حضرت تک نہ پہنچنے دیا یہاں تک کہ جناب عمرو کی تیروں سے پیشانی اور سینہ بہت زیادہ زخمی ہو گیا۔

سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ مقتل لہوف میں لکھتے ہیں۔ جب تک جناب عمرو کے جسم میں جان باقی تھی کسی طرح کی تکلیف نواسہ رسولؐ کو نہ پہنچنے دی اور جب ان کا جسم زخموں سے چور چور ہو گیا تو حضرت امام حسین علیہ السلام سے مخاطب ہوئے۔ مولا کیا مجھ پر جو فرض تھا وہ میں نے ادا کیا یا نہیں۔ اس پر حضرت نے فرمایا۔ تم نے اپنا فرض ادا کر دیا، تم جنت میں مجھ سے پہلے جاؤ گے۔ اے عمرو! جب داخل بہشت ہونا تو میرے نانا کو میرا سلام کہنا اور کہنا حسین علیہ السلام بھی میرے پیچھے آ رہے ہیں۔ جب دشمنوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام پر حملہ کر دیا تو حضرت عمرو بن قرظہ تیروں کو اپنے سینے پر روکنے لگے اور اسی عالم

میں شہید ہوئے۔

آقائے محمد مہدی مازندرانی معالی السبطین میں لکھتے ہیں عمرو بن قرظہ انصاری وہ جانثار ہیں کہ جب تک حضرتؑ کے سامنے موجود رہے نہ کوئی تیر جسم فرزند رسول تک آنے دیا اور نہ کوئی تلوار حضرت کی طرف چلنے پائی۔ جس طرف سے تیر آتا تھا۔ عمرو اپنے ہاتھوں سے اسے روکتے تھے۔ جب آپ کے ہاتھ جواب دے گئے تو آنے والے تیر اپنے سینے پر روک لیتے تھے، آپ کو میدان میں جانے کی فرصت ہی نہ ملی، آپ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی حفاظت کیلئے ڈھال بنے رہنے کی بدولت حضرت کے قدموں میں گر کر جان نثار کی۔

جون بن حوی علیہ السلام

جناب جون حضرت ابوذر غفاری کے غلام تھے اور اہل بیت سے اپنے آقا حضرت ابوذر کی طرح محبت کرتے تھے۔ حضرت جون پہلے حضرت امام حسنؑ کی خدمت میں رہے۔ حضرت امام حسنؑ کی شہادت کے بعد آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام عمر حقِ وفاداری ادا کرتے رہے۔ صبر و استقلال اور وفا شعاری حضرت جون کی شخصیت کے اہم پہلو تھے۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے مدینہ سے سفر شروع کیا تو حضرت جون بھی حضرت کے ساتھ شریک سفر تھے یہاں تک کہ مکہ معظمہ اور مکہ معظمہ سے کربلا تک ساتھ رہے اور اپنے آقا حسین علیہ السلام کا ہر طرح سے خیال رکھا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے کبھی یہ محسوس نہ ہونے دیا کہ حضرت جون ان کے غلام ہیں۔ حضرت جون بیمار کربلا کی خدمت پر معمور تھے۔ جب حضرت جون نے دیکھا کہ حضرت ایک ایک عزیز اور انصار کی لاش اٹھا رہے ہیں۔ تو جناب سید سجاد کے سرہانے رونے لگے۔ بیمار کربلا نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا

اے جون! کیوں رو رہے ہو۔ حضرت جون نے کہا آقا حسین علیہ السلام کی بیکسی دیکھی نہیں جاتی، آپ بیمار ہیں۔ اچھے ہوتے تو میں بھی امام کے قدموں پر اپنی جان نثار کر دیتا۔ حضرت امام زین العابدینؑ نے فرمایا۔ "اے جون میں اجازت دیتا ہوں کہ تم شوق سے جا کر بابا سے اذن جہاد طلب کرو"۔ بوڑھے جانثار غلام نے بیمار امام کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ بیمار کربلا نے حضرت جون کو دعائیں دیں۔ "اے جون تمہیں خدا کے سپرد کیا"۔ حضرت جون نے خدمت امام حسین علیہ السلام میں عرض کی مولا بیمار کربلا سے اجازت لے کر آیا ہوں۔ آپ مجھے اذن جہاد دیجئے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا جون تم جوانی میں کافی جہاد کر چکے ہو اب بوڑھے ہو گئے ہو بوڑھوں پر جہاد ساقط ہے۔

حضرت جون اتنے ضعیف تھے کہ کمر جھک گئی تھی لیکن محبت حسین علیہ السلام میں سرشار تھے۔ آپ ہاتھ جوڑ کر اذن جہاد مانگ رہے تھے۔ جب دیکھا کسی طرح اجازت نہیں مل رہی ہے تو کہنے لگے۔ ہاں مولا میں حبشی سیاہ فام ہوں، میرا خون سیاہ ہے اور میرے پسینے سے بو آتی ہے۔ آپ نہیں چاہیں گے کہ ایک حبشی کا بدبودار خون بنی ہاشم کے خوشبودار خون میں شامل ہو جائے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے جب یہ سنا تو حضرت جون کو گلے لگالیا۔ جب اجازت ملی تو حضرت جون نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے قدم چوم لئے۔

علامہ محمد باقر مجلسی، سید ابن طاؤس اور علامہ سید رضی داؤدی لکھتے ہیں کہ جب روز عاشورا میدان کارزار گرم تھا تو اس وقت حضرت جون خدمت حضرت امام حسین علیہ السلام میں حاضر ہوئے اور جہاد کی اجازت طلب کی۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ "اے جون تم تو ہمارے پاس اس مقصد سے آئے تھے کہ آرام سے زندگی بسر کرو گے۔ اب تم قتل ہونے کی خواہش کر رہے ہو۔ میں تمہیں یہاں سے واپس

جانے کی اجازت دیتا ہوں، تم اپنی جان کی حفاظت کرو۔'' اتنا سننا تھا کہ حضرت جون حضرت امام حسین علیہ السلام کے قدموں میں گر گئے اور حضرت کے قدم چوم کر کہنے لگے۔ اے! مولا یہ غلام ان لوگوں میں نہیں ہے کہ بوقت آرام وسکون تو آپ کے ساتھ رہے اور مصیبت و آلام کا وقت آئے تو آپؑ سے علیحدگی اختیار کرلے۔

اے! میرے مولا بیشک میرا پسینہ بدبودار ہے، رنگ سیاہ ہے اور حسب اچھا نہیں لیکن مولا آپ کی برکت سے جب میں داخل جنت ہوں گا تو میرا پسینہ خوشبودار، حسب اعلیٰ اور رنگ سفید ہو جائے گا۔ میں قسم بخدا آپ سے ہرگز جدا نہ ہوں گا۔ جب تک میرا سیاہ خون آپؑ کے خون میں شامل نہ ہو جائے۔

جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے دیکھا کہ حضرت جون اس طرح جان و دل سے فدا ہونے پر آمادہ ہیں تو حضرت نے آپ کو اذن جہاد دی۔ جب حضرت جون کو جہاد کی اجازت ملی تو نہایت بہادری سے میدان میں آئے، آپ اعدا پر حملہ کرتے جاتے تھے اور یہ رجز پڑھتے تھے۔ ''اے فاجر و فاسق لعینوں تم نے ایک غلام حبشی کی لڑائی دیکھی کہ وہ کس طرح اولاد رسولؐ کی حمایت میں لڑ رہا ہے۔''

مقتل ابی مخنف میں مرقوم ہے کہ حضرت جون نے میدان کارزار میں یہ رجز پڑھا۔ ''تم اس سیاہ غلام کا کفار اور فاجروں کو اس کی تیز ہندی تلوار سے ہلاک کرنا جلد ہی دیکھ لو گے۔ لوگوں میں اس تلوار سے خاندان رسالت کا دفاع کر رہا ہوں اور مجھے اب اس عمل سے روز محشر مغفرت کی امید ہے۔''

سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ مزید لکھتے ہیں کہ پھر شدید جنگ کی اور ستر لعینوں کو ہلاک کیا۔ آخر حضرت جون کی آنکھ پر ایسا زخم لگا کہ گھوڑے سے زمین پر آئے، دشمن نے چاروں طرف سے حملہ کیا اور آپ کو زخموں سے چور چور کر دیا۔ مقاتل کی کتب میں مرقوم ہے کہ حضرت جون نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو آواز دی، آقا میری آخری تمنا

ہے کہ آپ کی زیارت کرلوں، یہ آواز سنتے ہی حضرتؑ تشریف لائے، حضرت جون کا سر اٹھا کر اپنے زانو پر رکھا تو حضرت جون نے فوراً اپنا سر زمین پر رکھ دیا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے دوبارہ سر زانو پر رکھا تو حضرت جون نے چاہا سر پھر زانو سے ہٹا لیں تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا جون کیا بات ہے جو سر زانو سے ہٹا لیتے ہو۔ حضرت جون نے کہا مولا یہ سر اس قابل نہیں کہ آقا کے زانو پر ہو۔

جب آپ شہید ہو گئے تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ "بارالہا جون کا رنگ سفید کر دے ان کا پسینہ خوشبو دار ہو جائے اور جون کو نیکوں اور پرہیزگاروں کے ساتھ بہشت میں مقام عطا فرما اور یہ محمد و آل محمد کے ساتھ رہیں۔

حضرت امام محمد باقرؑ نے اپنے والد بزرگوار حضرت امام زین العابدینؑ سے روایت کی ہے کہ جب بنی اسد شہیدوں کے لاشے دفن کر کے چلے گئے، پھر چند روز کے بعد ان کو حضرت جون کی لاش ملی تو ان کی لاش سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔

اسلم بن عمرو علیہ السلام

جناب اسلم بن عمر حضرت امام حسین علیہ السلام کے جانثار غلام تھے۔ آپ نہایت ایماندار اور وفادار تھے۔ آپ کے والد ترکی تھے۔ جناب اسلم حضرت کے غلام مکاتب تھے۔ آپ کو کاتب ابا عبداللہ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

روز عاشور جب ہر طرف دشمن کی فوجیں پھیلی ہوئی تھیں اور میدان کارزار گرم تھا، آپ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی مولا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں میں خاندان رسالتؐ کی حفاظت کے لیے آپ سے جنگ کی اجازت طلب کرتا ہوں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے جناب اسلم کا یہ جذبہ جانثاری دیکھ کر اجازت مرحمت فرمائی تو جناب اسلم نہایت جذبہ جانثاری سے میدان میں آئے اور نہایت

دلیری سے جنگ کرتے رہے۔ آپ حملہ کرتے جاتے تھے اور کہتے تھے۔ میرے مولا وامیر حسین علیہ السلام ہیں۔ آپ نے ہر مد مقابل کو موت کی نیند سلا دیا۔ لڑتے لڑتے جب زخموں سے چور ہو کر زمین پر گرے تو حضرت امام حسین علیہ السلام کو آواز دی۔ جب حضرتؑ ان کے پاس تشریف لائے تو ان میں کچھ جان باقی تھی۔ جناب اسلم نے حضرت کی طرف اشارہ کیا تو آپؑ نے انہیں گلے لگالیا اور اپنا رخسار مبارک جناب اسلم کے رخسار پر رکھ دیا۔ اس وقت جناب اسلم مسکرائے اور کہا اب میرے برابر کون ہوسکتا ہے کہ نواسہ رسولؐ میرے رخسار پر اپنا رخسار رکھے ہوئے ہیں، یہ کہہ کر آپ کی روح پرواز کرگئی۔

معالی السبطین میں ہے کہ "جناب جون کی شہادت کے بعد جناب اسلم نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے اجازت مانگی تو حضرتؑ نے فرمایا۔ "اسلم میں تمہیں امام سجادؑ کو ہبہ کرتا ہوں۔" جناب اسلم جب حضرت امام سجادؑ کی خدمت میں آئے تو اس وقت آپ غش کی حالت میں تھے۔ جناب اسلم پاؤں کو بوسے دینے لگے جب جناب سجادؑ کی آنکھ کھلی تو آپؑ نے دیکھا کہ اسلم اپنی آنکھیں آپ کے پاؤں پر رکھے مصروف گریہ ہیں، تو بیمار کربلا نے فرمایا۔ خیریت تو ہے۔ اسلم تم بھوک و پیاس سے گھبرا تو نہیں گئے۔ یہ امتحان ہم آل محمدؐ کا ہے، تمہارا نہیں، اگر چاہو تو تمہیں سیراب کر دوں (معجزہ سے) جناب اسلم نے عرض کی مولا ہم شکل نبیؐ اور آل محمدؐ کے کمسن معصوم بچے اس وقت امتحان میں پیاسے رہ سکتے ہیں تو میں بھی پیاسا رہ سکتا ہوں۔ جناب سید سجاد نے فرمایا۔ پھر رونے کا سبب کیا ہے۔

جناب اسلم نے کہا میں حضرت کا غلام ہوں جب میں نے جنگ کی اجازت مانگی تو آپ کی خدمت میں ہبہ کر دیا۔ شاید حضرت یہ نہیں چاہتے کہ میں ان کے قدموں میں اپنی جان قربان کروں لہٰذا میں اپنی قسمت پر رو رہا ہوں۔ حضرت سجادؑ نے فرمایا۔ اسلم ایسی بات نہیں ہے بخل ہم اہل بیت کو چھو کر نہیں گزرا، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں بیمار ہوں اور میرا ایک ہی بیٹا ہے جو میرے بعد نسل امامت کا امین ہے۔ بابا نے اس لیے تمہیں میرے لیے ہبہ کیا

ہے تا کہ میرا بھی جنگ کربلا میں حصہ ہو جائے کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ یوم حشر تم میرے حصہ میں آؤ؟ جناب اسلم نے عرض کی مولا اس سے بڑھ کر اور کیا میری خوش نصیبی ہو سکتی ہے۔ کیا آپ کی اجازت ہے کہ میں جنگ میں شریک ہو جاؤں۔ جناب سجادؑ نے فرمایا میں جنگ کی اجازت تو دوں گا لیکن پہلے میرے بھائی علی اکبرؑ کو ایک مرتبہ میرے خیمہ میں لے آؤ۔

جناب اسلم تیزی سے گئے اور جناب علی اکبرؑ کو لے آئے۔ جناب سجادؑ نے فرمایا۔ اے میرے ہم شکل نبیؐ کے بھائی، اسلم کو بابا نے مجھے حبہ کر دیا ہے۔ میں تمہاری موجودگی میں اسلم کو آزاد کرتا ہوں۔ بابا کو میری طرف سے سلام کر کے کہنا اسلم میری قربانی ہے۔ اسے اس طرح رن میں روانہ فرمائیں جس طرح عزیزوں کو بھیجا جاتا ہے۔ یہ سن کر جناب اسلم حضرت سجادؑ کے قدموں میں گر گئے۔ پاؤں کا بوسہ دیا اور عرض کی آپ نے مجھے آزاد کر دیا ہے؟ حضرت جناب زین العابدینؑ نے فرمایا میں نے تمہیں اللہ کے لیے آزاد کیا ہے۔ یہ سن کر جناب اسلم نے کہا میرے لیے آپ کا غلام ہو کر مرنا اور آپ کے نانا کی خدمت میں آپ کے غلام کی حیثیت سے جانا آزاد ہو کر جانے سے زیادہ قابل فخر ہے۔ اس کے بعد آپ میدان میں آئے اور یزیدیوں کی بہت بڑی تعداد کو واصل جہنم کر کے آپ شہید ہوئے۔"

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ جب جناب اسلم زخمی ہو کر زمین پر گرے تو حضرت امام حسین علیہ السلام ان کے پاس تشریف لائے اور شدت سے گریہ کیا اور اپنا رخسار مبارک غلام ترکی کے رخسار پر رکھا تو انہوں نے آنکھیں کھولیں اور حضرت کے بے مثال جمال پر نظر گئی تو تبسم کیا اور روح باغ جنت کو پرواز کر گئی۔

حنظلہ بن اسعد شبامی علیہ السلام

جناب حنظلہ کا نسب نامہ صاحبان سیر نے یہ تحریر کیا ہے۔ حنظلہ بن اسعد بن

شبام بن عبداللہ بن اسعد بن حاشد بن ہمدان الہمدانی الشبامی۔ بنو شبام ہمدان کا ایک قبیلہ ہے۔

جناب حنظلہ اہل بیت اطہار کے محب تھے۔ آپ فصاحت و بلاغت میں کمال رکھتے تھے۔ آپ قاری قرآن تھے۔ ابو مخنف نے لکھا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کربلا میں تشریف لائے تو جناب حنظلہ حضرتؑ کی نصرت کے لیے حاضر ہوئے۔ ورود کربلا کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام اور ابن سعد کے درمیان جو خط و کتابت ہوتی تھی اس کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف سے پہنچانے کے فرائض جناب حنظلہ انجام دیتے تھے۔

روز عاشور جب میدان کارزار میں ہر طرف موت کے سائے تھے۔ یزیدی لشکر تین دن کے بھوکے پیاسوں پر حملہ آور تھا، اس وقت جناب حنظلہ خدمت حضرت امام حسین علیہ السلام میں حاضر ہوئے اور جنگ کی اجازت چاہی۔ جب آپ کو جنگ کی اجازت مل گئی تو لشکر ابن سعد کے سامنے قرآنی آیات کی تلاوت فرمائی۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے دیکھا حضرت حنظلہ لشکر اعدا کو قرآنی آیات سنا رہے ہیں تو آپؑ نے فرمایا۔ ''اے حنظلہ یہ تمہاری نصیحت بالکل نہیں سنیں گے، یہ لوگ عذاب کے مستحق ہیں، یہ تمہارے اور اصحاب کے قتل پر آمادہ ہیں۔ یہ بہت سے تمہارے برادر ایمانی کو قتل کر چکے ہیں۔'' جب حضرت امام حسین علیہ السلام کا یہ کلام جناب حنظلہ نے سنا تو کہا ''مولا! آپ سچ فرماتے ہیں۔ آقا اب مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں اپنی جان آپ پر فدا کر کے اپنے برادر ایمانی سے جاملوں۔'' اس کے جواب میں حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ ''اے حنظلہ اب جاؤ اور اپنی جان فدا کرو، اس دنیا سے عالم آخرت بہتر ہے، وہاں پہنچ جاؤ اور اس کی بادشاہی کی طرف لوٹ جاؤ جسے کبھی زوال نہیں۔'' یہ سن کر حضرت حنظلہ نے خدمت امام میں سلام پیش کیا اور کہا ''مولا آپ پر اور آپ کے اہل بیت پر

درود وسلام ہو اور بہشت میں ہم کو آپ کی مصاحبت نصیب ہو۔" یہ سن کر حضرت امام حسین علیہ السلام نے آمین کہا۔ اس کے ساتھ ہی حضرت حنظلہ رخصت ہوئے اور درود پڑھتے ہوئے میدان میں آئے۔

آپ نے بڑی بہادری سے جنگ کی ان کی شجاعت سے گھبرا کر اعدا کے ایک بہت بڑے گروہ نے ایک ساتھ ان پر حملہ کیا، اسی حملہ میں آپ نے نہایت دلیری سے جنگ کرتے ہوئے شہادت پائی۔

معالی السبطین کے مطابق جناب حنظلہ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا۔ "السلام علیک یا ابا عبداللہ صلی اللہ علیک و علی اهل بیتک"۔ اس کے بعد آگے بڑھے اور حملہ کیا۔ آپ پر ہر طرف سے تیروں کی بارش شروع ہوگئی۔ آپ زخموں سے چور ہو کر زمین پر تشریف لائے اور جب حضرت امام حسین علیہ السلام ان کے پاس تشریف لائے تو یہ خوش نصیب حوض کوثر پر پہنچ چکے تھے۔

بحار الانوار میں جناب حنظلہ کے بارے میں یہ روایت لکھی ہے کہ حضرت حنظلہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی حفاظت اس طرح کر رہے تھے کہ ان کافروں کی تلوار اور نیزوں کو اپنے منہ اور سینہ پر روکتے تھے اور با آواز بلند کہتے تھے۔ "اے اشقیاء کوفہ و شام میں ڈرتا ہوں تمہارے حال پر اس عذاب سے جو امت ہائے گزشتہ پر نازل ہوئے مانند عذاب قوم نوح اور عاد و ثمود کے اور وہ لوگ جو ان کے بعد تھے۔ خدا اپنے بندوں پر یہ نہیں چاہتا کہ ان پر ظلم ہو۔ اے قوم میں تم کو قیامت کے عذاب سے ڈراتا ہوں جب تم منہ چھپا کر بھاگ رہے ہو گے لیکن اس وقت کوئی تمہیں عذاب سے بچانے والا نہ ہو گا۔

اے قوم! حسین کے قتل سے باز رہو ورنہ خدا تم کو تباہ کر دے گا نا امید ہے وہ شخص جو خدا پر افترا کرے۔ جب حضرت حنظلہ کو اجازت ملی تو کہا۔ السلام علیک! اے فرزند

رسول خدا آپ پر اور آپ کے اہل بیت طاہرین پر درود و سلام اور مجھے اور آپ کو بہشت میں جو ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے خدا جمع کرے۔ حضرت امام حسین نے آمین کہا۔ اسی کے ساتھ ہی حضرت حنظلہ میدان کارزار میں مصروف مقاتلہ ہوئے۔ اشقیاء نے آپ پر حملہ کیا اور لڑتے لڑتے شہادت پر فائز ہوئے۔

سوید بن عمر بن ابی المطاع علیہ السلام

جناب سوید بن عمر بن ابی المطاع الانماری الخشعمی نہایت شریف النفس اور بہادر انسان تھے۔ آپ کثرت سے نمازیں پڑھتے تھے اور یاد خدا میں مصروف رہتے تھے۔ آپ ساری رات عبادت خدا میں مصروف رہا کرتے تھے۔

طبری اور داؤدی نے لکھا ہے کہ "سوید بہت بہادر، شریف اور عابد و زاہد تھے۔ آپ نے کئی جنگیں لڑیں۔"

سوید جب میدان میں آئے تو نہایت بہادری سے مثل شیر جنگ کی یہاں تک کہ آپ کا سارا بدن زخموں سے چور ہو گیا اور آپ گر گئے، لوگ سمجھے کہ آپ انتقال کر چکے ہیں۔ حالانکہ آپ بے ہوش ہو گئے تھے۔ آپ کی تلوار دشمن لے گئے۔ آپ کافی دیر تک میدان کارزار میں بے ہوشی کے عالم میں پڑے رہے۔ جب لشکر اعدا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا شور ہوا تو آپ کو ہوش آیا۔ اس وقت ایک خنجر جو آپ کے پاس پوشیدہ تھا اسے نکال کر لشکر ابن سعد پر حملہ کیا۔

معالی السبطین کے موافق "اس حالت میں بھی پندرہ بیس کو واصل جہنم کیا۔" جناب سوید کی یہ دلیری دیکھ کر لشکری ایک ساتھ ٹوٹ پڑے اور جناب سوید کو نرغہ میں لے لیا۔ عروہ بن بکار اور زید بن ورقا نے آپ کو شہید کیا۔

سید ابن طاؤس اور علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ جناب

حنظلہ کی شہادت کے بعد جناب سوید بن عمرو مانند شیر نر میدان میں آئے اور مردانگی سے جنگ کی یہاں تک کہ زخم ہائے کاری کے سبب لڑنے کی طاقت نہ رہی اور شہدا کے لاشوں کے درمیان زخمی ہو کر گر گئے، اس وقت آپ کے جسم میں اتنی قوت نہ تھی کہ مزید جنگ کرتے ۔ لہٰذا اسی حال میں رہے، جب آپ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بارے میں سنا تو خنجر اپنے موزے سے نکال کر جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔

سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ لہوف میں مزید تحریر فرماتے ہیں کہ کربلا میں اصحاب حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت میں ایک دوسرے سے سبقت حاصل کرتے تھے جیسا کہ شاعر نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ "حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب ایسے شجاع تھے کہ جب انہیں مصیبت کے وقت نصرت کے لیے پکارا جاتا تھا جبکہ دشمن کا گروہ پوری طرح مسلح ہوتا تھا تو یہ اصحاب جانثار ایسے خطرناک وقت میں اپنی زرہوں کو اپنے سینہ پر سجا کر خود کو موت کے منہ میں داخل کرتے تھے۔"

زیاد ابن غریب الصائدی علیہ السلام

حضرت زیاد ابن غریب الصائدی کا نسب نامہ صاحبان سیر نے یہ تحریر کیا ہے۔ زیاد بن غریب ۔ بن حنظلہ ۔ بن دارم ۔ بن عبداللہ ۔ بن کعب الصائدی ۔ بن شرجیل ۔ بن شراحیل ۔ بن عمر بن حشم ۔ بن حاشد بن حشم ۔ بن حیزون ۔ بن عوف ۔ بن ہمدانی آپ کی کنیت ابو عمرۃ تھی۔

حضرت زیاد بن غریب کا تعلق ہمدان سے تھا۔ آپ کے والد جناب غریب حضرت رسول خداؐ کے صحابی تھے اور حضرت زیاد کو بھی حضورؐ کی زیارت کا شرف حاصل تھا۔

حضرت زیاد بن غریب نہایت دیندار، شریف النفس اور شجاع تھے۔ آپ کا شمار شجاعان عرب میں کیا جاتا تھا۔ آپ زہد و تقویٰ میں کمال کے درجہ پر فائز تھے۔ سارا دن عمل صالح اور اطاعت خدا اور رسولؐ میں بسر کرتے تھے اور رات تہجد میں

گزارتے تھے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے اصحابہ میں لکھا ہے کہ جناب زیاد حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف سے کربلا میں شہید ہوئے۔

علامہ شیخ ابن نما مہران کاہلی سے روایت کرتے ہیں کہ روز عاشورا میں نے کربلا میں دیکھا کہ ایک شخص جو نہایت بہادری سے لڑ رہے ہیں اور ابن زیاد کے لشکر پر اس طرح حملہ آور ہیں کہ جس طرف لشکر جاتا یہ اسی طرف حملہ کر رہے تھے اور قتال کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ جب میں نے ان کی بابت لوگوں سے دریافت کیا تو لوگوں نے بتایا یہ ابو عمرہ حنظلی ہیں۔

آپ میدان کارزار میں نہایت جرات اور ہمت سے نبرد آزمائی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ درجہ شہادت پر فائز ہوئے، آپ کے قاتل کا نام عامر بن نہشل ہے۔

عمر بن مطاع الجعفی علیہ السلام

جناب عمر بن مطاع کا شمار محبان اہل بیت میں تھا۔ روز عاشورا جب معرکہ جنگ گرم تھا آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا مولا! مجھے مرنے کی اجازت دیجئے۔ آپؑ کو جب حضرت کی طرف سے رن میں جانے کی اجازت ملی تو آپ نے نہایت دلیری سے لشکر ابن سعد کا مقابلہ کیا۔ شہید اعظم کے موافق جناب عمر بن مطاع الجعفی میدان جنگ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی مدح میں اشعار پڑھتے ہوئے آئے آپ نے تیس آدمیوں کو قتل کیا اس کے بعد شہید ہوئے۔

حجاج بن مسروق علیہ السلام

جناب حجاج بن مسروق بن جعف بن سعد العشیرۃ المذحجی الجعفی قبیلہ مذحج کی مشہور و معروف شخصیت تھے۔ آپ حضرت علیؑ کے صحابی تھے، آپ کوفہ میں حضرت علیؑ

کی خدمت میں رہے۔ آپ کو حضرت کی صحبت میں رہنے کا شرف حاصل تھا۔

جب حضرت امام حسین علیہ السلام مکہ سے عراق روانہ ہوئے تو اس وقت جناب حجاج بن مسروق کوفہ میں تھے۔ آپ کو جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی روانگی کے متعلق معلوم ہوا تو آپ وہاں سے روانہ ہوئے اور منزل قصر بنی مقاتل میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؑ کے ساتھ رہے، آپ کو حضرت امام حسین علیہ السلام کے موذن ہونے کا شرف حاصل رہا۔ جب حضرت نماز پڑھاتے تو اذان جناب حجاج دیتے تھے۔

علامہ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ جب روز عاشورا جنگ شروع ہوئی تو جناب حجاج حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اذن جہاد مانگی، جب اجازت مل گئی تو آپ میدان میں آئے اور دشمنوں سے لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ اتنے زخمی ہوئے کہ ریش مبارک خون سے رنگین ہوگئی، اسی حالت میں آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ اشعار حضرت کی خدمت میں نذر کیے۔ "میری جان آپ پر فدا ہو، آپ ہمارے ہادی و مہدی ہیں۔ آج میں آپ کے نانا جان حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے والد ماجد حضرت علی مرتضیٰ وصی رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوں گا"۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہوگا اور تمہارے بعد میں ان کی خدمت میں آتا ہوں۔ یہ سن کر جناب حجاج میدان کی طرف روانہ ہوگئے اور جنگ کرتے ہوئے شہادت پائی۔ آپ نے پہلے حملے میں پندرہ لعینوں کو قتل کیا اور دوبارہ جب میدان میں آئے تو ایک سو پچاس (۱۵۰) دشمنوں کو قتل کر کے شہید ہوئے۔ روضۃ الشہداء میں مرقوم ہے کہ حضرت کے لشکر کے موذن جناب حجاج بن مسروق جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ، محمد ابن ابی طالب موسوی، ابن کثیر اور

صاحب مناقب نے روایت کی ہے کہ جب جناب حجاج بن مسروق موذن حضرت امام حسین علیہ السلام جہاد کے لیے میدان کارزار میں آئے تو اس مضمون کے اشعار پڑھے۔ ''آج میں جن پر اپنی جان نثار کروں گا۔ ان کے جد نبیؐ سے ملاقات کروں گا۔ بعدازاں صاحب جود وسخا حضرت علیؑ سے ملوں گا جن کو میں وصی مانتا ہوں اور اعلیٰ سیرت وصی وولی حضرت امام حسنؑ سے پھر شجاع ودلیر حضرت جعفر طیار سے پھر خدا کے شیر حضرت حمزہ شہید سے ملاقات کروں گا''۔

آپ نے یہ رجز پڑھتے ہوئے لشکر اعدا پر حملہ کیا اور نہایت شجاعت اور مردانگی سے مقابلہ کرتے ہوئے شہادت سے سرفراز ہوئے۔

سلمان بن مضارب علیہ السلام

جناب سلمان بن مضارب بن قیس الانماری البجلی نہایت جری اور اعلیٰ صفات کے مالک تھے۔ ابصار العین کے موافق جناب سلمان بن مضارب حضرت زہیر بن قین کے چچازاد بھائی تھے۔ حضرت زہیر بن قین کے والد قین اور جناب سلمان کے والد مضارب دونوں بھائی تھے اور قین کے بیٹے تھے۔ ۶۰ ھ کو جناب سلمان بن مضارب حضرت زہیر بن قین کے ساتھ حج کے لیے آئے تھے۔ جب حضرت زہیر بن قین حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آئے تو جناب سلمان نے بھی جناب زہیر بن قین کے ساتھ حضرت کی خدمت میں حضوری کا شرف حاصل کیا اور وقت شہادت تک حضرت امام حسین علیہ السلام کے جانثاروں میں شامل رہے۔ صاحب حدائق کی روایت کے موافق روز عاشورا حضرت زہیر بن قین کی شہادت سے قبل بعد نماز ظہر جناب سلمان بن مضارب شہید ہوئے۔

زہیر بن قین علیہ السلام

حضرت زہیر ابن قین قیس الانماری البجلی نے کوفہ میں سکونت اختیار کی تھی۔ آپ اپنی قوم کے رئیس تھے، آپ نہایت اعلیٰ بلند کردار اور شجاع تھے۔ آپ نے اکثر جنگوں میں شرکت فرمائی۔

جناب زہیر بن قین ۶۰ھ میں مع اپنے اہل و عیال کے حج کرنے مکہ معظمہ آئے تھے، مکہ معظمہ سے واپس کوفہ آرہے تھے کہ راستہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور آپ حضرتؑ کے ساتھ شریک سفر ہوئے۔ (جناب زہیر بن قین کی دوران سفر کوفہ حضرت سے ملاقات اور شب عاشور حضرتؑ کے خطبہ کے جواب میں جناب زہیر کے جانثاران خیالات اور اعدا کو نصیحت کے بارے میں گزشتہ صفحات پر تحریر کیا جاچکا ہے۔) نماز ظہر میں حضرت زہیر بن قین کی جانثاری کا یہ عالم تھا کہ جو تیر حضرت کی طرف آتا اسے اپنے سینے پر روک لیتے تھے۔

مقتل ابو مخنف میں منقول ہے کہ بعد شہادت حضرت حبیب ابن مظاہرؓ ہنگامہ جدال و قتال بہت گرم ہوا۔ اس وقت حضرت زہیر بن قین نے بہت دلیری سے جنگ کی اور بعد قتال پلٹ آئے اسکے بعد دوبارہ ایسا حملہ کیا کہ میدان جنگ میں تہلکہ مچ گیا۔ یہ لشکر شام پر ایسا دلیرانہ حملہ تھا کہ ایسا حملہ نہ کسی نے دیکھا تھا نہ سنا تھا۔ اس وقت حضرت زہیر بن قین یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

"میرا نام زہیر بن قین ہے میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی حمایت میں تمہیں تلوار سے مار رہا ہوں"۔

حضرت زہیر بن قین کئی حملے کرنے کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ اشعار بطور الوداع عرض کیے۔ "میں آپ سے ہادی و مہدی پر

صدقے ہوں، اے مولا! آج میں آپ کے نانا جان کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور آپ کے والد ماجد حضرت امیر المومنینؑ اور آپ کے بھائی حضرت امام حسنؑ اور آپ کے چچا حضرت جعفر طیار سب کی خدمت میں پہنچوں گا"۔

یہ اشعار پڑھ کر حضرت زہیر بن قین پھر میدان میں آئے اور حملہ شروع کیا۔ آپ نے نہایت بہادری سے جنگ کی یہاں تک کہ کثیر بن عبداللہ شعبی اور مہاجر بن اوس تیمی دونوں نے مل کر حضرت زہیر پر حملہ کیا اور حضرت کو شہید کیا۔ علامہ سروی نے اپنی کتاب المناقب میں لکھا ہے کہ جب حضرت زہیر بن قین شہید ہوئے تو حضرت امام حسین علیہ السلام ان کی لاش پر تشریف لائے اور فرمایا۔ "اے زہیر تم پر خدا کی رحمت ہو اور تمہارے قاتلوں پر خدا لعنت کرے جو بندروں اور ریچھوں کی طرح مسخ ہو گئے ہیں"۔

حبیب ابن مظاہر علیہ السلام

جناب حبیب ابن مظاہرؓ کا نسب نامہ یہ ہے۔ حبیب ابن مظاہرؓ ابن رئاب بن اشتر بن ججوان بن فقعس بن طریف بن عمرو بن قیس بن حرث بن ثعلبہ بن دودان بن اسد ابو القاسم الاسدی الفقعسی حضرت حبیب ابن مظاہرؓ مدینہ منورہ میں بتاریخ ۱۳ ربیع الثانی ۵ ہجری یوم چہار شنبہ بوقت نماز مغرب پیدا ہوئے۔

جناب حبیب ابن مظاہرؓ کو حضرت رسالت مآب کی خدمت میں حضوری کا شرف حاصل تھا۔ آپ نے کوفہ میں قیام اختیار کیا۔ آپ حضرت امیر المومنینؑ کے اصحاب خاص میں تھے۔ آپ باب مدینۃ العلم کے علوم سے بہرہ مند ہوئے اور بعد رسالت مآبؐ ہر جنگ میں امیر المومنین کے ساتھ شریک جنگ رہے۔

آپ حافظ قرآن تھے اور قرآن مجید کی بہت زیادہ تلاوت کرتے تھے۔ علامہ شوشتری قاضی نور اللہ شہید ثالث تحریر فرماتے ہیں۔ "آپ کو سارا قرآن مجید یاد تھا،

آپ ہر شب ایک قرآن مجید ختم کرتے تھے۔ آپ کا یہ اصول تھا کہ نماز عشاء کے بعد قرآن مجید کی تلاوت شروع فرماتے تھے اور صبح ہوتے ہوتے ختم کر لیتے تھے۔

حضرت حبیب ابن مظاہرؑ کی اہل بیت سے محبت کا انداز انفرادیت کا حامل تھا۔ بچپن میں حضرت امام حسین علیہ السلام سے محبت کا یہ عالم تھا کہ جب حضرتؑ چلتے تو آپ حضرت کی خاک پا کو اپنی آنکھوں سے لگا لیتے تھے۔ علامہ واعظ کاشفی روایت تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز جناب رسول خدا اپنے اصحاب کے ہمراہ مدینہ سے گزر رہے تھے کہ دیکھا بچے کھیل رہے ہیں ان میں سے ایک بچے کو آپ آغوش میں لے کر زمین پر بیٹھ گئے اور خوب شفقت فرمائی اور اس کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ یہ بچہ کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا یہ بچہ میرے حسین علیہ السلام کا دوست ہے۔ ایک دن میں نے دیکھا تھا کہ یہ حسین علیہ السلام کے قدموں کے نیچے کی خاک اپنی آنکھوں سے لگا رہا تھا اور یہ حسین پر بہت شفیق تھا۔

بلاغتہ الحسین علیہ السلام میں لکھا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کو حضرت مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر ملی اور آپ کو اہل کوفہ کی بے وفائی کا علم ہوا تو آپؑ نے بارہ پرچم تیار کیے اور اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ ہر شخص ایک پرچم اٹھائے جب ایک پرچم باقی بچا تو اصحاب نے عرض کی میرے آقا و سردار اس پرچم کو اٹھانے کا عز و شرف مجھے عطا فرمایئے، حضرت نے ان اصحاب کو دعائے خیر سے نوازا اور فرمایا اس پرچم کا اٹھانے والا آنے والا ہے۔ اس کے ساتھ ہی حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت حبیب ابن مظاہرؑ کے نام خط لکھا جس کا سرنامہ تھا۔ حسین ابن علی کی طرف سے مرد فقیہ حبیب ابن مظاہرؑ کے نام اس خط میں حضرت امام حسین علیہ السلام حضرت حبیب ابن مظاہرؑ سے یوں مخاطب ہوئے۔ "اے حبیب تم جانتے ہو کہ ہم رسول اللہ کے قرابت دار ہیں اور تم مجھ سے دوسروں کی نسبت زیادہ واقف ہو تم غیرت اور بزرگیوں کے حامل ہو اور مجھے یقین ہے کہ تم میری نصرت میں بخل نہیں کرو گے، اس کی جزا تمہیں روز قیامت میرے نانا رسول خدا دیں گے"۔

علامہ کشی فضل بن زبیر سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت میثم تمار اپنے گھوڑے پر جا رہے تھے کہ سامنے سے حضرت حبیب ابن مظاہرؓ اپنے گھوڑے پر آ رہے تھے۔ ان دونوں کی ملاقات ایسے مقام پر ہوئی جہاں بنی اسد جمع ہوا کرتے تھے۔ یہ دونوں حضرات اتنے قریب ہوئے کہ دونوں کے گھوڑوں کی گردنیں مل گئیں اور آپس میں حضرت میثم تمار اور حضرت حبیب ابن مظاہرؓ نے باتیں شروع کر دیں۔ حضرت حبیب ابن مظاہرؓ نے کہا مجھے ایسا دکھائی دے رہا ہے گویا کہ ایک بوڑھا شخص چوڑی پیشانی والا جو دار الرزق کے پاس تربوز بیچا کرتا ہے وہ بوجہ محبت اہل بیت رسول سولی دیا گیا ہے۔ یہ سن کر حضرت میثم تمار نے کہا کہ میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں جس کا رنگ سرخ ہے اور اس کے دو گیسو ہیں، وہ اپنے نبی کے نواسے کی مدد کرنے جائے گا اور ان کے ہمراہ شہید ہوگا اور اس کا سر کوفہ میں پھرایا جائے گا۔ اس گفتگو کے بعد دونوں اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔ جو لوگ وہاں موجود تھے انہوں نے آپس میں کہا دیکھو یہ دونوں کیسے جھوٹے ہیں کہ ہم نے ایسے جھوٹے نہیں دیکھے، یہ لوگ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ اتنے میں جناب رشید ہجری حضرت حبیب ابن مظاہرؓ اور حضرت میثم تمار کی تلاش میں وہاں آئے اور ان لوگوں سے دریافت کیا کہ کیا اس طرف حبیب ابن مظاہرؓ اور حضرت میثم آئے تھے۔ لوگوں نے جواب دیا کہ دونوں یہاں آئے تھے اور آپس میں گفتگو کر کے چلے گئے۔ جب دونوں کی گفتگو کے بارے میں جناب رشید نے سنا تو کہا خدا رحمت نازل کرے حضرت میثم تمار پر وہ اتنا کہنا بھول گئے کہ جو شخص حضرت حبیب ابن مظاہرؓ کا سر کوفہ میں لائے گا اس کو سو درہم انعام دیا جائے گا۔ یہ کہہ کر جناب رشید وہاں سے چلے گئے۔ ان کی گفتگو سن کر یہاں موجود لوگوں نے کہا یہ تو ان دونوں سے زیادہ جھوٹے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ چند روز ہی گزرے تھے کہ ہم نے بچشم خود دیکھا کہ حضرت میثم تمار کو عمرو بن حریث کے

دروازے پر سولی دی گئی اور حضرت حبیب ابن مظاہرؓ کا سر کوفہ میں لایا گیا اور جو کچھ حضرت میثم تمار اور حضرت حبیب ابن مظاہرؓ اور جناب رشید نے کہا تھا یہ سب ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

جن لوگوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو ہدایت کے لیے کوفہ تشریف لانے کو خطوط لکھے تھے۔ ان میں حضرت حبیب ابن مظاہرؓ بھی تھے۔ جب حضرت مسلم بن عقیل کوفہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف سے بحیثیت سفیر تشریف لائے اور جناب مختار کے گھر میں اترے اور اہل کوفہ نے وہاں آپ کی خدمت میں آنا شروع کیا تو اس وقت بہت سے لوگوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی اطاعت کے لیے خطبے شروع کیے۔ سب سے پہلے جناب عابس شاکری نے خطبہ پڑھا ان کے بعد حضرت حبیب ابن مظاہرؓ نے حضرت عابس سے مخاطب ہو کر کہا خدا تم پر رحمت نازل کرے کہ مختصر کلام میں مقصد بیان کیا۔ قسم بخدا مجھ پر بھی اسی طرح حضرت کی اطاعت فرض ہے جس طرح تم پر فرض ہے۔ اس کے بعد حضرت حبیب ابن مظاہرؓ اور حضرت مسلم بن عوسجہؓ حضرت امام حسین علیہ السلام کی اہل کوفہ سے بیعت لیتے رہے لیکن جب ابن زیاد کے کوفہ میں آنے سے حالات بدل گئے تو یہ دونوں بزرگ روپوش ہو گئے۔ لیکن جب انہیں حضرت امام حسین علیہ السلام کی کربلا روانگی کی خبر ملی تو رات کی تاریکی میں دشمنوں سے بچتے ہوئے کربلا کے لیے روانہ ہو گئے یہ مرد حق رات بھر سفر کرتے تھے اور دن میں روپوش ہو جاتے تھے۔

محمد بن ابی طالب مکی راوی ہیں کہ جب حضرت حبیب ابن مظاہرؓ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دیکھا کہ انصار کی تعداد بہت کم ہے اور دشمن کا لشکر بہت بڑا ہے۔ اس وقت حضرت حبیب ابن مظاہرؓ نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے عرض کی مولا یہاں قریب ہی میرے ہم جد بنی اسد رہتے ہیں، آپ کا حکم ہو تو میں جا کر ان

لوگوں کو آپ کی نصرت وحمایت کی دعوت دوں ممکن ہے کہ وہ منظور کر لیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا تم جو مناسب سمجھو کرو۔

حضرت حبیب ابن مظاہرؓ وہاں تشریف لے گئے اور وعظ و نصیحت فرمائی اور کہا میں تم لوگوں کو ایسی نیکی کی دعوت دیتا ہوں جو کسی شخص نے اپنی قوم کو نہیں دی۔ اے اہل قریہ یہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کے فرزند اور تمہارے نبی حضرت محمد مصطفی کے نواسے قریب میں آ کر ٹھہرے ہیں، ان کے ساتھ بہت کم لوگ ہیں جبکہ آپ کے دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ جو حضرت کو گھیرے ہوئے ہیں۔ تم لوگ میرے ہم قوم ہو میں اس لیے تمہیں لینے آیا ہوں۔ خدا کی قسم اگر تم لوگ ان جناب کی نصرت کرو گے اور دشمن سے رسول اللہ کی حرمت کی حفاظت کرو گے تو خداوند عالم دنیا اور دین دونوں میں شرف عطا فرمائے گا۔ حضرت حبیب ابن مظاہرؓ کا کلام ختم ہوتے ہی عبداللہ بن بشیر اسدی اٹھے اور کہا اے حبیب آپ ہمارے لیے بہترین کام لائے ہیں۔ سب سے پہلے میں آپ کی دعوت قبول کرتا ہوں۔ اس طرح نوے آدمی حضرت حبیب ابن مظاہرؓ کے ہمراہ روانہ ہوئے۔

ایک شخص نے اس واقعہ سے متعلق ابن سعد کو جا کر اطلاع کر دی۔ ابن سعد نے ارزق کو پانچ سو سواروں کے ساتھ روانہ کیا۔ جب اس لشکر کا ان لوگوں سے سامنا ہوا تو شروع میں ان لوگوں نے ابن سعد کے لشکر سے جنگ کی لیکن جب یہ یقین ہو گیا کہ یہ مقابلہ نہیں کر پائیں گے، تو اپنے گھر چھوڑ کر کہیں اور چلے گئے۔ اس کے بعد حضرت حبیب ابن مظاہرؓ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام واقعہ عرض کیا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ "اللہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔" (یہ واقعہ گزشتہ صفحات پر روضۃ الشہداء کے حوالہ سے بعنوان "بنی اسد کو دعوت جہاد میں" ملاحظہ فرمائیں۔)

حضرت حبیب ابن مظاہرؓ ہمہ وقت حضرت امام حسین علیہ السلام کی اطاعت میں

مصروف رہتے تھے۔ ابو مخنف سے روایت ہے کہ روز عاشورا جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے لشکر ابن سعد کے سامنے خطبہ پڑھا اور فرمایا۔ "لوگوں ذرا غور کرو کہ میں کون ہوں، مجھے دیکھو میں تمہارے نبی کا نواسہ ہوں۔" یہ سن کر شمر لعین نے حضرتؑ سے کہا تھا۔ اے حسین علیہ السلام کیا کہتے ہو کچھ سمجھ میں نہیں آتا، اس وقت حضرت حبیب ابن مظاہرؒ نے شمر شقی سے کہا تھا۔ اے بدبخت تو خدا کو نہیں مانتا اور کہتا ہے کہ اے حسین علیہ السلام تم کیا کہتے ہو۔

طبری نے لکھا ہے کہ روز عاشورا جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے لشکر کو مرتب فرمایا تو حضرت حبیب ابن مظاہرؒ کو لشکر کے بائیں طرف کا سردار مقرر کیا تھا اور حضرت زہیر بن قین کو لشکر کے داہنے حصے کی سرداری عطا فرمائی تھی۔ جناب حبیب ابن مظاہرؒ کی یہ عادت تھی کہ جب بھی کوئی ان کو میدان میں لڑنے کے لیے آواز دیتا آپ اس کے سامنے جاتے جب حضرت امام حسین علیہ السلام کا لشکر ترتیب پا چکا تو ابن زیاد کا غلام یسار آگے تھا اور اس کے پیچھے ابن زیاد کا غلام سالم تھا۔ ان دونوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر سے مدمقابل طلب کیا تو حضرت حبیب ابن مظاہرؒ اور حضرت بریر ہمدانی لشکر ابن سعد کی طرف چلے تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے دونوں کو روک لیا اس وقت جناب عبداللہ بن عمیر کلبی نے حضرت سے اجازت لی اور سالم اور یسار کے مقابلہ کو تشریف لے گئے۔ حضرت حبیب ابن مظاہرؒ نے ہر لمحہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے حکم کی تعمیل کی اور ہر موقع پر حضرت امام حسین علیہ السلام کے شریک کار رہے۔ ابی مخنف کے مطابق جب نماز ظہر کا وقت آیا تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے لشکر ابن سعد سے نماز کی مہلت طلب کی تو حصین بن نمیر نے بدکلامی کی اور کہا اے حسین علیہ السلام آپ کی نماز قبول نہیں ہوگی (معاذ اللہ) اس جملہ کو سن کر حضرت حبیب ابن مظاہرؒ کو بہت صدمہ پہنچا اور بے چین ہو گئے آپ نے اس لعین کو جواب دیا تھا۔ بدبخت نواسہ رسولؐ کی نماز تو قبول نہ ہو اور تجھ جیسے شراب خور کی

قبول ہو یہ سن کر حصین بن نمیر نے حضرت حبیب ابن مظاہرؓ پر حملہ کیا تو حضرت حبیب ابن مظاہرؓ اس شقی پر مثل شیر غضبناک جھپٹے اور اس کے گھوڑے کے منہ پر تلوار ماری جس سے اس کا گھوڑا زخمی ہو کر گر گیا اور حصین بن نمیر زمین پر گر پڑا۔ ابن سعد کے لشکری حصین بن نمیر کو اٹھا کر لے گئے۔ حضرت حبیب ابن مظاہرؓ مسلسل جنگ کر رہے تھے اور حصین بن نمیر کو تلاش کر رہے تھے کہ یہ مل جائے تو اس لعین کو ہلاک کریں جب یہ نہ ملا تو آپ نے آگے بڑھنا شروع کیا۔

بحار الانوار میں لکھا ہے کہ بوقت جنگ حضرت حبیب ابن مظاہرؓ یہ رجز پڑھ رہے تھے۔ "اے قوم اعدا میں حبیب ابن مظاہرؓ فارس میدان حرب و جنگ ہوں اگرچہ تم لوگ تعداد میں بہت زیادہ ہو مگر حجت و دلیل ہماری تم پر غالب و ظاہر ہے۔ تم لوگ بہت بے وفا ہو اور ہم بہتر و افضل اور زیادہ وفادار ہیں۔ ہمارا عذر اور حجت تم پر غالب ہے"۔

آپ نے میدان کارزار میں نہایت جرأت سے جنگ کی جو مقابلہ پر آیا اسے قتل کر دیا۔ آخر بدیل بن حریم نے آپ پر تلوار کا وار کیا اور ایک دوسرے شخص نے جو بنی تمیم سے تھا، اس نے آپ پر نیزہ لگایا جس کی وجہ سے حضرت حبیب ابن مظاہرؓ زمین پر تشریف لائے ابھی آپ اٹھنے کی کوشش کر رہے تھے کہ حصین بن نمیر نے آپ کے سر مبارک پر تلوار لگائی۔ جس سے آپکے سر سے خون بہنے لگا۔ اسی دوران وہی بنی تمیم کا شخص گھوڑے سے اترا اور اس نے آپ کا سر کاٹ لیا۔

مقتل ابی مخنف میں لکھا ہے کہ حضرت حبیب ابن مظاہرؓ پر بہت سے سواروں نے مل کر حملہ کیا تھا۔ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ محمد ابن ابی طالب کی روایت کے مطابق لکھتے ہیں کہ حضرت حبیب ابن مظاہرؓ نے باسٹھ (۶۲) اشقیاء کو واصل جہنم کیا۔ آپ کو حصین بن نمیر نے شہید کیا۔

کتاب مقاتل و قاموس الرجال اور ابصار العین میں لکھا ہے کہ جب حضرت

حبیب ابن مظاہرؓ کو شہید کر دیا تو حصین بن نمیر نے اس تمیمی سے کہا میں حضرت حبیب ابن مظاہرؓ کے قتل میں تیرا شریک کار ہوں۔ اس پر اس نے کہا قسم بخدا میں نے ہی ان کو قتل کیا ہے۔ ان کے قتل سے کوئی میرا شریک نہیں ہے۔ اس پر حصین بن نمیر نے کہا ان کا سر تو مجھے دیدے میں اسے اپنے گھوڑے کے شکار بند میں لٹکا کر پھروں گا تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ان کے قتل میں میں شریک ہوں۔ اس کے بعد میں ان کا سر تجھے دے دوں گا اور تو ابن زیاد کے پاس لے جا کر انعام حاصل کرنا۔ مجھے انعام سے کوئی غرض نہیں ہے۔ محض یہ چاہتا ہوں کہ لوگ جان لیں کہ ان کے قتل میں میں شریک تھا۔ تمیمی نے انکار کیا تو اہل لشکر نے اس کو سمجھایا تو آخر کار اس نے حصین بن نمیر کو حبیب ابن مظاہر کا سر دے دیا۔ یہ ملعون آپ کے سر کو گھوڑے کے شکار بند میں لٹکا کر لشکر میں گھوڑا دوڑاتا پھرا اور کچھ دیر بعد اس ملعون نے سر تمیمی کو دیدیا۔

علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام حضرت حبیب ابن مظاہرؓ کی شہادت سے بہت زیادہ شکستہ خاطر ہوئے اور فرمایا میں اپنی اور اپنے اصحاب کی جان اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور اس کا اجر خدا سے چاہتا ہوں۔ مقتل ابی مخنف کے موافق جب حضرت حبیب ابن مظاہرؓ شہید ہوئے تو حضرت امام حسین علیہ السلام کے چہرے کا رنگ شدت غم سے زرد ہو گیا۔

ابصار العین میں یہ روایت مرقوم ہے کہ جب ملعون تمیمی حضرت حبیب ابن مظاہر کا سر ابن زیاد کے پاس قلعہ میں لے کر جا رہا تھا اس وقت جناب حبیب کے بیٹے نے جن کا نام قاسم تھا جو نوجوان تھے، انہوں نے اپنے بابا کا سر پہچان لیا اور تمیمی سوار کے ساتھ ساتھ چلنے لگے جب یہ سر لے کر قلعہ میں گیا تو قاسم اس کے ساتھ گئے اور جب یہ قلعہ سے نکلا تو یہ بھی اس کے ساتھ ساتھ اسکے پیچھے چلتے رہے، جہاں وہ جاتا آپ بھی جاتے تھے۔ تمیمی کو ان کے ساتھ چلنے پر شک ہوا تو اس نے کہا۔ "اے لڑکے تم

میرے ساتھ کیوں چل رہے ہو، تمہارا مقصد کیا ہے۔ حضرت حبیب ابن مظاہرؓ کے فرزند نے کہا میں یونہی تیرے ساتھ پھر رہا ہوں۔ اس نے کہا تم ہمیں سچ بات بتاؤ کہ میرے ہمراہ کیوں ہو۔ فرزند جناب حبیب ابن مظاہرؓ نے کہا یہ سر میرے باپ کا ہے تو یہ مجھے دیدے تاکہ میں اسے لے جا کر دفن کر دوں۔ اس نے جواب دیا۔ ابن زیاد اس پر راضی نہ ہوگا اور یہ کہ مجھے اس سے انعام اور بہت زیادہ اجر لینا ہے۔ یہ سن کر قاسم نے کہا۔ خدا تجھے اس کا بہت برا صلہ دے گا کہ تو نے ایسے نیک خدا پرست کو مارا ہے۔ جو تجھ سے ہر طرح بہتر تھے۔ اتنا کہہ کر قاسم رونے لگے اور اس سے جدا ہو گئے۔

جناب حبیب ابن مظاہرؓ کے فرزند کو ہمہ وقت اس درد کا احساس رہا اور ہر وقت اس فکر میں رہتے تھے کہ کب یہ شقی مل جائے اور میں اس کو قتل کر دوں۔ یہاں تک کہ مصعب بن زبیر کا زمانہ آیا اور معصب نے لشکر کے ساتھ عبدالملک بن مروان پر حملہ کیا اور مقام باجمیر میں جو موصل کے حدود میں ہے وہاں خیمہ زن ہوا اس وقت قاسم خیمہ میں آئے اور اس کا تلوار سے کام تمام کر دیا۔

علامہ باقر مجلسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں بعض روایات میں ملتا ہے کہ بدیل بن حریم نے حبیب ابن مظاہرؓ کو شہید کیا اور ان کے سر اقدس کو گھوڑے کی گردن میں لٹکایا جب یہ لعین اس حالت میں مکہ پہنچا تو حضرت حبیب ابن مظاہرؓ کے فرزند نے جو ابھی سن بلوغیت تک نہیں پہنچے تھے اس شقی کا نجس سر کاٹ کر پھینک دیا اور اپنے پدر بزرگوار کا سر اقدس اس سے حاصل کر لیا۔

عمر بن جنادہ علیہ السّلام

الصار العین میں ہے جناب عمر بن جنادہ بن کعب بن الحرث الانصاری الخزرجی واقعہ کربلا کے وقت بہت کم سن تھے۔ آپ اپنے والدینؑ کے ساتھ مکہ معظمہ سے حضرت

امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آئے تھے۔ آپ کے والد جناب جنادہ جب شہید ہو گئے اور جناب عمر بن جنادہ کی والدہ نے اپنے شوہر کی شہادت کی خبر سنی کہ نواسہ رسولؐ پر اپنی جان فدا کر دی تو خدا کا شکر بجالائیں اور اپنے فرزند جناب عمر بن جنادہ کو بلا کر ان سے کہا بیٹا عمر سعد کے لشکر نے اہل بیت رسولؐ کا محاصرہ کیا ہوا ہے، اب تم بھی اپنی جان نواسہ رسولؐ پر قربان کر دو۔ اپنی والدہ کی یہ گفتگو سنتے ہی آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت سے جنگ کی اجازت چاہی۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے کہا بیٹا! تم ابھی بہت چھوٹے ہو، تمہارا باپ مارا گیا، اب تمہاری ماں کو تمہاری ضرورت ہے۔ یہ سن کر اس کم سن شیدائی نے کہا مولا میری ماں نے خود مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ پر جان قربان کر دوں۔ یہ سن کر حضرت نے آپ کو میدان میں جانے کی اجازت دی۔

جناب عمر بن جنادہ میدان میں آئے نہایت بہادری سے جنگ کی اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ لشکر ابن سعد میں سے ایک لعین نے آپ کا سر کاٹ کر لشکر حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف پھینک دیا۔ حضرت عمر بن جنادہ کی ماں نے اپنے فرزند کا سر اٹھا کر آنکھوں کو بوسہ دیا اور حضرت عمر بن جنادہ کے قاتل کی طرف پھینک دیا جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔ اس کے بعد یہ مومنہ خیمہ کی طرف پلٹ آئیں اور چوب خیمہ لے کر میدان کی طرف جانے لگیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے انہیں میدان میں جانے سے روک دیا۔

عابس بن ابی شبیب علیہ السلام

جناب عابس کا نسب نامہ یہ ہے۔ عابس ابن ابی شبیب بن شاکری بن ربیعہ بن مالک بن صعب بن معاویہ بن کثیر بن مالک بن حشم بن حاشد ہمدانی شاکری۔ بنو شاکر ہمدان کا ایک قبیلہ ہے۔ اس کی نسبت سے جناب عابس بن ابی شبیب کے ساتھ شاکری لگایا جاتا ہے۔

جناب عابس نہایت عابد وزاہد اور بہادر رئیس تھے۔ آپ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کے محب وجانثار تھے۔ آقائے محمد مہدی مازندرانی علیہ الرحمہ معالی السبطین میں لکھتے ہیں۔ "عابس محبان اہل بیت میں معروف تھے۔ اپنے قبیلہ کے سردار، نامور شجاع، لاجواب خطیب، پرہیز گار اور عابد شب زندہ دار تھے"۔ آپ کا قبیلہ بنوشاکر وعدہ کی پاسداری میں بڑا مقام رکھتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ کو اس پر بڑا اعتماد تھا۔ جنگ صفین کے موقع پر آپ نے قبیلہ بنوشاکر کے بارے میں فرمایا تھا۔ "اگر بنوشاکر کے قبیلہ کے ایک ہزار افراد موجود ہوتے تو دنیا میں اللہ کے سوا کوئی کسی کو معبود نہ مانتا"۔ اس قبیلہ کو اہل عرب شجاعان عرب وحامیان عرب کہتے تھے اور ان کا لقب اہل عرب نے جوانان صباح رکھا تھا۔

علامہ طبری لکھتے ہیں کہ جب حضرت مسلم کوفہ میں آئے اور جناب مختار کے گھر اترے اور اہل کوفہ ان کے پاس جمع ہوئے اس وقت جناب مسلم نے حضرت امام حسین علیہ السلام کا خط جو اہل کوفہ کے نام تھا، سب کو پڑھ کر سنایا۔ حضرت کا خط سن کر لوگ رونے لگے۔ جناب عابس نے اس وقت ایک خطبہ پڑھا جس میں بعد حمد وصلوۃ کے انہوں نے جناب مسلم کو سنا کر کہا تھا۔ "میں اور لوگوں کے دلوں کا حال تو نہیں جانتا لیکن میں ہر طرح سے اپنی جان نثار کرنے کو حاضر ہوں، آپ جب بلائیں میں حاضر ہوں اور آپ جب حکم دیں آپ کے دشمنوں سے لڑنے کو آمادہ ہوں، جب تک میں زندہ ہوں اس سلسلے میں میری غرض خوشنودی خداوند عالم کے سوا کچھ اور نہیں"۔ جناب عابس کے خطبہ کے بعد حضرت حبیب ابن مظاہرؓ نے بھی یہی کچھ کہا تھا۔

تاریخ طبری میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب حضرت مسلم کوفہ میں آئے اور جناب مختار کے گھر سے جناب ہانی کے گھر منتقل ہوئے تو حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں اس مضمون کا خط لکھا کہ اہل کوفہ نے بیعت کی ہے اور آپ کی اطاعت پر سب

آمادہ ہیں۔ اب آپ جلد یہاں تشریف لائیں۔ یہ خط حضرت مسلم نے جناب عابس کے ہاتھ روانہ کیا تھا۔ یہ خط لے کر جناب عابس مع اپنے غلام شوذب کے مکہ معظمہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں گئے تھے۔ طبری اور معالی السبطین میں یہ روایت لکھی ہے کہ جب جناب مسلم نے اٹھارہ ہزار افراد سے بیعت لے کر حضرت امام حسین علیہ السلام کو کوفہ تشریف لانے کا خط لکھا تو یہ خط جناب عابس اور جناب شوذب کو دے کر حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا تھا۔ اس کے بعد جناب شوذب اور جناب عابس اپنے آخری دم تک حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ رہے۔ جب میدان کارزار گرم ہوا اور ہر طرف موت کے سائے تھے۔ صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ جناب عابس نے اپنے غلام جناب شوذب سے پوچھا آج میرے ساتھ تمہارا کیا ارادہ ہے تو جناب شوذب نے جواب دیا کہ میں آپ کی رکاب میں شمشیر زنی کروں گا۔ یہاں تک کہ مارا جاؤں۔ جناب عابس نے یہ جواب سن کر کہا مجھے تم سے یہی امید تھی۔

ابومخنف کے مطابق جب روز عاشورا آغاز جنگ ہوا تو حضرت امام حسین علیہ السلام کے چند اصحاب شہید ہو گئے تو جناب عابس نے اپنے غلام جناب شوذب سے بلا کر کہا۔ ''اے شوذب تمہارا اب کیا ارادہ ہے''۔ جناب شوذب نے کہا۔ ''میرا ارادہ یہی ہے کہ آپ کے ساتھ حضرت امام حسین علیہ السلام پر اپنی جان نثار کر دوں''۔ یہ سن کر جناب عابس نے کہا۔ ''مجھے تم سے یہی امید تھی، لہٰذا اب حضرت امام حسین علیہ السلام پر تصدق ہونے کو تیار ہو جاؤ، میں آخرت میں خدا سے تمہیں لوں گا اور اے شوذب اگر میرے پاس کوئی اور تم سے زیادہ عزیز ہوتا تو میں اسے بھی حضرت امام حسین علیہ السلام پر قربان کر دیتا۔ اے شوذب جتنا اجر و ثواب آج قربان ہو کر حاصل کرنے میں ہے، آئندہ ایسا دن کبھی نہ آئے گا۔''

جناب عابس جناب شوذت سے یہ گفتگو کرنے کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی مولا آپ سے زیادہ مجھے کسی سے محبت نہیں۔ مولا اب آپ میرا آخری سلام قبول کیجئے۔ میں اب شہید ہونے جارہا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ کے والد ماجد حضرت امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ اور آپ امام برحق اور ہادی ہیں۔ اس کے بعد جناب عابس رخصت ہوئے اور تلوار کھینچ کر لشکر یزید سے مخاطب ہوئے تم میں سے جو چاہے میرے مقابلہ پر آئے۔ روضۃ الشہداء میں مرقوم ہے۔ "جناب عابس کے غلام ان کی پشت پر محافظ تھے۔" ابومخنف اور محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ نے ربیع بن تمیم ہمدانی سے روایت کی ہے کہ ربیع کہتا ہے۔ "میں نے جب عابس کو آتا دیکھا تو میں نے فوراً ان کو پہچان لیا کیونکہ اکثر معرکوں میں میں نے ان کو جنگ کرتے دیکھا تھا۔ وہ بڑی بہادری سے جنگ کرتے تھے۔ میں نے لشکر ابن سعد میں یہ پکار کر کہا یہ شیروں کا شیر ہے، یہ ابن شبیب ہیں۔ خبردار کوئی ان کے ساتھ اکیلا نہ جائے ورنہ یہ اسے فوراً قتل کر دیں گے۔ یہ سننا تھا کہ سارا لشکر خائف ہو گیا اور کوئی تنہا ان کے مقابلہ کو نہ نکلا۔ جناب عابس لشکر کے درمیان پکارتے تھے کہ کوئی مجھ سے لڑنے کو آئے۔ مگر کوئی مقابلہ کو نہ آیا، تب عمر بن سعد پکارا وائے ہو تم پر اگر تم سب عابس کے سامنے جاتے ہوئے ڈرتے ہو تو دور سے ان پر پتھر برساؤ یہ سن کر ان لوگوں نے جناب عابس پر پتھر مارنا شروع کر دیئے۔ جناب عابس نے جب یہ دیکھا تو اپنی زرہ اور خود اتار کر پھینک دیا اور تلوار لے کر لشکر میں گھس گئے۔ ربیع کہتا ہے قسم بخدا میں نے دیکھا کہ دو سو سے زیادہ آدمی جناب عابس کے حملہ کرنے پر ان کے سامنے سے بھاگتے تھے اور ہر طرف سے ان پر پتھر مارتے تھے، آخر ان کو قتل کر دیا اور ان کا سر کاٹ لیا اور کچھ لوگ آپ کا سر لینے پر آپس میں جھگڑتے تھے۔ ہر ایک کہتا تھا کہ جناب عابس کو میں نے قتل کیا ہے، اور

آپس میں جھگڑتے ہوئے ابن سعد کے پاس گئے۔ ابن سعد نے کہا کیوں بیکار لڑتے ہو، کسی ایک نے ان کو قتل نہیں کیا بلکہ سب نے مل کر ان کو قتل کیا ہے۔

معالی السبطین میں اس روایت کی تفصیل یوں مرقوم ہے کہ ربیع بن تمیم ہمدانی کا بیان ہے کہ جب میں نے عابس کو آتے دیکھا تو کیونکہ میں عابس کی شجاعت سے واقف تھا اسلئے میں نے چیخ کر لوگوں کو بتایا کہ جس شخص کو اپنی جان عزیز نہ ہو وہ عابس کے مقابلے پر جائے۔ میں نے انہیں متعدد جنگوں میں دیکھا ہے آج تک کوئی انہیں زیر نہ کر سکا اور جو انکے مقابلے میں گیا وہ بچ کر واپس نہیں آیا۔

جناب عابس نے میدان میں آکر ھل من مبازر کا نعرہ لگایا لیکن کوئی ان کے مقابلے پر نہ آیا۔ جب آپ کافی دیر تک مقابلے پر بلاتے رہے اور کوئی نہ آیا، تو عمر سعد نے حکم دیا کہ تم لوگ لاکھوں کی تعداد میں ہوتے ہوئے بھی جب مقابلہ پر نہیں جاسکتے تو سنگ باری اور تیر اندازی کرو۔ جب ہر طرف سے تیروں کی بارش اور سنگ باری آپ پر شروع ہوئی تو آپ نے خود اتار دیا اور زرہ بھی ایک طرف کر دی اور حملہ شروع کیا۔ آگے آگے جناب عابس تھے اور آپ کے پیچھے آپ کے غلام جناب شوذب تھے۔ دونوں کشتوں کے پشتے لگاتے ہوئے کبھی دائیں اور کبھی بائیں طرف لشکر میں گھس جاتے۔ جناب شوذب کیونکہ جناب عابس کے عقب میں لڑ رہے تھے، لہٰذا پہلے شہید ہوئے۔ جب جناب عابس زخموں سے نڈھال ہو گئے تو زمین پر بیٹھ گئے۔ ہر طرف سے لشکر ٹوٹ پڑا اور جناب عابس کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ ظالموں نے آپ کا سر کاٹ لیا۔ جب یہ لوگ آپ کا سر لے کر عمر سعد کے پاس گئے تو ایک کہتا تھا میں نے قتل کیا، دوسرا کہتا میں نے قتل کیا ہے۔ عمر سعد نے کہا سر یہاں رکھ دو اور بک بک نہ کرو۔ کیا میں اندھا تھا جو سب کچھ دیکھ نہیں رہا تھا کہ کس نے قتل کیا ہے۔ جب یہ ھل من مبازر کہہ رہے تھے تو اس وقت تم سب

کو سانپ سونگھ گیا تھا۔ اس وقت کسی میں مقابلہ کی ہمت نہ تھی۔ قتل ہونے کے بعد کہتے ہو کہ میں نے قتل کیا، ان کو کسی ایک نے قتل نہیں کیا تمام فوج کو عابس کے قتل پر علیحدہ علیحدہ انعام ملے گا۔ اس لیے کہ عابس کے قتل میں ہر سپاہی شریک ہے۔

جناب عابس کی جرات کا اعتراف ابن خلدون نے ان الفاظ میں کیا ہے۔ ''لشکر شام میں سے ان کے مقابلے میں جانے کی کسی میں ہمت نہ تھی سب ایک دوسرے کا منہ تک رہے تھے۔'' ربیع بن تمیم کہتا ہے ''میں نے دیکھا کہ دو سو آدمیوں سے زیادہ کو جناب عابس گرا کر برابر گھوڑا دوڑا رہے تھے۔ یہاں تک کہ ہر جانب سے گھر گئے اور شہید ہوئے۔'' ابن کثیر نے بھی یہی لکھا ہے کہ ''جناب عابس کے مقابلے پر کسی کو جانے کی ہمت نہ تھی''۔

شوذب بن عبداللہ علیہ السلام

جناب شوذب بن عبداللہ الہمدانی الشاکری جناب عابس بن ابی شبیب کے غلام تھے، آپ نہایت شجاع اور زبردست شہسوار تھے، آپ خاندان رسالتؐ کے بہت عقیدت مند، اطاعت گزار اور جانثار تھے۔ آپ نے حضرت علیؑ سے روایات کیں۔ محمد و آل محمدؐ کے محبوں میں آپ کو خاص منزلت حاصل تھی۔ آپ محبان اہل بیت سے حضرت علیؑ کی احادیث بیان فرماتے تھے۔

جب حضرت عابس کوفہ سے حضرت مسلم کا خط لے کر مکہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے تو جناب شوذب ان کے ساتھ تھے۔ پھر مکہ سے کربلا آئے۔ علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ جب روز عاشور شہادتوں کا سلسلہ شروع ہوا تو حضرت عابس نے اپنے وفادار غلام حضرت شوذب کو طلب کیا کہ یہ کیا ارادہ رکھتے ہیں، اس پر حضرت شوذب نے حضرت امام حسین علیہ السلام پر جانثاری کا

عزم ظاہر کیا۔ اس پر حضرت عابس نے کہا آج کا دن اس راہ میں ثواب حاصل کرنے کا ہے پھر اتنا ثواب و اجر حاصل کرنے کیلئے ایسا دن کبھی نہیں آئے گا۔ روز عاشور حضرت شوذب نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے اجازت طلب کی اور اپنے آقا کے ساتھ دشمنوں سے لڑتے رہے، ایک جانب آپ حضرت عابس کی پشت پر دشمنوں سے حضرت عابس کی حفاظت کر رہے تھے اور ساتھ ہی ہر حملہ آور سے جنگ میں مصروف تھے۔ یہاں تک کہ نصرت حضرت امام حسین علیہ السلام میں شہادت پائی۔ ابن خلدون کے مطابق حضرت شوذب جناب عابس کے ساتھ شہید ہوئے۔

(حضرت شوذب کے واقعات کی تفصیل حضرت عابس کے واقعات میں لکھی جا چکی ہے)

ابو عمر نہشلی علیہ السلام

جناب ابو عمر نہشلی نہایت متقی پرہیزگار اور عابد شب زندہ دار تھے۔ آپ اہل بیت کے محب تھے۔ آپ بہت بہادر تھے اور فنون جنگ میں بہت مہارت رکھتے تھے۔

جب آپ میدان کارزار میں آئے تو دشمن کے دل دہل گئے، آپ نے مدمقابل آنے والے بے شمار لعینوں کو موت کی نیند سلا دیا۔ جب ابن سعد نے دیکھا کہ یہ شیر ہمارے بس سے باہر ہے تو اس نے ایک ساتھ حملہ کرنے کا حکم دیا، اس کے ساتھ ہی دشمن کی کثیر تعداد نے حملہ کر کے آپ کو نرغہ میں لے لیا۔ یہاں تک کہ قبیلہ بنی ثعلبہ کے ایک لعین عامر بن نہشلی نے آپ کو شہید کر دیا۔

ابن نما نے مہران مولا بنی کاہل سے روایت کی ہے کہ وہ کہتا ہے میں صحرائے کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ تھا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جو زبردست مقاتلہ کر رہا تھا اور ہر حملہ میں گروہ اعدا کو منتشر کر کے خدمت حضرت امام

حسین علیہ السلام میں حاضر ہوتا اور یہ رجز پڑھتا تھا۔ ''تمہیں خوشخبری ہو کہ ہدایت پائی راہ راست کی اور ملاقات کرے گا خدا سے جنت فردوس میں'' میں نے لوگوں سے دریافت کیا یہ بزرگ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا یہ ابو عمر نہشلی ہیں۔ برویت بحار الانوار عامر نہشلی و ثعلبی ملعون نے انہیں شہید کیا اور شہید کر کے آپ کا سر انور بدن سے جدا کر دیا۔

یزید بن زیاد علیہ السلام

یزید بن زیاد بن مہاجر ابو الشعثاء الکندی الہدلی۔ آپ کے قبیلہ کا شمار معزز قبائل میں ہوتا تھا، آپ اپنی قوم کے نہایت شریف اور عزت مند سردار تھے۔ آپ کو فنون جنگ میں بڑی مہارت اور تجربہ حاصل تھا۔ آپ ماہر تیر انداز اور شمشیر زن تھے۔

یزید بن زیاد حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں کوفہ سے نکل کر آپ کے قافلے میں جناب حر کی آمد سے قبل شامل ہوئے تھے، ابتدا میں آپ عمر بن سعد کے ہمراہ تھے لیکن جب عمر بن سعد نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے صلح نامنظور کی اور جنگ کا راستہ اختیار کیا تو آپ نے اس سے علیحدگی اختیار کر لی اور جاںنثاران حسین میں شامل ہو گئے۔

ابو مخنف ناقل ہیں کہ جناب حر نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے ملاقات کے بعد جو خط ابن زیاد کو لکھا تھا اور ابن زیاد نے جو اس کا جواب لکھا تھا اس کا وہ خط مالک ابن نسر کندی لے کر جناب حر کے پاس آیا تھا۔ اس وقت جب مالک بن نسر کندی اور یزید بن زیاد کندی کی ملاقات ہوئی تو یزید بن کندی نے مالک بن نسر کندی سے کہا کیا تو مالک بن نسر ہے؟ اس نے کہا ہاں میں مالک بن نسر ہوں اس پر یزید بن زیاد نے کہا اے بدبخت تجھے موت آ جائے تو یہ خط لے کر کیوں آیا ہے؟ اس پر مالک بن نسر نے جواب دیا میں نے اپنے امام کی اطاعت کی ہے اور میں نے یزید کی بیعت کی ہے اس

کو پورا کروں گا۔ یہ سن کر یزید بن زیاد نے کہا تو نے خدا کی نافرمانی کی ہے اور گناہ کر کے اپنے نفس کو ہلاک کیا ہے۔ تو نے اپنے لیے جہنم حاصل کیا۔ کیا تو نے قرآن میں اللہ کا یہ حکم نہیں سنا ہے کہ "ان میں ایسے بھی امام ہیں جو اپنی جماعت کو دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور قیامت کے دن ان کا کوئی ناصر و معین نہ ہوگا"۔

مالک پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا اور یزید بن زیاد کو سخت الفاظ میں جواب دیا۔ بحار الانوار کے مطابق شہادت ابو عمر نہشلی کے بعد یزید بن مہاجر کندی اشقیاء سے لڑنے گئے، پانچ آدمیوں کو اپنی شمشیر آبدار کا لقمہ بنایا۔ آپ یہ رجز پڑھ رہے تھے۔ "اے قوم جفا کار! میں یزید بن مہاجر کندی ہوں گویا کچھار سے باہر نکلا ہوا شیر جری ہوں، یارب تعالیٰ میں ناصر حسین ہوں اور تارک پسر سعد ہوں"۔

ابو مخنف نے روایت کی ہے کہ یزید بن زیاد نے آ کر سواروں پر حملہ کیا، آپ مصروف جنگ تھے کہ ان کے گھوڑے کی ٹانگیں لعینوں نے کاٹ دیں اس وقت آپ زمین پر بیٹھ گئے اور ایک سو تیر جوان کے پاس تھے، سب لشکر اعدا پر چلائے سو میں سے صرف پانچ تیر خطا گئے، باقی سب تیر نشانے پر لگے۔ اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے آپ کے حق میں دعا کی تھی کہ بارالہا! ان کے تیروں کو کارگر کر اور ان کو ثواب میں بہشت عطا فرما۔ جب تمام تیر ختم ہو گئے تو یزید بن زیاد تلوار لے کر لشکر اعداد پر حملہ کرنے لگے۔ آپ نے یک و تنہا لشکر اعدا سے مقابلہ کرتے ہوئے شہادت پائی"۔

سیف بن الحرث اور مالک بن عبد اللہ علیہ السلام

جناب سیف بن الحرث بن سریع بن جابر الہمدانی اور جناب مالک بن عبد اللہ بن سریع بن جابر الہمدانی الجابری۔ جناب سیف اور جناب مالک دونوں سریع کے پوتے اور آپس میں چچا زاد بھائی تھے۔ یہ دونوں نہایت اعلیٰ ظرف اور وفادار تھے۔

جناب سیف اور جناب مالک مع اپنے غلام شبیب کے خدمت حضرت امام حسین علیہ السلام میں حاضر ہوئے۔ (جناب شبیب جو حملہ اولی میں شہید ہوئے ان کا ذکر گزشتہ صفحات میں مرقوم ہے) روز عاشور جب اہل بیت اطہار پر بہت سخت وقت تھا، جناب سیف اور ان کے بھائی جناب مالک نے یہ محسوس کیا کہ اب صلح کی کوئی امید باقی نہیں رہی اور اعدا کا حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کرنے کا ارادہ ہے تو یہ دونوں محبت اہل بیت میں گریہ کرتے ہوئے خدمت امامؑ میں حاضر ہوئے اور کہا مولا ہم اپنے لیے نہیں رو رہے ہیں بلکہ آپ کی پریشانی و مصیبت پر رو رہے ہیں۔ مولا آپ کے دشمنوں نے ہر طرف سے نرغہ کیا ہوا ہے، ہم چاہتے ہیں آپ پر قربان ہو جائیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے سیف اور مالک کے اس جذبہ محبت اور قربانی کو دیکھ کر ان کے حق میں دعا فرمائی۔ ''خدا تمہیں ایسی جزائے خیر عطا فرمائے جو متقین کی جزا سے زیادہ بہتر ہو۔''

بحار الانوار میں مرقوم ہے۔ جناب سیف اور جناب مالک نے حضرتؑ کی خدمت اقدس میں آ کر عرض کیا۔ السلام علیک یا بن رسول اللہ۔ حضرت نے جواب سلام فرمایا علیکم السلام۔ اس کے بعد کافی دیر تک دونوں نے جنگ کی اور دشمنوں کو قتل کیا اور خلعت شہادت سے سرفراز ہو کر داخل بہشت ہوئے۔ ان دونوں جانثاران حسین علیہ السلام کی شہادت کے باب میں ابومخنف نے روایت کی ہے کہ ''جب یہ دونوں بزرگ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں گفتگو فرما رہے تھے تو اسی دوران حضرت حنظلہ بن اسعد لشکر بن سعد کو وعظ و نصیحت کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ جب ان دونوں نے یہ منظر دیکھا تو حضرتؑ کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ حضرت نے جواب سلام دیا اور دونوں میدان کارزار میں روانہ ہو گئے۔ جب ایک بھائی مقابلہ کرتے تو دوسرے حملہ آور سے انہیں بچاتے تھے کافی دیر اس طرح یہ دونوں جری بھوکے پیاسے جنگ

کرتے رہے، یہاں تک کہ جام شہادت نوش کیا۔

جب جناب سیف اور جناب مالک گھوڑے سے گرے تو حضرت امام حسین علیہ السلام کو باآواز بلند سلام کیا۔ حضرت نے جواب سلام دیا اور فرمایا "میرے وفادار بہادرو! تم نانا کی خدمت میں چلو میں تمہارے پیچھے بہت جلد آرہا ہوں۔"

سعد بن حرث انصاریؑ اور ابوالخنوف بن حرث انصاریؑ

جناب سعد اور جناب ابوالخنوف دونوں بھائی تھے، ان کا تعلق کوفہ سے تھا۔ ابصار العین کے مطابق یہ دونوں لشکر ابن سعد کے لشکر میں کوفہ سے آئے تھے۔

جب روز عاشورا حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب شہید ہو گئے تو آپ نے باآواز بلند پکارا "کوئی ہے ہماری مدد کرنے والا" جب یہ آواز خیموں تک پہنچی تو خیموں سے بیبیاں اور بچے آہ و بکا کرتے ہوئے باہر نکل آئے۔

جب جناب سعد اور جناب ابوالخنوف نے اہل بیت کے گریہ کی آوازیں سنیں تو تلوار لے کر ابن سعد کے لشکر سے نکل کر حضرت امام حسین علیہ السلام کی حمایت میں لشکر شام سے لڑنا شروع کر دیا۔ آپ دونوں نے بہت سے لوگوں کو ہلاک کیا اور لڑتے لڑتے دونوں شہادت سے سرفراز ہوئے۔

انس بن حرث علیہ السلام

ابصار العین کے مطابق جناب انس کا نسب نامہ یوں مرقوم ہے۔ انس بن حرث نبیہ بن کاہل بن عمر بن صغب بن اسد بن حزیمہ اسدی کاہل۔ ابن نما لکھتے ہیں کہ "مالک ابن انس کا نام انس بن حرث بن کاہل بن عمر بن صعب بن اسد ابن حزیمہ اسدی الکاہلی تھا۔

اصول کافی میں ان کا نام "مالک بن انس" لکھا ہے جبکہ ابن بابویہ نے یہ روایت کی ہے کہ ان بزرگ کا اسم گرامی "اسد بن حارث کاہلی تھا"۔

جناب انس کا شمار کوفہ کے شرفا میں تھا، سخاوت اور شجاعت میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا۔ آپ حافظ قرآن تھے، آپ رسول اللہ کے اصحاب میں سے تھے۔ آپ نے مولائے کائنات حضرت علیؑ، حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کا زمانہ دیکھا اور ان بزرگ ہستیوں کے صحابی ہونے کا شرف حاصل کیا۔ جناب انس کو یہ اعزاز بھی حاصل تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احادیث روایت کرتے تھے۔ یہ حدیث علمائے اسلام نے متفقہ طور پر جناب انس بن حرث سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں میں نے آنحضرتؐ کو فرماتے سنا جب آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کو گود میں لیے ہوئے تھے کہ یہ میرا بچہ زمین عراق پر شہید کیا جائے گا۔ جو اس وقت حاضر ہو اس کو اس کی مدد کرنا لازم ہے۔ یہ حدیث ینابیع المودۃ نے کتاب اصابہ میں اسد الغابہ میں اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے بیان کی کہ انس کا شمار کوفی اصحاب میں سے ہے۔ جناب انس رات کے وقت کوفہ سے نکل کر حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت کے لیے کربلا میں حاضر ہوئے، روز عاشور آپ نے اپنی جان حضرت امام حسین علیہ السلام پر نثار کی۔ آپ ضعیف العمر تھے۔ مختلف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سو سال کی عمر سے تجاوز کر چکے تھے لیکن محبت حسین علیہ السلام سے ان کا دل سرشار تھا۔

جب آپ نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے اجازت طلب کی تو ان کی خمیدہ کمر اور ضعیفی کو دیکھ کر حضرت امام حسین علیہ السلام کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ جب آپ میدان میں آئے تو آپ کے رعب وجلال کا یہ عالم تھا کہ آپ کو دیکھ کر لشکر یزید کے دل ہل گئے۔ بوقت جہاد آپ یہ رجز پڑھ رہے تھے۔ "کاہل اور دودان وقیس اور غیلان

کے سب قبائل یہ خوب جانتے ہیں کہ ہم ان سب کے واسطے قہر ہیں اور سردار ہیں سواروں سے ہم موت سے تندو تیز تیروں کی ضرب کے ساتھ ملاقات کرتے ہیں۔ ہم نیزہ بازی سے عاجز نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ ہم علی والے مطیع وفرمانبردار خداوند رحمن ہیں جبکہ زیاد والے شیطان کے پیروکار ہیں۔" آپ یہ رجز پڑھتے جاتے تھے اور جنگ میں مصروف تھے، آپ نہایت شجاعت سے جنگ کرتے ہوئے شہادت سے سرفراز ہوئے۔

حبشی بن قیس النہمی علیہ السلام

جناب حبشی بن قیس کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ حبشی بن قیس ابن سلمہ بن طریف۔ بن ابان بن سلمہ بن حارثہ ہمدانی نہمی۔ بنو نہم ہمدان کے ایک قبیلہ کی شاخ ہے۔

جناب حبشی کے دادا اسلمہ حضرت رسالت مآبؐ کے صحابی تھے اور ان کے والد قیس بھی جناب رسول خدا کے دیدار سے مشرف ہوئے تھے اور حبشی بن قیس حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں بوقت ایک شب کی مہلت کربلا میں حاضر ہوئے اور ناصران حسین کی صف میں شامل ہو گئے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے اصابہ میں لکھا ہے کہ آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف سے شہید ہوئے۔

رافع بن عبداللہ علیہ السلام

جناب رافع بن عبداللہ مسلم ازدی کے غلام تھے۔ آپ اپنے آقا کے ہمراہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ جناب مسلم ازدی کی شہادت لشکر ابن سعد کے پہلے حملہ میں ہوئی تھی۔ ابصار العین کے موافق روز عاشورا نماز ظہر کے بعد جناب رافع جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔

عقبہ بن الصلت علیہ السلام

جناب عقبہ بن الصلت الجہنی منزل جھنیہ سے حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ شریک ہوئے اور حضرتؑ کی وفاداری پر قائم رہے، صاحب حدائق وردیہ کے قول کے مطابق آپ روز عاشورا کربلا میں شہید ہوئے۔

قعنب بن عمر نمریؒ علیہ السلام

جناب قعنب بصرہ کے رہنے والے تھے۔ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کے محب تھے، آپ حجاج بن بدر کے ساتھ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ آپ روز عاشورا ابن سعد کے لشکر سے نہایت جرات سے مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ حضرت صاحب الزماں خلیفۃ الرحمن عجل اللہ فرجہ و سہل مخروجہ نے زیارت ناحیہ میں آپ کا نام لے کر آپ پر سلام کیا ہے۔

مجمع بن زیاد بن عمرو الجہنی علیہ السلام

جناب مجمع مدینہ کے گرد جھنیہ ایک جگہ کا نام ہے وہاں کے رہنے والے تھے۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام عراق کے سفر کے لیے روانہ ہوئے تو بہت سے لوگ مختلف قریوں اور قبائل کے آپؑ کے ساتھ شامل ہو گئے۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کو حضرت مسلم کی شہادت کی خبر ملی تو آپ نے ایک خطبہ دیا اور فرمایا جو جانا چاہتا ہے چلا جائے کیونکہ یزید ہمارے قتل کے درپے ہے۔ یہ سن کر جو لوگ مال دنیا کی حرص میں آپ کے ساتھ شامل ہوئے تھے وہ لوگ لوٹ گئے لیکن مجمع بن زیاد نے آپ کا ساتھ نہیں چھوڑا اور آپ کی خدمت میں آخری دم تک رہے۔ صاحب حدائق وردیہ کے

حسین علیہ السلام میں حاضر ہوئے۔ جب معرکہ کربلا گرم ہوا تو آپ میدان میں آئے اور جنگ کرتے کرتے زخمی ہو کر گر پڑے تو ان کی قوم کے وہ لوگ جو لشکر ابن سعد میں تھے۔ انہوں نے ان کو آگے بڑھ کر اٹھا لیا اور اپنے ساتھ لا کر کوفہ میں چھپا دیا۔ جب ابن زیاد کو ان کے بارے میں معلوم ہوا تو اس نے ان کو قتل کرنے کے لیے لوگوں کو بھیجا لیکن لوگوں نے منت سماجت کے بعد بڑی مشکل سے ان کو قتل ہونے سے بچا لیا۔

ابن زیاد جس کے دل میں حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے انصار و اقربا کے لیے جو عداوت کی آگ بھڑک رہی تھی اس کی وجہ سے وہ کسی طرح سے جناب ابو موسیٰ کو آزادی دینے پر رضامند نہ تھا۔ لہٰذا ان کو قید کر کے مقام زارہ جو عمان میں واقع ہے وہاں بھیج دیا۔ آپ وہاں مسلسل ایک سال تک ابن زیاد کی قید میں رہے۔ آپ کا بدن زخموں سے چور تھا جس کے سبب مسلسل بیمار رہنے لگے اور اسی عالم میں آپ نے شہادت پائی۔

یزید بن مغفل علیہ السلام

یزید بن مغفل بن جعف بن سعد العشیرہ المذحجی الجعفی۔ آپ بہت بہادر اور اچھے شاعر تھے۔ آپ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کے اصحاب میں داخل تھے۔ مرزبانی نے معجم میں لکھا ہے کہ آپ تابعی تھے، اور ان کے والد کا شمار اصحاب رسولؐ میں ہوتا ہے۔ آپ جنگ جمل میں حضرت علیؑ کی طرف سے شریک جنگ تھے۔ حضرت علیؑ نے ان کو حریث خارجی کے مقابلے میں بھیجا تھا اور ان کے ہاتھوں حریث قتل ہوا تھا۔

خزانۃ الادب میں ہے کہ ''آپ مکہ معظمہ سے حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ہوئے تھے۔ مقاتل کی کتابوں میں مرقوم ہے کہ روز عاشورا جب ہنگامہ کارزار گرم ہوا تو یزید بن مغفل حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور

مطابق جناب مجمع بن زیاد روز عاشورا کربلا میں شہید ہوئے۔

سعد ابن حنظلہ تمیمی علیہ السلام

معالی السبطین کے مواقف جناب سعد بن حنظلہ کو فرزند رسول حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر میں بہت اہمیت حاصل تھی۔ حضرت امام حسین علیہ السلام سے جنگ کی اجازت لی اور میدان میں آ کر رجز پڑھا اور ان بدبختوں کو ہدایت کی جب آپ نے دیکھا ان لوگوں پر کسی قسم کی ہدایت کا اثر نہیں ہوتا تو بہادری سے جنگ کرتے ہوئے شہادت پائی۔

روضۃ الشہدا کے مواقف حضرت سعد بن حنظلہ تمیمی جو ایک جنگ دیدہ سپاہی تھے۔ آپ لشکر حضرت امام حسین علیہ السلام کے ممتاز لوگوں میں تھے۔ جب آپ میدان میں آئے تو یہ رجز پڑھا۔ "میں نے تلواروں اور نیزوں پر جنت میں داخل ہونے کے لیے صبر کیا، بلاشبہ یہ نعمتیں اس شخص کیلئے ہیں جو حصول نجات کا ارادہ کرے، اے نفس راحت کے لیے کوشش اور طلب خیر میں رغبت کر۔" جناب سعد بن حنظلہ میدان میں نہایت دلیری سے ہزاروں مدمقابل سے لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ شہادت کے درجہ پر فائز ہوئے۔

ابو موسیٰ موقع بن ثمامہ علیہ السلام

جناب ابو موسیٰ موقع بن ثمامہ الاسدی الصیداوی کو جب معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کربلا میں تشریف لائے ہیں تو آپ لوگوں کی نظروں سے بچ کر کوفہ سے روانہ ہوئے، راہ میں ہر طرف ابن زیاد کے پہرے دار معین تھے کہ کوئی شخص حضرت امام حسین علیہ السلام تک نہ پہنچ سکے۔ جناب ابو موسیٰ بڑی مشکل سے خدمت حضرت امام

میدان میں جانے کی اجازت طلب کی۔ میدان میں آکر آپ نے یہ رجز پڑھا جس میں اپنا نسب بیان کیا اور جرأت کا ذکر کیا آپ کے رجز کے اشعار مرزبانی نے اپنی معجم میں نقل کیے ہیں۔

جب آپ میدان میں آئے تو نہایت بہادری سے جنگ کی اور بہت سے لوگوں کو قتل کیا۔ یہاں تک کہ لشکر ابن سعد سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

....

زیارتِ وارثہ

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا وَارِثَ آدَمَ صَفْوَةِ اللهِ اَلسَّلَامُ
عَلَیْكَ یَا وَارِثَ نُوحٍ نَبِیِّ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا
وَارِثَ إِبْرَاهِیمَ خَلِیلِ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا وَارِثَ
مُوسَی كَلِیمِ اللهِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا وَارِثَ عِیسَی
رُوحِ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا وَارِثَ مُحَمَّدٍ حَبِیبِ اللهِ،
اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا وَارِثَ أَمِیرِ الْمُؤْمِنِینَ اَلسَّلَامُ
عَلَیْكَ یَا ابْنَ مُحَمَّدٍ الْمُصْطَفَی اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا ابْنَ عَلِیٍّ
الْمُرْتَضَی، اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا ابْنَ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ،
اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا ابْنَ خَدِیجَةَ الْكُبْرَی اَلسَّلَامُ
عَلَیْكَ یَا ثَارَ اللهِ وَابْنَ ثَارِهِ وَالْوِتْرَ الْمَوْتُورَ، أَشْهَدُ
أَنَّكَ قَدْ أَقَمْتَ الصَّلَاةَ، وَآتَیْتَ الزَّكَاةَ، وَأَمَرْتَ
بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَیْتَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأَطَعْتَ اللهَ
وَرَسُولَهُ حَتَّی أَتَاكَ الْیَقِینُ، فَلَعَنَ اللهُ أُمَّةً قَتَلَتْكَ،
وَلَعَنَ اللهُ أُمَّةً ظَلَمَتْكَ، وَلَعَنَ اللهُ أُمَّةً سَمِعَتْ بِذٰلِكَ
فَرَضِیَتْ بِهِ، یَا مَوْلَایَ یَا أَبَا عَبْدِ اللهِ أَشْهَدُ أَنَّكَ

كُنْتَ نُوراً فِي الْاَصْلَابِ الشَّامِخَةِ وَالْاَرْحَامِ الْمُطَهَّرَةِ، لَمْ تُنَجِّسْكَ الْجَاهِلِيَّةُ بِأَنْجَاسِهَا وَلَمْ تُلْبِسْكَ مِنْ مُدْلَهِمَّاتِ ثِيَابِهَا وَأَشْهَدُ أَنَّكَ مِنْ دَعَائِمِ الدِّينِ وَأَرْكَانِ الْمُؤْمِنِينَ وَأَشْهَدُ أَنَّكَ الْاِمَامُ الْبَرُّ التَّقِيُّ الرَّضِيُّ الزَّكِيُّ الْهَادِي الْمَهْدِيُّ، وَأَشْهَدُ أَنَّ الْاَئِمَّةَ مِنْ وُلْدِكَ كَلِمَةُ التَّقْوٰى وَأَعْلَامُ الْهُدٰى وَالْعُرْوَةُ الْوُثْقٰى وَالْحُجَّةُ عَلٰى أَهْلِ الدُّنْيَا وَأُشْهِدُ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ وَأَنْبِيَائَهُ وَرُسُلَهُ أَنِّي بِكُمْ مُؤْمِنٌ وَبِاِيَابِكُمْ مُوقِنٌ، بِشَرَائِعِ دِينِي، وَخَوَاتِيمِ عَمَلِي، وَقَلْبِي لِقَلْبِكُمْ سِلْمٌ، وَأَمْرِي لِاَمْرِكُمْ مُتَّبِعٌ، صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْكُمْ، وَعَلٰى أَرْوَاحِكُمْ، وَعَلٰى أَجْسَادِكُمْ، وَعَلٰى أَجْسَامِكُمْ، وَعَلٰى شَاهِدِكُمْ، وَعَلٰى غَائِبِكُمْ وَعَلٰى ظَاهِرِكُمْ وَعَلٰى بَاطِنِكُمْ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ۔